

ناول: ♦

محبت سے خدا تک کا سفر ♦

تحریر: ♦

مہوش صدیق ♦

قسط نمبر 1 ❀

نومبر کی اس سرد ترین شام میں

کاٹمپرچر تقریباً 3 ڈگری سینٹی zurich

گریڈ تک گر چکا تھا۔ ریڈ کلر کے عروسی

جوڑے میں ملبوس یہ لڑکی اس وقت

The Dolder Grand Hotel

کے ٹیرس پر کھڑی تھی۔ اس پر اس

سخت، ٹھٹھرتی، برف کی طرح جما دینے والی

سردی کا بھی کوئی خاص اثر نہیں ہو رہا
تھایا پھر اثر تو شاید ہو رہا تھا لیکن وہ بے
حس بنی کب سے ہنوز ایسے ہی کھڑی ہوئی
تھی۔ خود کو تکلیف دینے کا واحد طریقہ اس
وقت اس کو یہی بہترین لگ رہا تھا۔

پاس موجود ٹیبل پر بھاپ اڑاتی چائے کا
کپ کب کا ٹھنڈا ہو چکا تھا مگر وہ ارد گرد
سے بے نیاز اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔
اگر حالات کچھ اور ہوتے تو وہ خوشی کے
مارے چیخ رہی ہوتی یا پھر یہاں کی خوبصورتی
کے قصیدے پڑھ رہی ہوتی کیونکہ اسے
قدرت کے حسین مناظر بچپن سے ہی بہت

پسند تھے۔ لیکن اس وقت اسے دنیا کی
کوئی بھی چیز خوبصورت نہیں لگ رہی تھی۔
اس پل اس کا وجود ہر جذبے سے عاری
نظر آ رہا تھا۔ اسے اتنا بھی ہوش نہیں رہا تھا
کہ اس ٹھٹھرتی سردی کے باعث اس کا
وجود باقاعدہ کپکپا رہا ہے۔

"اكتنا خوبصورت منظر ہے نا زینی۔۔۔۔!"
عظمت پھوپھو نے ٹیرس پر آتے ہوئے
زینی کو گہری سوچوں میں گم پایا تو آہستگی
سے مسکراتے اس کی توجہ سامنے نظر آنے
والے خوبصورت منظر کی طرف مبذول کروانا
چاہی تھی۔

زینب نے ان کی کسی بات کا کوئی جواب
نہ دیا تھا۔ وہ تو بس اپنے تیزی سے امد آنے
والے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش
میں جتی ہوئی تھی۔

"پھوپھو کی جان۔۔۔۔۔ تمہاری چائے تو کب
کی ٹھنڈی ہو چکی"۔۔۔۔۔ عظمت پھوپھو کی
بے ساختہ نگاہ اچانک چائے کے کپ کی

طرف اٹھ گئی جس پر اب بالائی کی ایک
موٹی تہہ جم چکی تھی۔

"خیر۔۔۔۔۔ چلو کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ میں اور

بنا دیتی ہوں۔۔۔۔۔ پھر مل کر پیتے

ہیں۔" اس بار عظمت پھوپھو باقاعدہ اس

کا ہاتھ پکڑتے اسے وہاں موجود صوفوں میں

سے ایک پر لا کر بٹھا چکی تھیں۔ وہ بنا کچھ

کے میکانکی انداز میں چلتی ہوئی ان کے
ساتھ کھینچی چلی آئی۔

"زینی۔۔۔۔ تم تو کہتی تھی۔۔۔۔ چائے کے
بھلے چھ کپ ہی کیوں نہ ہوں تم ایک ہی
وقت میں سارے کے سارے پی سکتی
ہو۔۔۔۔ تمہیں چائے بہت زیادہ پسند ہے
نا؟؟؟" عظمت بیگم نے دوسری چائے

بناتے زینی کی خاموشی توڑنے کا ایک ذریعہ

ڈھونڈا۔

ان سے زینی کی اس قدر بکھری اور شکستہ
حالت کسی طور دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

"پھوپھو!!! کبھی کبھی آپ کی پسند

دوسروں کے لیے کتنی تکلیف دہ ثابت ہو
سکتی ہے یہ تو ہم کبھی سوچتے ہی

نہیں۔"۔ زینب کے ازحد سنجیدہ انداز پر
عظمت بیگم خون کے آنسو پی کر رہ گئی
کیونکہ وہ اس کی ذومعنی انداز میں کہی گئی
بات کا مطلب اچھے سے جان چکی تھیں۔
"اچھا۔۔۔۔۔ چھوڑو یہ سب باتیں۔۔۔۔۔ تم تو
سوئٹزرلینڈ لینڈ کے اس ہوٹل میں پہلی
دفعہ آئی ہونا؟؟؟"

"تم نے ٹیرس سے باہر کا منظر
دیکھا۔۔؟؟ عظمت بیگم کو اور کچھ نہ

سوجھا تو بات کا رخ ہی موڑ دیا تھا۔

"یہ سوئٹزرلینڈ کے حسین ترین مناظر میں
سے ایک ہے۔" عظمت بیگم کی بات پر
زینی نے بھی ایک نظر اٹھا کر سامنے کا
منظر دیکھا تھا۔

The dolder Grand hotel

کی وسیع ترین پارکنگ کے اطراف میں
مختلف اقسام کے پودے بہت ہی
خوبصورت انداز میں لگائے گئے تھے۔ صاف
ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی دیکھ بھال میں
کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے۔ کچھ
درخت بڑے بھی تھے جن کو کانٹ

چھانٹ کرتے ہوئے خوبصورت ڈیزائن میں
تبدیل کر دیا گیا۔ یہ خوشنا منظر سب کو
فرحت اور تازگی کے اک نئے احساس سے
دوچار کر رہا تھا۔ ہوٹل کے سامنے گولف
کورس کے وسیع احاطے میں لگی سر سبز
گھاس ہر دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر
رہی تھی۔

ہوٹل کی پارکنگ سے شروع ہوتی خوبصورت
ٹائل سے بنی راہداری داخلی دروازے تک آ
کر رک گئی تھی۔ اس راہداری کے دونوں
اطراف میں اگتے گلابی رنگ کے پھول اس
منظر کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہے
تھے۔ سردی کے باعث ان پھولوں پر جمی
برف انہیں مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔

"زینی بیٹے چلیں۔۔۔۔۔ یہاں بہت سردی
ہو رہی ہے۔" سرد ہوا کے باعث عظمت
پھوپھو کو اچانک خنکی کا احساس ہوا تو وہ
زینب کا ہاتھ تھامے نرم لہجے میں گویا
ہوئیں۔

"اگر تمہاری گھبراہٹ ختم ہو گئی ہو تو اندر
چلتے ہیں۔۔۔۔۔ اس طرح تو تمہاری طبیعت

خراب ہو جائے گی۔۔۔ اوپر سے تم نے

کوئی شال وغیرہ بھی نہیں اوڑھ

رکھی۔۔۔۔ عظمت بیگم فکر مند تاثرات

سمیت گویا ہوتی اسے ٹیرس سے ملحقہ

کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں آتے

ہی انہوں نے اسے بیڈ پر بٹھاتے ہیٹر آن

کر دیا کیونکہ وہ اس کا لرزنا وجود اور گلابی

مائل ہونٹوں کو نیلا پڑتے اپنی آنکھوں سے
دیکھ چکی تھی۔

عظمت بیگم سوئٹزرلینڈ کی خوبصورتی کا منظر
بھی زینی کے سامنے اسی لیے بیان کر رہی
تھی تاکہ وہ اس کی توجہ اس پریشانی سے
تھوڑی دیر کے لئے بٹا سکے کیونکہ وہ اسے

اچھے سے جانتی تھی زینی کو ایسی باتوں سے
ہمیشہ چڑھو جاتی تھی۔ اس کا کہنا تھا
"میرے ملک پاکستان سے بڑھ کر بہتر
کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہاں کے
قدرتی مناظر کی الگ ہی بات ہے۔" اس
بات پر اس کی اور ولید کی کافی لمبی چوڑی
بحث چھڑ جاتی تھی۔ زینب کا اپنے ملک

کو لے کر سوچنے کا ایک الگ ہی انداز
تھا۔ وہ اس کے حق میں اتنے قوی دلائل
دیا کرتی تھی کہ سب اس کی بات ماننے پر
مجبور ہو جایا کرتے تھے۔

انہیں زین کی کہی ایک ایک بات اپنی
سماعتوں میں گردش کرتی محسوس ہو رہی
تھی۔

"پاکستان میں ہر قسم کا موسم پایا جاتا ہے چاہے وہ گرمی ہو یا پھر سردی بہار ہو یا پھر خزاں باقی کے دیگر ممالک میں کسی میں ٹھنڈ بہت زیادہ ہوتی ہے یا پھر گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن پاکستان میں موسم جیسا بھی ہو ہر موسم انسان کی قوت برداشت کے مطابق ہوتا ہے۔"

"یہاں کے خوبصورت نظارے مثلاً مالم جبہ
، مری ، ناران کاغان ، سوات اور بلوچستان
کے شمالی علاقے ، آزاد کشمیر ، گلگت
بلتستان یہاں تک کے ہر ایک نظارہ قدرت
کے حسین شاہکاروں میں سے ایک
ہے۔"۔ زینی کو اس قدر خاموش دیکھتے
ہوئے عظمت پھوپھو کے ذہن میں زینب

کی کہی ایک اور بات گونج اُٹھی جو وہ روانی
میں ولید سے کہہ رہی تھی۔

"ولی! اگر پاکستان کی خوبصورتی کے مناظر
گننے شروع کریں نا تو نام کم پڑ جاتے ہیں
کیونکہ یہاں کا ہر نظارہ ہی دلفریب اور
دلکشی سے بھرپور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
ہمیں پاکستان کی صورت میں بہترین ملک

عطاء کیا ہے اس کے لیے اس کا جتنا

بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ "ولید کے

بارے میں سوچتے ہی ان کے دل میں فوراً

ایک ننھی خواہش ابھری۔

"ولی بیٹے! کاش تم اسوقت یہاں ہوتے۔"



"اذلان!!! تم ریڈی ہونا۔۔۔۔ بابا جان بھی

ریڈی ہو کر ادھر ہی آرہے ہیں۔" عفاں

نے بند دروازے کو انگلی کی نوک سے ہلکا

سا بنجایا اور پھر کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی
اذلان کو دیکھتے استفساریہ لہجہ اپنایا تھا۔

اذلان شاہ اس وقت اپنے بالوں کو ہیئر
برش سے سیٹ کر رہا تھا۔ اس کے ہر
ایک انداز سے صاف بیزاری جھلک رہی
تھی۔ جیسے وہ یہ کام اپنے دل سے نہیں
محض مجبوری میں کر رہا ہو۔

"انہوں نے کیوں نہیں ریڈی ہونا ان کے
تو دل کی مراد جو بر آئی ہے۔" اذلان حد
درجہ اذیت میں مبتلا دل ہی دل میں کرب
سے سوچ رہا تھا۔

عفان نے اپنے اس خوبرو، جوان بھائی کو
ایک نظر سرتاپا دیکھا تھا جو اس وقت وائٹ
شرٹ کے اوپر بلیک پینٹ کوٹ زیب تن

کیے اپنی شاندار وجاہت سے بھری پرسنٹی
سمیت اس دنیا کا خوبصورت ترین مرد لگ
رہا تھا۔

"بہت اچھے لگ رہے ہو۔۔۔۔۔ ماشاء
اللہ۔۔" عفان دھیمے سے مسکراتے اپنے
مخصوص نرم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

اذلان نے سپاٹ تاثرات سمیت بنا کچھ
کے ہاتھ بڑھاتے ڈریسنگ ٹیبل سے اپنی
کی رسٹ واچ اٹھا کر F.p journe
اپنی کلائی میں پہن لی تھی۔ اب وہ اپنا
مخصوص کلون پکڑے اپنے اوپر مستعدی
سے چھڑک رہا تھا۔ کلون کی تیز مگر سحر
طاری کر دینے والی خوشبو چند ہی لمحوں میں

پورے کمرے میں پھیلتی اپنا سحر طاری کر
چکی تھی۔ بھینچے جبروں سمیت اس کے
ہاتھ بھلے مسلسل چل رہے تھے مگر اسکا ہر
ایک انداز اس کی پل پل بڑھتی الجھن
بھری کیفیت کی واضح عکاسی کرتا محسوس
ہو رہا تھی۔۔۔

"اذلان! ہر لڑکی ایک جیسی نہیں ہوتی۔۔"

عفان کی بات پر اذلان نے حیرت بھری

نگاہوں سے چونکتے اپنا جھکا سر اٹھا کر

انہیں یک ٹک نگاہوں سے دیکھا۔۔ اسے

بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی اس کا بڑا

بھائی کیسے اس کے دل کی بات اس کے

بنا کچھ کہے فوراً جان لیا کرتا ہے۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں بھائی۔۔۔۔"

مجھے ایسی لڑکیوں سے ویسے ہی چڑھوتی

ہے۔۔۔ میں کیسے اس لڑکی کو اپنا لائف

پارٹنر بنا لوں۔۔۔ جو شروع دن سے ہی

میرے لئے صرف اور صرف پرابلم کا باعث

بنی ہو۔۔۔ "تیزی سے سرخ پتی رنگت

سمیت اتنے عرصے میں پہلی بار اذلان نے
اپنے لبوں کا قفل بالآخر توڑ ہی دیا۔

عفان اذلان کی پوری بات سنتے صرف گہرا
سانس بھرنے پر اکتفا کر سکا تھا۔ اذلان
اس وقت حد سے زیادہ پریشان دکھائی دے
رہا تھا۔۔

"یار۔۔! تم پریشان کیوں ہو رہے ہو۔۔؟؟؟

اللہ تعالیٰ بہت جلد سب بہتر کر دیں

گے۔۔۔ ان شاء اللہ "عفان اذلان کے

شانے پر ہاتھ رکھتے تسلی آمیز لہجے میں گویا

ہوا تھا۔ اذلان ان کی اس بات پر آہستگی

سے نفی میں سر جھٹکنے کے علاوہ کوئی

خاص رد عمل نہ دے سکا تھا۔

وہ اپنی دورانہیشی کی بدولت بخوبی جانتا تھا
اس سب کے بعد اس کی زندگی اسے کس
ڈگر پر لے جائے گی۔ اسے ابھی سے اپنا
تاریک مستقبل کسی شفاف آئینے میں نظر
آتے عکس کی طرح صاف دکھائی دے رہا
تھا۔

"چلو بابا جان اور ماما آتے ہوں گے۔۔۔ تم
جلدی سے اپنا موڈ ٹھیک کرو۔۔۔ اگر انہوں
نے تمہارا ایسا موڈ دیکھ لیا تو اندر ہی اندر
پریشان ہو کر رہ جائیں گے۔" عفان بھائی
نے آہستگی سے مسکراتے اس کا کندھا
تپتپھایا اور پھر اپنے قدم کمرے میں موجود
کاوچ کی طرف بڑھا دیئے۔

"بس۔۔۔ اسی لئے تو کر رہا ہوں یہ
شادی۔۔۔ ورنہ جتنی تکلیف اس فیصلے
سے مجھے ہو رہی ہے نا۔۔۔ کوئی سوچ بھی
نہیں سکتا۔" اذیت بھرے لہجے میں سوچتے
اذلان کو اس لڑکی سے شدید نفرت محسوس
ہو رہی تھی۔



□ "زینی۔!۔ بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاء
اللہ۔۔" عظمت پھوپھو نے شائستگی سے
مسکراتے زینب کی پیشانی پر اپنا محبت بھرا
بوسہ دیا تھا۔

عظمت بیگم اب اپنا ہاتھ بڑھاتے ایک ایک کرتے ساری جیولری پہنا رہی تھی۔ عظمت بیگم نے اس کے مسلسل انکار کے باوجود اس کو ہلکا سا میک اپ بھی کر دیا تھا۔
- زینب اس خوبصورت سرخ جوڑے میں دلہن بنی کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔

"پرفیکٹ۔ٹ۔"۔۔ عظمت بیگم تیار کرنے
کے بعد آئیے میں نظر آتے زینی کے عکس
کو سراہتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ انہیں
زینی پر ٹوٹ کر پیار آ رہا تھا۔

"پ۔۔ پھوپھو۔۔ ماما اور بابا۔۔۔۔۔" زینی
کب سے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام
کوشش کرتی بالآخر پھوٹ پھوٹ کر رودی

-اپنے والدین کی ناراضگی اس سے کسی

صورت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ

ہکلا نے کے انداز سے بولتے وہ اپنی بات

تک پوری نہیں کر پا رہی تھی۔

"بیٹے! ابھی وہ تھوڑا ڈسٹرب ہے نا۔۔۔"

آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک

ہو جائیں گے۔۔۔ عظمت پھوپھو تسلی آمیز

لہجے میں گویا ہوتی اسے اپنے ساتھ لگا چکی
تھی۔

"پھوپھو!!! کیا آپ کو بھی لگتا ہے یہ
سب میں نے کیا ہے؟؟ زینی نے انگشت
شہادت اٹھائے اپنی طرف اشارہ کیا
تھا۔ اس کے آنسو بھل بھل کرتے اس
کے رخساروں پر موتیوں کی مانند گر رہے

تھے جسے وہ اپنی ہتھیلی سے صاف کرنے
کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اس چکر
میں اس کی آنکھوں کے پپوٹے سرخ
ہونے کے ساتھ ساتھ سوجن کا بھی شکار
ہو چکے تھے۔

عظمت پھوپھو کا دل زینی کی اس بات پر
کٹ کر رہ گیا تھا ان کی آنکھوں میں بھی
ہلکی نمی در آئی تھی۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں بیٹے۔۔ میری
زینی کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتی۔۔"

پھوپھو نے اس کے بہتے آنسو اپنے ہاتھ
کے پوروں سے صاف کیے۔

"پھر ماما اور بابا مجھ سے پہلے کی طرح بات
کیوں نہیں کر رہے۔۔۔؟؟" پھوپھو۔۔۔ مجھ
سے یہ سب برداشت نہیں ہو پا رہا۔۔۔ میں
کیا کروں۔۔۔" زینی کہتے ہوئے پھر شدت
سے رو دی تھی۔ یہ سب حالات اس نازک
جان کو اپنی سمجھ سے بالاتر لگ رہے
تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ۔۔"

تم زیادہ پریشان نہیں ہو۔۔

اوکے۔۔؟؟ عظمت بیگم اس کے آنسو

صاف کرتی کسی ضروری کام کا کہہ کر

کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔



"عظمت! زینی تیار ہو گئی۔۔؟ ابراہیم بھائی

صاحب اور بھابھی کہاں ہیں۔۔؟" احد

صاحب ریڈی ہو کر کمرے سے باہر آئے تو

سامنے دروازے سے گزرتے ہوئے ان کا
سامنا عظمت بیگم سے ہو گیا تھا۔

"زینی تو ریڈی ہے۔۔ بس بھائی بھابھی کو
دیکھنے جا رہی ہوں۔" عظمت بیگم کی آواز
میں نمی واضح گھلی ہوئی تھی۔ آنسوؤں کی
آمیزش سے حلق تک خشک پڑ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ ویسے سکندر صاحب کا فون
آیا ہے۔۔۔ وہ لوگ نکل رہے ہیں۔۔" احد
صاحب نے اپنی بیوی کو سکندر صاحب
کے حالیہ فون کے بارے میں اطلاع دے
دی۔

"جی میں بھائی اور بھابھی کو بھی بتا دیتی
ہوں۔۔" عظمت بیگم اپنی پرخم آنکھوں

سمیت اثبات میں سر ہلاتی اپنے بوجھل
قدم لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی
تھی۔

آحد صاحب کی نگاہوں نے کافی دور تک ان
کا پیچھا کیا تھا۔ وہ اچھے سے جانتے تھے کہ
عظمت بیگم اس وقت اچھا خاصا پریشان
ہونے کے باوجود کیسے اپنے غم کو بھلا کر

دوسروں کو سنبھالنے میں مصروف ہیں اپنی
بیوی کی نیک نیتی پر انہوں نے ہلکا سا
مسکراتے کلمہ تشکر پڑھا تھا۔ وہ عظمت بیگم
جیسی نیک سیرت بیوی کو اپنا ہمسفر پا کر
خود کو اس دنیا کا خوش قسمت ترین شوہر
تصور کرتے تھے۔

سک تیار دیکھا تو خوشدلی سے مسکراتے
ہوئے برملا اس کی خوبصورتی کے قصیدے
پرہنے لگیں۔

"اب تو میرے بھائی سپر ہیرو لگ رہے
ہیں --- سپر ہیرو۔۔۔" عالیان نے مسکراتے
ہوئے عائشہ کی بات درمیان سے ہی اچک

لی تھی جس پر اذلان نے اسے کچھ کہنے
کی بجائے فقط گھوری سے نوازا تھا۔

اذلان شاہ شوہز اندسٹری کا نامور اداکار
ہونے کی وجہ سے اپنے کروڑوں مداحوں
میں ایک مقبول ترین شخصیت تصور کیا جاتا
تھا۔۔ جس جگہ اس کی موجودگی کی خبر ملتی

لاکھوں کا مجمع اس کی ایک جھلک دیکھنے

کی خاطر وہاں جمع ہو جایا کرتا تھا۔

"ماشاء اللہ کہو۔۔ نظر نہ لگ جائے۔۔"

عاصمہ بیگم نے معوذتین اور آیت الکرسی

پڑھ کر پھونکتے ہوئے عالیان کو ڈپٹ کر

رکھ دیا تھا۔

"اذی انکل۔۔ اذی انکل۔۔" آحل عالیان
کا بیٹا تھا جو اپنے انکل کو مخصوص انداز میں
پکارتے بھاگ کر اس کے گلے لگ گیا
تھا۔ اذلان سمیت سبھی اس کے اس انداز
پر آہستگی سے مسکرا دیے تھے۔

"ارے میرا ہیرو ریڈی ہو گیا۔۔؟؟" اذلان
نے آحل کو فل سوٹڈ بوٹڈ دیکھا تو اس کی
گال پر بوسہ لیتے محبت بھرا لہجہ اپنایا تھا۔
"مجھے تو ماما نے ریڈی کیا تھا۔۔ میں اور
دادو تو باہر کا چکر بھی لگا آئے ہیں۔۔
بہت مزہ کیا ہم نے۔۔" اذلان اس کی حد

درجہ گرمجوشی پر دھیمے سے مسکرائے بنا نہ
رہ سکا تھا۔

آہل اس وقت اذلان کی طرح بلیک پینٹ
کوٹ میں ملبوس تھا۔ وہ خوبصورتی میں ہو
بہو اپنے انکل کی ہی کاپی تھا۔ اس کی
زیادہ تر عادتیں بھی اذلان سے ہی مشابہت
رکھتی تھیں۔۔

سکندر شاہ کا ذکر سنتے ہی اذلان کے
چہرے کا رنگ ایک پل کے لئے متغیر سا
ہو گیا تھا۔ جسے باقی سب نے تو نہیں
لیکن عاصمہ بیگم نے ضرور نوٹس کیا تھا۔
عالیان اور عائشہ آحل کو لے کر پارکنگ
لاٹ میں چلے گئے تھے۔

"اذلان۔۔! تم اپنے بابا کا وعدہ پورا کر کے
ان کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ اتار
رہے ہو بیٹے۔۔" سب کو وہاں سے جاتا
دیکھ عاصمہ بیگم نے اپنے بیٹے سے بات
کر کے اس کی پریشانی کم کرنا چاہی تھی تاکہ
وہ تھوڑا ریلیکس ہو سکے۔

"جی ماما۔۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔۔ آپ

پریشان نہ ہوں۔۔" اذلان نے بمشکل

چہرے پر ایک مصنوعی مسکراہٹ

سجائی۔۔۔

"کاش بابا! آپ یہ وعدہ کرتے ہی نا۔۔"

اذلان عاصمہ بیگم سے گلے ملتے ہوئے دل

ہی دل میں سکندر شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔

اور پھر پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ عاصمہ
بیگم کو اپنے ساتھ لیے پارکنگ لاٹ میں چلا
گیا تھا جہاں باقی سب فیملی ممبر ان دونوں
کے ہی آنے کا ویٹ کر رہے تھے۔



□ "بھائی !!! آپ ایک بار زینی سے مل تو
لیتے"۔ عظمت بیگم نے تھوڑی دیر بیٹھنے
کے بعد اپنی ہمت مجتمع کرتے بالآخر اپنے
دل کی بات کو زبان کا سہارا دیا تھا۔

ابراہیم صاحب اس وقت گہری سوچوں میں
گم چپ سادھے بیڈ پر پاؤں نیچے لٹکائے
پریشان حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"زینی بہت حساس ہے بھائی۔۔۔ مجھ سے
اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی۔۔۔"
سارہ بیگم کا دل کٹ کر ٹکڑوں میں تبدیل
ہو گیا پر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ پچھلے

تین دنوں سے وہ لوگ جس قدر اذیت کا
شکار رہے ہیں ان کی خود ہمت نہیں بندھ
رہی تھی مگر زینی کی حالت کا سوچتے ہوئے
ان کی آنکھوں میں بے اختیار ڈھیروں آنسو
در آئے تھے۔

"میں یہاں آگیا ہوں نا۔۔ یہی بہت ہے
اس کے لیے"۔ ابراہیم صاحب نے یہ

بات کس قدر مشکل اور اذیت بھرے لہجے
میں کہی تھی۔ یہ صرف وہی جانتے تھے
ان کی جان سے پیاری بیٹی جو ان کی
شادی کے تقریباً دس سال بعد پیدا ہوئی
تھی۔ ان کی اس بیٹی کی ایک حرکت نے
ان کی زندگی یکسر بدل کر رکھ دی تھی
۔ جس بیٹی کو وہ اپنی آنکھوں سے ایک پل

کے لئے بھی اوجھل نہیں ہونے دیتے
تھے آج اسی بیٹی کو وہ ایک نظر تک دیکھنے
کے رواداد نہیں تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے
اگر وہ اسے دیکھیں گے تو کمزور پڑ جائیں
گے اس لیے انہوں نے ابھی تک اسے
صحیح سے بات تک نہ کی۔ آج وہ اپنے دل

کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہرگز کمزور نہیں پڑنا
چاہتے تھے۔

"احد بھائی صاحب کا میسج آیا ہے۔۔۔
لڑکے والے آگئے ہیں۔۔ میں نیچے جا رہا
ہوں۔۔ آپ لوگ زینب کو لے آؤ۔" احد
صاحب کا میسج دیکھتے ہی ابراہیم صاحب

اپنی جگہ سے اٹھ کر دو ٹوک لہجے میں کہتے

وہاں سے چلے گئے تھے ۔

بادل ناخواستہ عظمت بیگم سارہ بیگم کو لیے

زینی کے کمرے کی طرف چل دی تھی ۔



بارات کے یہاں ہوٹل میں پہنچنے پر ابراہیم
صاحب اور احد صاحب نے مل کر سب کو
ویلکم کیا تھا۔ اور پھر احد صاحب ان سب
کو اپنے ساتھ لیے شاندار اسٹیج کی طرف چلے
گئے جو بالخصوص اذلان اور اسکی فیملی کے
لیے مختص کیا گیا تھا۔

جب ابراہیم صاحب اذلان سے ملے تو
شرمنگی کے مارے ان کی آنکھیں تھوڑی
نیچے جھکی ہوئی تھیں۔

اور دوسری طرف اذلان بھی ان کی آنکھوں
میں صحیح سے دیکھ نہیں پایا تھا۔ کیونکہ وہ
نہیں چاہتا تھا کہ ابراہیم صاحب اذلان کی
آنکھوں میں جھانک کر ان میں چھپی سچائی

فوراً جان لیں۔ وہ انہیں مزید پریشان نہیں
کر سکتا تھا۔ بات اور حالات چاہے جو بھی
ہوں وہ بڑوں کی عزت کرنا کبھی نہیں
بھولتا تھا۔ یہ خصوصیت شروع سے ہی
اس کی شخصیت کا ایک اہم خاصہ رہی
تھی۔

"بابا جانی! اسٹیج کتنا پیارا لگ رہا ہے نا؟؟"

آحل نے عالیان کی توجہ بھی اسٹیج کی طرف مبذول کروائی تھی۔ پورا اسٹیج گلابی رنگ کے پھولوں سے بھرا پڑا تھا۔ عالیان نے ہال کے اطراف میں سرسری نگاہیں گھما کر دیکھیں تو اسے بھی حقیقتاً سب کچھ قابل دید ہی لگا تھا۔

The Dolder Grand Hotel

واقعی اپنے ہی نام کا ایک ہوٹل تھا۔ ہال
کے وسط میں ایک خوبصورت راہداری تھی
جس کے دونوں سائیڈز پر شیشے کے بڑے
بڑے ڈیکوریشن پیسز پوری آب و تاب سے
چمک رہے تھے۔ ان میں کچھ تو مصنوعی
پھولوں پر مشتمل تھے جن سے نکلتی

مختلف رنگوں کی امتزاج روشنیاں دلکشی کی
ایک خوبصورت تصویر پیش کر رہیں تھی۔
چھت کی سیلنگ خاص گولڈن کلر اور
وائٹ کلر کی لائٹس کا امتزاج تھی جن
سے ہال مزید کشادہ اور پر نور لگ رہا تھا۔
سینکڑوں لائٹس رات کو دن کا منظر بنا کر
پیش کر رہی تھیں۔ اور ہال کے بالکل وسط

میں جرّا بڑا اور قیمتی فانوس بھی خالصتاً شیشے

کا بنا ہوا تھا۔۔ ہال میں آرکسٹرا پر بجتی

میوزک کی دھنیں ماحول کو الگ ہی سرور

بخش رہی تھیں۔ کچھ منچلے تو لطف اندوز

ہونے کیلئے آنکھیں موندے دھیرے

دھیرے جھوم بھی رہے تھے۔

اسٹیج کے بالکل سامنے اوپر کو جاتی
سیڑھیاں بھی ریڈ کارپٹڈ تھیں۔ ان
سیڑھیوں کے آگے دو اور مزید سیڑھیاں
تھیں جن کا اختتام مختلف فلورز پر جا کر
ہو رہا تھا۔

ہال میں موجود کئی فوٹوگرافرز سب کی پکچرز
لینے میں مصروف تھے۔ اور باقی کے

سارے مہمان ہلکی پھلکی گپ شپ کے
ساتھ مختلف انواع و اقسام کے کھانوں سے
لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کھانوں کی اشتہا
انگیز خوشبو پورے ہال میں پھیلتی کھانے
کے شوقین افراد کو اپنی طرف متوجہ کرنے
کا باعث بنی ہوئی تھی۔



"کیسے ہو آحل بیٹا؟؟ آپ تو بہت ہینڈسم
لگ رہے ہو۔۔ ماشاء اللہ۔۔" احد صاحب
نے عالیان کے پاس بیٹھے آحل سے اس
کا نام پوچھنے کے بعد اس کی تعریف کرنا
ضروری سمجھا تھا۔

وہ چھوٹا سا بچہ اپنی معصوم عادتوں اور باتوں
کی وجہ سے دوسری کی توجہ باقاعدہ اپنی
جانب مرکوز کروا لینے کی صلاحیت اپنے اندر
محفوظ رکھتا تھا۔۔۔

”آہل اپنے اذی انکل کی طرح ہے
۔۔ انکل بھی ہینڈسم۔۔ آہل بھی ہینڈسم
۔ آہل معصومیت سے مسکرا کر کہتے

ہوئے عالیان کی گود سے اٹھ کر اذلان
کے پاس چلا گیا تھا جو اس وقت اپنے آپ
کو موبائل میں مصروف ظاہر کرنے کی
ناکام کوشش کر رہا تھا۔ مگر آہل کے آنے
کے بعد وہ مسکرا کر اس سے سرگوشی نما
انداز میں چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگ گیا
تھا۔

احد صاحب آحل کی بات پر بے ساختہ
دھیمے سے مسکرا اٹھے تھے۔ وہ اس چار
سالہ بچے کو دیکھنے لگ گئے تھے جو اپنے
بابا سے کم اذلان سے زیادہ ایچ لگ
رہا تھا۔

"شکر ہے زینی اور اذلان کی ایک عادت تو
ملتی ہے ایک دوسرے سے۔۔" احد

صاحب دل ہی دل میں سوچنے لگے تھے اور
پھر وہ تھوڑی دیر بعد ان کو انجوائے
کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔



"زینی! چلیں بیٹے۔۔ نکاح کی رسم کے
لیے آپ کو نیچے بلا رہے ہیں۔۔" عظمت
بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہی زینی
کو شانے سے تھامے اس کا رخ باقاعدہ
اپنی طرف موڑ دیا وہ اس وقت ڈریسنگ مرر
کے سامنے بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو

گھورتی سوچوں کے بھنور میں پھنسی ہوئی
تھی۔

زینب اپنے کمرے میں سارہ بیگم کو موجود
پاکر چیئر سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی ان سے آ
کر گلے ملتی اپنے اندر کی تشنگی کم کرنے
لگی تھی۔ زینب اپنی حالت کی پرواہ کیے بنا

سارہ بیگم کا نرم وجود پاتے ہی بلک بلک کر
رونے لگی تھی۔

"بس۔۔۔ بس زینی۔۔۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔
اب جلدی چلو"۔ سارہ بیگم نے اس کے
گرد مضبوط حصار قائم کیے اسے بمشکل
سہارا دیا تھا۔

عظمت پھوپھو بھی اسے چپ کرانے کی
ناکام کوشش کرنے میں مصروف عمل
تھیں۔۔ لیکن وہ کسی طور ان کے ہاتھ
نہیں آ رہی تھی۔

"پلیز ماما۔۔ ٹرسٹ می۔۔ میں نے وہ
ویڈیو۔۔۔" زینی ہکلاتے ہوئے بول ہی رہی

تھی کہ سارہ بیگم نے اس کی بات کو بیچ
میں ہی سختی سے کاٹ دیا تھا۔

"بس۔۔۔ زینی میں اس بارے میں مزید
کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"۔ سارہ بیگم
چاہنے کے باوجود بھی اپنے لہجے کی تلخی کو
روک نہ سکی تھیں۔

"لیکن ماما۔۔" زینی نے اپنی بات کی
وضاحت دینا چاہی جس کو سارہ بیگم نے
اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر فوراً روک دیا۔
۔"تقدیر نے تمہارے بابا اور میرا مذاق بنانا
تھا سو بن گیا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔"
یہ کہتے ہوئے سارہ بیگم کے آنسو ان کی

آنکھوں سے بہہ نکلے تھے جسے دیکھتے ہی
زینب کا دل خون کے آنسو رو دیا تھا۔۔
زینی کے ذہن پر کئی سوال ایک ساتھ
ابھرے تھے۔

کیا میں وہی بیٹی ہوں جس کو دیکھے بنا بابا
کا دن ہی شروع نہیں ہوتا تھا؟

کیا میں وہی بیٹی ہوں جس کی ہر چیز ماما
اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی تھیں؟

کیا ایسی ہی شادی کا خواب دیکھا تھا میں
نے؟

کیا اس سب میں میری کوئی غلطی ہے یا
پھر یہ سب میری تقدیر کے ساتھ کھیلا گیا
ایک کھیل؟

اسی طرح کے کئی سوال اس کے ذہن پر
ہتھوڑے کی مانند کاری ضربیں لگا رہے
تھے۔

"بھابھی!! آپ کو اس وقت زینی کو
سنجھالنا ہے۔۔ مگر یہاں تو آپ خود ہی اتنا
بکھر رہی ہیں۔۔ کیسے چلے گا یہ سب؟"

عظمت پھوپھو سارہ بیگم کو روتے ہوئے
دیکھ کر رسان سے سمجھانے لگی۔

عظمت بیگم کی بات پر سارہ بیگم نے اپنے
رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا اور
پھر زینی کو چلنے کا کہہ کر خود عظمت بیگم
کے ساتھ زینی کا بازو تھامے اسے اپنے
ساتھ لئے کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔

زینب ایک بے جان بت کی مانند کینچھی
چلی آئی اس کو یہی سوچ ہی اندر سے مار
دینے کے لیے کافی تھی کہ اس کی وجہ
سے اس کی ماما اور بابا کی آنکھوں میں آنسو
آگئے تھے۔ اس سے آگے کا تو وہ کچھ سوچ
ہی نہیں پا رہی تھی۔



فرسٹ فلور کے دونوں اطراف گہری جاد
خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہ فضاؤں کا
سکوت اس کے اندر کا تھا یا پھر باہر کا
شوہر اسے سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ اس
کے ذہن میں بار بار سارہ بیگم کا رندھا ہوا
لہجہ گونج رہا تھا۔ ازحد پریشان ہونے کی وجہ

سے اس کی دماغ کی نسیں پھٹنے کے
قرب پہنچ چکی تھیں۔

زینب کو ریڈور میں دھیمی چال چلتے خالی
خالی نظروں سے آگے بڑھ رہی تھی کہ
اچانک اسے اپنے قدم رکتے محسوس ہوئے
تھے۔ اس نے بے اختیار اپنی آنکھیں اوپر
کو اٹھائیں۔ اس خوب صورت ایریے کہ

سامنے سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ
بے ساختہ سامنے ایک بڑے سے پلر پر
نصب ایک سیاہ رنگ کے دراز قد مجسمے کی
طرف اٹھ گئی۔ اس کے نیچے ایک اور پلر پر
ایک بڑی خوبصورت گھڑی جرّی ہوئی
تھی۔ مجسمے کے عین اوپر چھت کے ساتھ
گولڈن اور وائٹ کلر کی روشنیوں سے بھرا

ایک فانوس لٹکا ہوا تھا۔۔ یہ دلفریب

روشنیاں سیاہ رنگ مجسمے کو مزید روشن و

منور بنا کر پیش کر رہی تھیں۔

اسے لگا وہ مجسمہ اس کی بے بسی پر ہنس

رہا ہے جبکہ اس کے نیچے نظر آتی گھڑی

اس پر گزرتے برے وقت کی واضح نشاندہی

کر رہی تھی۔

اس کی بچپن سے عادت تھی جب بھی
کسی اچھے آرٹسٹ کے اچھے کام کو دیکھتی
اس کی تعریف ضرور کیا کرتی تھی۔ لیکن
آج اسے یہ مجسمہ صرف اس کی بے بسی
کا مذاق اڑاتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے خود سے
مزید نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ اس
ایریے کے وسط میں پہنچنے پر دونوں اطراف

ریڈ کارپٹڈ سیرٹھیاں تھیں ان میں سے ایک
پر چلتے ہوئے بمشکل وہ نیچے اتر رہی تھی۔
اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے قدم
من من بھر کے ہو رہے ہیں جن کا وزن
اٹھانا محال ثابت ہو رہا تھا۔
اور پھر بالآخر وہ ایریا آ ہی گیا تھا جہاں جانا
اسے زندگی کا دشوار ترین امر لگ رہا

تھا۔ سیرٹھیوں کے بالکل سامنے موجود اسٹیج
کو دور سے دیکھتے ہی اس کے قدم پل بھر
کیلئے لڑکھڑا سے گئے تھے۔

"زینی۔۔ سنبھل کر بیٹے۔۔" عظمت

پھوپھو نے اسے بازو سے تھامے جلدی
سے سہارا دیا تھا۔ اس کے قدم اس کا
ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ آنکھوں میں

تیرتی نمی کی وجہ سے سامنے کا منظر اسے
دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ منتشر دھڑکنوں
سمیت چہرہ شرمندگی کے مارے مزید نیچے
جھک گیا۔

سب سے پہلے اسٹیج پر موجود صوفے پر
براجمان آہل کی نگاہ سیرٹھیوں سے نیچے آتی
دلہن کی طرف اٹھی تھی۔

"انکل۔۔۔ انکل۔۔۔! دلہن آگئی۔۔۔ وہ
دیکھیں دلہن آگئی۔۔۔" آحل نے ہاتھ کے
اشارے سے باقی سب کو بھی ادھر متوجہ
کیا تھا۔ آحل کی آواز پر سب کی نظریں اس
طرف اٹھ گئی ماسوائے اذلان کے جس کی
وہ دلہن تھی۔

زینی کو نیچے آتے دیکھ ہر ایک کی آنکھ میں

فوراً کوئی نہ کوئی جذبہ ابھرا تھا چاہے وہ

حیرت کا ہو یا پھر پیار کا دعا کا یا پھر

بے بسی کا، دلی اطمینان کا ہو یا پھر

مضطرب پن۔ اب دیکھنا یہ تھا کونسا جذبہ

کس کے حصے میں آیا اور یہ سب قائم

رہے گا بھی یا نہیں۔۔۔ یہ در تو آنے والا

وقت ہی کھولنے والا تھا۔

فوٹوگرافرز اور مووی میکرز ادھر سے ادھر

گھومتے مختلف پوزز سے زینب کی تصویریں

کھینچ رہے تھے۔ چمکتی سپاٹ لائٹ کے

باعث اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک اٹھا

تھا۔ زینب اس وقت ریڈ کلر کی ایک میکسی

زیب تن کیے ہوئے تھی جس پر گولڈن
کالر کی ایمبرائیڈری حد سے زیادہ بچ رہی
تھی۔ اب وہ سیرٹھیوں سے اترتی نیچے سفید
رنگ کے ماربل سے بنے فرش پر دھیمی
چال چلتی ہوئی اسٹیج کی جانب بڑھ رہی
تھی۔ اس وقت وہ ایک ایسے ڈرپوک بچے
کی مانند لگ رہی تھی جس نے ڈر کے

مارے عظمت بیگم اور سارہ بیگم کا ہاتھ
سختی سے تھاما ہوا تھا۔ سارہ بیگم کو زینی
کے ہاتھ برف کی سل کی مانند ٹھنڈے
پڑتے محسوس ہوئے تو ان کی آنکھیں بے
اختیار نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں۔
انہوں نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے فوراً

صاف کرتے اپنی اس کیفیت پر بمشکل

قابو پایا تھا۔



"زل۔۔!! اب تو مان جاؤ۔۔ دیکھو زینب

بیٹی بھی آگئی ہے۔" دو سالہ عینی زل کی

گود میں بیٹھی سراو پر اٹھا کر کبھی اپنی ماں
کو دیکھتی کبھی اپنی نانو کو جو بدستور اسے
منانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"ماما!! آپ جانتی ہیں۔۔ میں نے اپنے
بھائی کی شادی کے لیے کیا کچھ نہیں
سوچ رکھا تھا۔۔ اور آپ نے مجھے ہی سب

سے آخر میں بتایا۔۔ "زل کا چہرہ اب غصے
کے مارے باقاعدہ پھول گیا تھا۔۔

"میں تو پچھلے ہفتے تھی بھی یہاں سوئٹزرلینڈ
میں۔۔ آپ مجھے پہلے بتا دیتی تو میں یہیں
رک جاتی۔۔" زل اب عاصمہ بیگم کی توجہ
دلانے پر سامنے نظر آتی زینی کو دیکھنے لگی

تھی۔۔ اس کی نگاہوں میں زینی کو دیکھتے
ہی واضح ستائش ابھری تھی۔

"اور عائشہ بھابھی !!۔۔ آپ نے بھی مجھے
نہیں بتایا"۔۔؟ زمل عائشہ بھابی کو دیکھتے
گہرے دکھ سے بول رہی تھی۔ اپنے لاڈلے
بھائی کی شادی میں سب سے لیٹ پہنچنے

کا دکھ اسے بار بار ستا رہا تھا اسی لئے تو اس کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"میری جان۔۔۔ اتنی جلدی جلدی میں یہ سب ہوا کہ کچھ پتہ ہی نہیں چلا"۔ عائشہ بھابھی نے اسے نرم لہجے میں وضاحت دی تھی۔

"اب اتنی پیاری اور معصوم سی من موہنی
صورت والی بھابھی دیکھ کر مجھے کچھ اچھا
لگ رہا ہے۔۔ ابھی تک تو میرا ان سے
تعارف بھی نہیں ہوا۔۔۔" زبل کو ایک اور
بات سوچھ گئی تھی۔

"ہم سب بھی فرسٹ ٹائم دیکھ رہے ہیں
زبل۔۔ نکاح کے بعد اکٹھے جا کر ان سے

ملیں گے۔۔۔ عائشہ بھابی نے دھیمہ لہجہ

اپناتے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا۔

"ماشاء اللہ۔۔۔ اذلان بھائی کے ساتھ بہت

سوٹ کر رہی ہیں نا؟؟" عائشہ بھابی نے

بھی زینی کی تعریف کیے بنا رہ نہ سکی جواباً

زل نے بھی خوش دلی سے مسکراتے

اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

زل کو مگن دیکھ کر عاصمہ بیگم کے چہرے
پر آسودہ سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

"ماما!! ضرار کیوں نہیں آیا؟؟۔۔" زل نے
اطراف میں نگاہ گھماتے ضرار کے پاس جانا
چاہا۔۔۔ وہ ہمیشہ سب سے الگ تھلگ ہی
رہتا تھا اس لیے اسے تلاشنے میں زل کو
تھوڑا وقت بھی لگا تھا۔

اسے آس پاس موجود نہ پا کر زل نے
عاصمہ بیگم سے اس کی بابت دریافت
کی۔۔

"اس کے فائل ایگزامز چل رہے ہیں۔۔
ورنہ ضرور آتا۔۔" عاصمہ بیگم نے اس کو
جواب دینے کے ساتھ ساتھ ضرار کا نمبر
ڈائل کر کے اس سے اس کی خیریت بھی

معلوم کر لی تھی۔ لیکن زمل اس جواب
سے کچھ مطمئن نہیں لگ رہی تھی۔



زینب کے اسٹیج پر آنے کے تھوڑی دیر
بعد ہی نکاح کی تقریب شروع ہو چکی تھی

- زینب اور اذلان ایک ساتھ بیٹھے چاند اور
سورج کی جوڑی لگ رہے تھے۔ ابھی تک
ان دونوں میں سے کسی نے بھی نظر اٹھا
کر ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔۔ اذلان
کا چہرہ اس وقت کسی بھی قسم کے احساس
سے عاری لگ رہا تھا۔ کوئی بھی اس کے

چہرے کو دیکھ کر نہیں بتا سکتا تھا کہ آیا

وہ اس وقت خوش ہے یا ادا س۔۔

وہ ہمیشہ سے ہی ایسا تھا وہ اپنے جذبات ہر

ایک پر عیاں نہیں کرتا تھا۔ وہ بنا کسی تاثر

کے سر جھکائے نکاح خواں کے کلمات

خاموشی سے سن رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف

زینی کا برا حال ہو چکا تھا۔ اکیلے میں تو وہ

رو رہی تھی یا پھر کوئی نہ کوئی بات کرتے
اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی مگر اب
اس کے لب سختی سے آپس میں پیوست
ہو کر رہ گئے تھے۔ ہوٹل میں اتنے سارے
ہمیٹر آن ہونے کے باوجود اس کے ہاتھ
پاؤں ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔

اس کی چمکدار آنکھیں لبالب پانیوں سے
بھری ہوئی تھیں۔ وہ اپنے تیزی سے
اڈتے آنسوؤں کو حلق کے اندر اندیلنے کی
کوشش کر رہی تھی۔۔ اس کی آنکھوں کے
پپوٹے مسلسل رونے کے باعث سو جن کا
شکار ہو چکے تھے۔

اذلان کو دیکھنا تو پھر بہت دور کی بات
تھی۔ وہ تو اپنے والدین کی آنکھوں میں بھی
نہیں دیکھ پا رہی تھی۔۔۔ اس وقت اسے اپنا
آپ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گہنگار لگنے
لگا تھا۔

دل کی دھڑکنیں بری طرح منتشر ہو رہی
تھی۔ اس کی سانسیں حد سے زیادہ

گھبراہٹ ہونے کے باعث بے ترتیبی کا
شکار ہو چکی تھیں۔ جس قدر تیزی سے اس
کا دل دھڑک رہا تھا اس کو ایسا محسوس ہو
رہا تھا کہ ابھی اس کا دل حلق سے اچھل
کر باہر آ جائے گا۔ تبھی اسے نکاح خواں کی
آواز سماعتوں میں سنائی دینا شروع ہوئی
تھی۔۔

"زینب ابراہیم!!۔۔۔ آپ کا نکاح اذلان

سکندر شاہ کے ساتھ باعوض حق مہر سکھ

راج الوقت طے پایا ہے۔۔۔ کیا آپ کو

قبول ہے؟؟؟"۔ نکاح خواں کے الفاظ نے

زینب کو سوچوں سے آزاد کر دیا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر ایک نظر سامنے

کھڑے ابراہیم اور سارہ بیگم پر ڈالی تھی جو

اس وقت نم آنکھوں سے اسے ہی دیکھ
رہے تھے۔۔

نکاح خواں کے دوبارہ یہی الفاظ دہرانے پر
عظمت پھوپھو نے زینب کے شانے پر
صوفے کی پشت سے ہاتھ رکھا تھا۔ جس
سے وہ ادھر متوجہ ہوئی تھی۔۔

"ق۔۔ق۔ قبول ہے۔۔" زینب کے حلق
سے گھٹی گھٹی سسکی نما آواز برآمد ہوئی
تھی۔۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی
گہری کھائی میں جا کر یہ الفاظ بولے گئے
ہوں۔۔

زینب کے بعد اذلان نے بھی یہی کلمات
دہرائے تھے۔ جس کے کچھ دیر بعد ہر

طرف مبارک سلامت کا شور گونج اٹھا تھا۔

ہر کوئی اسٹیج پر آکر مبارکباد دے رہا

تھا۔ اذلان اپنے بھینچے ہوئے لبوں کے

ساتھ مبارکباد وصول کر رہا تھا۔ یوں پل بھر

میں ہی زینب -- زینب ابراہیم سے زینب

اذلان سکندر شاہ بن چکی تھی۔ کچھ ہی لمحوں

نے اس کی پہچان بدل کر اسے نئی پہچان
دے دی تھی۔

اذلان کھڑے ہو کر سب سے مصافحہ کر رہا
تھا۔ جبکہ زینی کی نگاہ دور کھڑے صرف
اپنے بابا اور ماما پر تھی۔ جن کی آنکھوں میں
تیزی سے آتی نمی دیکھ کر اس کا دل ہزار
ٹکڑوں میں بٹ کر رہ گیا تھا۔

- اذلان اپنے ایک دوست کے ہمراہ اسٹیج
سے نیچے اترتا اپنے باقی دوستوں کے ساتھ
جا کر بات کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔
تبھی زینی کے پاس دو شوخ و چنچل سی
لڑکیاں اپنے بچوں سمیت آکر مسکراتے
ہوئے مصافحہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا
تعارف بھی کروانے لگی تھیں۔

"بھابی!! میں آپ کی اکلوتی نند زمل۔۔ اور

یہ میری بھابھی عائشہ۔۔" زمل نے عائشہ

بھابی کے ساتھ مسکراتے ہوئے اپنا تعارف

بھی کروایا تھا۔

"ایکچوٹلی!! یہ میری بھابھی ہیں۔۔ اور میں

ان کی بھابھی۔۔" عائشہ بھابھی نے بھی

مسکراتے ہوئے ساتھ بیٹھ کر اپنا تعارف
کروایا تھا۔

زینی ان دونوں کے دلچسپ انداز میں
تعارف پر دھیمے سے مسکرا دی تھی۔
"آئی!! یو لک سو پریٹ لائک باربی
ڈول۔۔" آحل نے اپنے معصوم انداز میں
کھلے دل سے زینی کی تعریف کی تھی۔۔

ایک چار سالہ بچے کے منہ سے اپنی تعریف
سن کر زینی ایک دم جھینپ اٹھی تھی۔

تبھی عینی بھی اہل کو زینی کے پاس
کھڑے دیکھ کر زینی کی طرف جکھنے لگی

تھی۔۔۔ وہ بھی آہل کی وجہ سے بار بار زینی

کی طرف لپک رہی تھی۔۔۔ زینی نے خود

آگے بڑھ کر عینی کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

ان بچوں کو دیکھ کر اتنے عرصے میں پہلی
بار اس کے چہرے پر حقیقی مسکراہٹ
ابھری تھی۔ تبھی اچانک اسے محسوس ہوا
جیسے وہ کسی کی نظروں کے حصار میں
ہے۔ اس نے فوراً ہی چونکتے ہوئے سر اوپر
اٹھا کر سامنے دیکھا تو اس کی آنکھیں اس
منظر کو دیکھتے لمحے بھر کیلئے ساکت انداز

میں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ کیونکہ
اذلان اس وقت اسے ہی نفرت اور حقارت
آمیز انداز سے گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔
اذلان کی سخت نگاہوں کی تاب نہ لاتے
ہوئے زینی اگلے ہی پل اپنی آنکھوں کو مزید
نیچے جھکا گئی تھی۔

اس کا اس قدر تحقیر آمیز انداز دیکھتے کب
وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر نیچے گرتی چلی
گئی اس بات کا اندازہ اسے خود بھی نہیں
ہوا تھا۔ جب اس کے حواس اس کا ساتھ
چھوڑ رہے تھے تب اسے ایک ساتھ بہت
سی آوازیں اور دھندلکے سائے خود پر جھلکے
محسوس ہوئے تھے۔

ناول ♦

♦ محبت سے خدا تک کا سفر

♦ تحریر

♦ مہوش صدیق

✿ قسط نمبر 2 ✿

"ماما۔۔۔ ماما۔۔۔!! اٹھیں میڈیسن لے لیں
- "فاطمہ نے آمنہ بیگم کی پیشانی سہلاتے
انہیں اٹھانے کی کوشش کی جو اسوقت
نیم بیہوشی کی حالت میں گہری نیند سو رہی
تھیں۔

آمنہ بیگم کے ہلکا سا کسمسانے پر فاطمہ
نے ان کے نقاہت زدہ وجود کو اپنے
بازوؤں کا سہارا دیتے اٹھا کر بٹھایا اور پھر
سائڈ ٹیبل پر موجود جگ میں سے پانی
گلاس میں انڈیلے انہیں میڈیسن کھلانے
کی کوشش کرنے لگی۔

"پلیز ماما۔۔! آپ ٹینشن لینا چھوڑ کیوں
نہیں دیتیں؟؟ ابھی بھی ڈاکٹر نے یہی
کہا ہے کہ آپ کی یہ کنڈیشن صرف اور
صرف سٹریس کی وجہ سے ہے۔۔" میڈیٹیشن
کھانے کے کچھ ہی دیر بعد آمنہ بیگم اب
خود کو تھوڑا بہتر محسوس کر رہی تھیں۔

"بیٹا۔۔ میرے بعد تمہارا کیا ہوگا۔۔ یہی

سوچ سوچ کر میں پریشان ہو جاتی
ہوں۔۔" آج آمنہ بیگم بالآخر اپنے دل کی

بات زبان پر لے ہی آئیں۔

کیونکہ ایک وہی تو تھی ان کے جینے کا واحد

سہارا۔۔ ان کی اکلوتی بیٹی "فاطمہ"

اب بھی فاطمہ کے بارے میں سوچتے
ہوئے ان کی طبیعت دن بدن کسی خزاں
رسیدہ پتے کی مانند ڈھلتی چلی جا رہی تھی۔
"میرے بعد اس کا کیا ہوگا۔" یہ سوچ
آمنہ بیگم کی جان وقت سے پہلے نکال رہی
تھی۔

ان کی بات سنتے ہی فاطمہ کی آنکھوں میں
ہلکی نمی در آئی تھی جسے اس نے اپنی
ہتھیلی سے صاف کرتے ہوئے آمنہ بیگم
سے فوراً چھپا لیا تھا۔

"ماما۔۔۔۔۔ جو کچھ بھی انسان کی زندگی میں
ہوتا ہے نا سب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی

ہوتا ہے۔۔" فاطمہ آمنہ بیگم کا ہاتھ تھامے

اسے نرمی سے سہلا رہی تھی۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"بے شک حکم صرف اللہ کے لئے ہے"

اور اسی غفور الرحیم نے ہماری ہر پریشانی

کا حل بھی قرآن پاک میں واضح طور پر بتا

دیا ہے جو کتابی صورت میں تمام عالم

انسانیت کے لیے ہدایت کا ایک سرچشمہ
ہے۔

"استعينوا بالصبر والصلاة"

ترجمہ:

"اور اللہ سے مدد مانگو صبر اور نماز کے

ذریعے۔۔"

"ماما۔۔۔! ہم نے بھی یہی کرنا ہے۔۔ ہر
ایک مشکل میں اللہ سے مدد مانگنی ہے اور
اپنی ہر مصیبت میں صرف اور صرف صبر
سے کام لینا ہے۔"

"کیونکہ صبر اور دعا مومن کے ہتھیار
ہیں۔۔ اور جو کوئی اپنی پریشانی، تنگی، تکلیف
میں ان ہتھیاروں سے مسلح ہو

گا۔ مصیبت کی اس جنگ میں فتح بلاآخر
اس کا مقدر ضرور بنے گی۔۔ "آیات کریمہ
کی تلاوت کے بعد فاطمہ کے ذہانت سے
بھرپور چمکدار نین پہلے کی نسبت مزید روشن
و منور لگ رہے تھے۔

"وقت چاہے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو
بالآخر کٹ ہی جائے گا کیونکہ وقت ایک

سا کبھی نہیں رہتا۔۔ چاہے وہ پھر خوشیوں
کا ہو یا پھر غم کا۔۔ "فاطمہ کا انداز بیاں
ہمیشہ کی طرح آمنہ بیگم کے دل کو ایک
مسرور کن احساس سے دوچار کر رہا تھا۔
"اور صبر کرنے والوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ
نے بہت بڑا اجر رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" روانی

سے باتیں کرتی فاطمہ آمنہ بیگم کے دل کا
بوجھ مزید ہلکا کر چکی تھی۔

"ماما۔۔! آپ خود ہی سوچیں۔۔ اگر ہم ذرا

سی پریشانی کو دیکھ کر رونے اور چیخنے

چلانے لگے تو پریشانی تو اپنے اسی مقررہ

وقت پر ہی ختم ہونی ہے جو اللہ تعالیٰ کے

حکم کے مطابق پہلے سے طے کر دیا گیا
ہے۔"

فاطمہ رسان سے سمجھاتے آمنہ بیگم کے
تیزی سے بدلتے تاثرات بغور دیکھ رہی تھی۔
"لیکن۔۔ اگر ہم اپنی اس پریشانی میں اللہ پر
اپنے ایمان اور توکل کو مضبوط رکھیں گے تو
اس سے نہ صرف ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے

مضبوط ہو جائے گا بلکہ ہمیں ہمارے صبر
پر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین اجر عطا کریں
گے ان شاء اللہ۔۔۔"

فاطمہ کے لہجے میں سکون قلب واضح نظر آ
رہا تھا۔

"لیکن بیٹا۔۔۔" آمنہ بیگم نے پھر سے کچھ
کہنے کیلئے اپنے لب وا کیے۔۔۔

"ماما۔۔! آپ پریشان ہونے کی بجائے

صرف اپنی لمبی عمر اور صحت و تندرستی کی

دعا مانگیں۔۔ کیونکہ اگر آپ تندرست ہوں

گی تو ہی میرا خیال رکھ پائیں گی نا۔۔"

"ماما۔۔! آپ کو میری خاطر خود میں جینے کا

مزید حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔"

آخری بات کرتے فاطمہ کا لہجہ زندہ چکا تھا
مگر پھر بھی وہ مسکراتے ہوئے آمنہ بیگم
کو اپنا آپ پر سکون اور مطمئن دکھا رہی
تھی۔

"یا اللہ میری بیٹی کو ہمت اور قوت عطا
فرما۔۔"

اسے ان تمام پریشانیوں سے نجات عطا

فرما۔۔"

آمنہ بیگم نے فاطمہ کو اپنے ساتھ لگائے

فرط محبت سے اس کی پیشانی چومتے ہوئے

دل ہی دل میں اس کے لیے دُھیروں

دعائیں کی تھیں۔

اچانک فاطمہ کو ان کے شفقت آمیز انداز
سے کسی اور کا خیال ذہن کے پردے پر
عکس بن کر لہراتا دکھائی دیا تھا۔ اس کے
بارے میں سوچتے ہی بے اختیار فاطمہ کی
آنکھوں کے کناروں سے دو آنسو موتی بن
کر اس کے رخساروں کو بگھو گئے تھے۔



"ملک صاحب کہاں ہیں۔۔۔؟؟" جاوید نے
مین گیٹ پر مامور اسلحے سے لیس ملازم کو
دیکھتے استفساریہ لہجہ اپنایا تھا۔

"وہ صاحب جی۔۔۔ ملک صاحب تو لاکڈ روم
میں ہیں۔۔۔ کچھ مقامی لوگوں اور ایک فارن

کلائنٹ کے ساتھ انکی ایک ضروری میٹنگ
چل رہی ہے۔۔۔"

ملازم اس کو بھی صاحب جی ہی کہہ رہا
تھا۔ کیونکہ وہ ملک صاحب کا خاص آدمی
تھا۔۔ اور آج کل ویسے بھی ملک صاحب
ہر معاملے میں اسی کی رائے کو اہمیت
دیتے اور اسی پر بھروسہ کر رہے تھے۔

"اچھا۔۔ اچھا۔۔ ٹھیک ہے تم جاؤ اور اپنی
ڈیوٹی دھیان سے کرو۔" جاوید نے اپنا دایاں
ہاتھ اوپر اٹھائے ملازم کے جواب پر اسے
تحقیر آمیز انداز میں وہاں سے جانے کا حکم
صادر کر دیا تھا۔

ملازم اس کا خشک رویہ دیکھ کر اپنی حیرت
پر قابو نہ رکھ سکا تھا۔۔ وہ سرتاپا سلگنے کے

باوجود اسے جواباً کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا
کیونکہ اس بددماغ کو جھیلنا ان سب کی
مجبوری بن چکی تھی۔

وہ گیٹ کے سامنے ماربل سے بنی لمبوتری
راہداری کو عبور کرتا ہوا داخلی دروازے کی
طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی دروازے
کے سامنے کھڑے دونوں گارڈز نے اس

کے کچھ بھی کہنے سے قبل فوراً دروازہ
کھول دیا تھا۔

"سلام صاحب۔۔" دونوں نے بیک وقت
سر کو ہلکا سا خم دے کر سلام کیا تو وہ
زیر لب انکو "وعلیکم السلام" کہتا اپنے قدم
اندر کی جانب بڑھا گیا تھا۔

جاوید لفٹ کے ذریعے لاکڈ روم کے پاس
ابھی پہنچا ہی تھا کہ اسے بند دروازے سے
کچھ کلائنٹس باہر آتے دکھائی دیے تھے۔
ان کی شکلیں اسے کچھ جانی پہچانی سی
لگی مگر وہ اپنی حیرت انگیزی پر قابو پاتے
چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے

انہیں سی آف کرنے داخلی دروازے تک
گیا تھا۔

"اف میرے خدایا۔۔ یہ تو وہی
ہیں۔۔" جاوید کی پیشانی پر ابھرتی سلوٹیں
واضح نظر آ رہی تھیں۔

"ک۔۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔۔ ملک
صاحب؟؟؟۔ جاوید کی آواز سن کر ملک

صاحب نے "ایس" کہہ کر اسے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ اجازت ملنے پر وہ آنکھیں اوپر اٹھا کر تشکر بھرا سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے اندر چلا گیا تھا۔

"ملک صاحب۔۔! ابھی ایک بہت ہی سالڈ قسم کی پراپرٹی دیکھ کر آیا ہوں۔۔ یقیناً آپ کو بہت زیادہ پسند آئے گی۔" جاوید نے ذرا

خوشامدی لہجہ اپنایا تھا کیونکہ آج اسے ملک
صاحب کے چہرے کے تاثرات تناؤ کا شکار
لگ رہے تھے۔

"جاوید! آخر تم مجھے سمجھتے کیا ہو؟؟" ملک
صاحب کے سرد لہجے پر جاوید ایک دم
چونک اٹھا کیونکہ ناصر ملک نے پہلی بار

اس سے اس قدر سخت انداز میں بات کی
تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ ملک صاحب! دراصل
بات یہ ہے کہ"۔ جاوید سے جلدی میں
کوئی بات نہیں بن پا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے جاوید۔۔ میں نے تمہیں یہ
ذمہ داری صرف اور صرف تمہاری بہادری

کی وجہ سے دی تھی۔۔ تمہیں اپنا خاص آدمی
چنا کیونکہ تم باقی سب سے الگ تھے۔۔
مگر اب۔۔ اب تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ
اٹھا رہے ہو۔ "ناصر ملک نے انگشت
شہادت اٹھائے اسے سخت لہجے میں باور
کروا دیا تھا۔

"آخر میرا کام ہو کیوں نہیں پا رہا تم
سے۔۔؟ یا پھر میں یہی سمجھوں کہ تمہارے
بازو میں اب کوئی دم خم بچا ہی نہیں
۔" ناصر ملک کا لہجہ گھمبیر ہونے کے
ساتھ ساتھ از سنجیدگی کا روپ دھارے
ہوئے تھا۔

"تم نے تھوڑے ہی عرصے میں کافی
سمجھداری والے کام سرانجام دیئے۔۔ اس
لیے میں بار بار تم پر بھروسہ کر رہا ہوں۔
ورنہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔ میں کسی
کی غلطی ایک بار بھی معاف کرنے کے
حق میں نہیں ہوں۔۔"

ناصر ملک نے ذلیل کرنے کی آج ساری
کسر ایک ساتھ ہی نکال لی تھی۔

"ملک صاحب! یقین جانے میں پوری
کوشش کر رہا ہوں۔۔۔" جاوید نے پیشانی
مسلتے ہوئے اپنی ہر بار کی کہی بات پھر
سے دہرا دی۔

"میں کیا کروں تمہاری کوششوں کا۔۔
جب کوئی نتیجہ ہی نہیں نکل رہا۔۔" آج
ناچاہتے ہوئے بھی ملک صاحب کو اس کی
بھونڈی وضاحت اشتعال دلا گئی تھی۔
اپنے اندر کا اضطراب کم کرنے کے لئے
اس نے ٹیبل پر ہاتھ مارتے سارے
گلاس زمین بوس کر دیئے کیونکہ مقابل اور

کوئی اور نہیں جاوید تھا ورنہ تو پہلی غلطی پر
ہی بندوق تانے مقابل کا بھیجا اڑا دینا اس
کا روز کا معمول بن چکا تھا۔

"ملک صاحب۔۔ آخر ہم اس جگہ کو چھوڑ
کیوں نہیں دیتے۔۔ دفع کریں اسے۔۔۔
میں اور بھی کافی جگہ اچھی جگہ دیکھ کر آیا
ہوں۔۔ ہمارے بڑے کام آئیں گی۔۔ ان

جگہوں کا دام بھی ہمیں دو گنا چوگنا مل رہا

ہے۔۔ میں نے کافی لوگوں سے اس

سلسلے میں بات بھی کر لی ہے۔۔"

جاوید ملک صاحب کو جلد از جلد اس جگہ

سے متنفر کرنا چاہتا تھا اسی لیے پیسوں کا

لاپچ دیتے اس کی توجہ اس جگہ سے ہٹانا

چاہی تھی۔

ناصر ملک اس کی پوری بات سننے کے بعد
بھی اسے سخت غصیلی نگاہوں سے ہی
گھور رہے تھے۔۔۔ ان کے بگڑے تاثرات
واضح غمازی کر رہے تھے کہ انہیں جاوید
کی یہ بات مزید غصہ دلانے کا باعث بن
رہی ہے۔

وہ اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچے خود کے
تنے اعصاب پر قابو پانے کی ناکام کوشش
کر رہے تھے۔

"جاوید۔۔! بات پیسوں کی نہیں ہے۔۔
بات میری انا کی ہے۔۔ اور اپنی انا کا سودا
کرنا ناصر ملک جیسے خوددار انسان کو بالکل
زیب نہیں دیتا۔" زندگی میں پہلی بار جاوید

کا ہر پینترا الٹا پڑ رہا تھا۔ ناصر ملک آج اسے
لاجواب کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"اگر بات صرف جگہ کی ہوتی تو اور جگہ کیا
کم ہیں میرے پاس۔۔ میں سب کچھ اپنی
طاقت اور پیسے کے زور پر خرید سکتا
ہوں۔۔ اس علاقے میں اگر میری اجارہ
داری ابھی تک قائم ہے تو کچھ تو بات ہو

گی نہ مجھ میں"۔۔۔ اتنے عرصے میں ناصر
ملک کے چہرے پر پہلی بار فخریہ مسکراہٹ
رقص کرتی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ بات تو سو فیصد درست کہی آپ
نے۔۔۔" جاوید نے تائیدی انداز میں ہلکا سا
مسکراتے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔۔۔

"میں ہمیشہ صحیح ہی کہتا ہوں۔۔ جاوید! ناصر
ملک کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔۔" ناصر
ملک نے فخریہ کالر جھاڑتے ہوئے سگریٹ
کیس نکال کر نیا سگریٹ سلگا لیا۔۔
"مجھے رزلٹ چاہیے جاوید۔۔ تمہاری کوشش
نہیں۔۔"

اس کیلئے میں اور مزید انتظار نہیں کر
سکتا۔۔۔" جاوید نے کچھ پوائنٹس ڈسکس
کرنے کے بعد کسی ضروری کام کے
سلسلے میں وہاں سے جانے کی اجازت
مانگی تو ناصر ملک نے صوفے کی پشت کے
ساتھ ٹیک لگائے تنبیہی انداز میں پھر سے
وارننگ دینا ضروری سمجھا تھا۔

"ٹھیک ہے ملک صاحب۔۔" جاوید اثبات

میں سر ہلاتے فوراً وہاں سے چلا گیا تھا۔

"جان دل۔۔! اب تمہیں میرے پاس آنے

سے کوئی نہیں روک سکتا۔۔"

جاوید کے جانے کے بعد ملک صاحب اپنا

والٹ نکال کر اس میں لگی تصویر کو محبت

پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے از حد گھمبیر

لجے میں گویا ہوا۔

وہ گھنٹوں اس تصویر کو دیکھتے ہوئے اس

سے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ سگریٹ

سلگا کر پیتا رہتا تھا۔ اسکی یہ روٹین اب دن

بدن شدت اختیار کرتی چلی جا رہی تھی۔



"بچے کہاں ہیں سونیا؟" اختر صاحب نے
ہمیشہ کی طرح ڈائینگ ٹیبل پر سونیا بیگم
کو تن و تنہا بیٹھے پایا تو سرد لہجے میں استفسار
کیے بنا رہ نہ سکے۔

"جوان بچے ہیں اختر صاحب۔۔۔ اپنے
دوستوں کے ساتھ پارٹیز کر رہے ہوں
گے۔۔۔ یہی تو عمر ہے ان کے کھیل کود
کی۔۔۔" سونیا بیگم کی عجب دلیل پر اختر
صاحب انہیں سخت نگاہوں سے گھورنے
لگے تھے۔

"سونیا!! زاوی تو چلا لڑکا ہے۔۔۔ خود کو
سنجھال لے گا۔۔۔ لیکن شمسہ۔۔۔ شمسہ
کو تو کم از کم اس ٹائٹ گھر سے باہر نہیں
نکلنا چاہیے نا۔۔" اختر صاحب فکر مند
تاثرات سمیت رسٹ واپس کو دیکھتے گویا ہو
رہے تھے۔

انہیں ہر وقت اپنے بچوں کی فکر لاحق رہتی
تھی۔ مگر ان کے بچے وقت کے ساتھ
ساتھ مزید خود سر اور ضدی ہو رہے تھے۔
یہی بات اب انہیں اندر ہی اندر پریشان
کیے رکھتی تھی۔

ان کے ذہن کے پردے پر فوراً کسی کا
پرنور سایہ عکس بن کر لہرا گیا جس کو

دیکھتے وہ اندر ہی اندر پشیمان ہو کر رہ گئے
تھے۔ اب انہیں اپنے ہر عمل پر ماسوائے
شرمنگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔
پل بھر میں ہی ان کا دل کھانے سے
بری طرح اچاٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ انہوں
نے ہاتھ میں پکڑا نوالہ بھی واپس پلیٹ
میں رکھ دیا۔

"زاوی کو تو میں اس کے حال پر چھوڑ چکا
ہوں۔۔ کیونکہ اس نے تو شاید میری کوئی
بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے۔۔" اختر
صاحب چئیر کو پیچھے گھسیٹتے ڈائیننگ ٹیبل
سے بنا کھانا کھائے واپس اٹھ کھڑے
ہوئے۔

"مگر شمسہ وہ تو اس گھر کی بیٹی ہے۔۔

اس خاندان کی عزت ہے۔۔ میں چاہتا

ہوں تم اسے وقت رہتے ہی سمجھا لو تو زیادہ

بہتر ہے۔۔ کیونکہ اگر وقت رہتے بچوں کو اپنا

قیمتی وقت دے کر سمجھا لیا جائے تو پھر

انسان کو زندگی بھر کسی بات کیلئے پچھتانا

نہیں پڑتا۔۔"

اختر صاحب نے ذومعنی انداز اپناتے سونیا
بیگم کو سمجھانے کی اک ادنی سی کوشش
کی۔۔

پہلے جو کچھ ہوا سو ہوا اب کی بار وہ شمسہ
کے معاملے میں کوتاہی برتنا کسی صورت
افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

"مگر تمہیں اپنی پارٹیز سے فرصت ملے تو
بچوں پر توجہ دو نا۔۔۔ یہ سب تمہارا ہی کیا
دھرا ہے۔۔۔ جو بچے اس قدر خود سری کا شکار
ہو گئے ہیں۔۔۔"

اختر صاحب نے سونیا بیگم کو بھی لتاڑنے
کے انداز میں کھری کھری سنا دیں۔

"بدقسمت لوگوں کی پہچان ان کی نافرمان
اولاد سے ہی ہوتی ہے سونیا۔۔۔ اور مجھے
اس وقت اس روئے زمین پر خود سے زیادہ
بدقسمت اور کوئی نہیں لگ رہا۔" انکے
انداز بیان سے بے بسی کی جھلک واضح نظر آ
رہی تھی۔

اتنے تلخ الفاظ پر سونیا بیگم کا رنگ ایکدم فوق
پڑ گیا تھا۔

"کھانا تو کھا لیں پلیز۔۔" اختر صاحب کو
الٹے قدموں واپس مڑتے دیکھ سونیا بیگم
نے چیئر سے اٹھتے ہوئے انہیں روکنا چاہا
مگر وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے سیر ڑھیوں

کے زینے چڑھتے اوپری فلور پر موجود اپنے
کمرے میں چلے گئے تھے۔

"ان کی تو بس عادت ہو گئی ہے۔۔۔ میرے
بچوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔۔۔ پہلے وہ
کیا کم تھا جو اب انہوں نے بھی اپنا حصہ
ڈالنا شروع کر دیا ہے۔۔۔" سونیا بیگم غصے

سے بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ ڈائینگ ٹیبل کی
طرف بڑھ گئیں۔۔

"اللہ اللہ کر کے اس سے جان چھوٹی ہے
ہماری۔۔ اب یہ شروع ہو گئے ہیں۔۔"
سونیا بیگم طیش کے عالم میں بنا سوچے
سمجھے کچھ بھی بولے جا رہی تھیں۔

"کھانے کا مزہ ہی خراب کر کے رکھ دیا
ہے۔۔" سونیا بیگم نے ٹیبل پر سچی
مختلف انواع و اقسام کی ڈشز دیکھیں تو
اہستگی سے بڑبڑاتے خالی پلیٹ میں چمچ
پیچنے کے انداز سے واپس رکھ دیا۔۔ اور پھر
منہ بسورتے ملازمہ کو کھانا واپس رکھنے کا
کہہ کر خود بھی وہاں سے اٹھ گئیں۔

سونیا بیگم کا بچوں کے بارے میں اس قدر
لا پرواہ انداز انہیں کس حد تک مہنگا پڑنے
والا ہے۔۔۔ ابھی وہ اس سب سے یکسر
انجان تھیں۔



اذلان اور زینب جب اہجاب و قبول کے
مراحل طے کر چکے تو اچانک پنسل واپس
میز پر رکھتے اذلان کی نگاہ زینی کے ہاتھوں
کی طرف اٹھ گئی جنہیں وہ پریشان انداز میں
بار بار مسل رہی تھی۔۔

اذلان کو اس کی یہ حرکت دیکھ کر نہ
جانے کیوں غصہ آگیا۔

اس سے پہلے کہ وہ زینی کی اس حرکت پر
اسے کچھ سخت سست سناتا اس کے
موبائل پر بجتی میسج کی رنگ ٹون نے اس
کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی تھی۔
اذلان موبائل پر نوٹیفکیشن دیکھنے کے بعد
اسکرین کو ٹچ کر کے میسج اوپن کرنے لگا
تھا۔

"کمینے۔۔ بدتمیز۔۔ خبیث انسان۔۔ اسٹیج

سے نیچے تو آ ذرا۔۔ تجھے تو آج میں پوچھتا

ہوں اچھی طرح۔۔۔"

ایان کا مسیج دیکھ اذلان کے خوبصورت لبوں

کو دھیمی مسکان نے آ کر چھو لیا تھا۔ اسٹیج

کے لفظ پر چونکتے ہوئے اذلان نے اپنا جھکا

سر فوراً اوپر اٹھایا تو خود سے چند فٹ کے

فاصلے پر ایان کو کھڑا دیکھا جو اس وقت
اسے ہی سخت، غصیلی نگاہوں سے گھور رہا
تھا۔

اذلان کو ایک سیکنڈ کے اندر اندر ہی سارا
ماجرہ سمجھ آ چکا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے ساتھ
کھڑے اپنے سیکرٹری کم دوست زیادہ زمان
کو بھی دیکھ چکا تھا۔ اب وہ دھیمے سے

مسکراتے موبائل کو بائیں ہاتھ میں پکڑے
اسٹیج سے نیچے آگیا۔

اس کے اسٹیج سے اٹھنے کی ہی دیر تھی کہ
زینب کی اتھل پتھل ہوتی سانسیں ایک
دم بحال ہونے لگیں وگرنہ تو اذلان کا اپنے
اتنے قریب بیٹھنے کی سوچ ہی اس کی

دھڑکنوں کو بے ترتیب انداز میں دھڑکنے پر
مجبور کر رہی تھی۔

ابھی تو اس نے سر اٹھا کر اس کو ایک
نظر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی جس
کو وہ ہمیشہ ٹی وی ، سینما گھر اور موبائل پر
دیکھتی رہتی تھی۔

وہ گھبراہٹ کے مارے اپنی پسینے سے تر
پیشانی کو ٹٹو سے صاف کر رہی تھی کہ
اسے اپنے پاس عائشہ بھابی اور زمل بیٹھتی
دکھائی دیں۔۔۔ وہ دونوں اس سے مسکراتے
ہوئے باتیں کرنے لگی تھیں۔۔۔

ایان کی باتیں سنتے سنتے اچانک اذلان کی
نگاہ بے ساختہ اسٹیج پر جا کر تھم سی

گئی۔۔ زینی کو کسی بات پر مسکراتے دیکھ
شدید غصہ کے عالم میں اس کی پیشانی پر
سخت تیوری نے اپنی جگہ بنالی۔

"یار مانا۔۔۔۔ کہ تیرا نیا نیا نکاح ہوا ہے۔۔

مگر ہم بھی تیرے کافی پرانے دوست

ہیں۔۔۔ ہیں نا زمان۔۔۔"؟؟ ایان نے شریر

انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر

ہاتھ مارتے اسے باقاعدہ اپنی طرف متوجہ کیا
کیونکہ اذلان کب سے بنا پلکیں جھپکائے
اسٹیج کی طرف ہی دیکھے جا رہا تھا۔
"یار۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔
"۔ اذلان اب اپنا رخ موڑے پورا کا پورا
گھومتا ایان کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔

"بس۔۔ بس رہنے دے۔۔۔ مان گیا تیری
یاری کو۔۔ اگر آج مجھے زمان سے پتا نہیں
چلتا تو کبھی بھی تیری شادی میں شریک
نہیں ہو پاتا۔۔"

ایان نے مصنوعی غصے سے اذلان کو
گھورتے ہوئے زمان کی طرف اشارہ کیا
تھا۔ اس کے اشارہ کرنے پر زمان

سٹیٹاہٹ کا شکار ہوتا نخل بھرے انداز

میں لب کچلنے لگا۔۔

"ا۔۔ا۔۔ ایکچوٹلی! سر وہ۔۔" زمان نے

ہکلاتے لہجے میں بات کو سنبھالنے کی اک

ناکام سی کوشش کی۔۔

"تم چپ رہو زمان۔۔! ایک تو لارڈ صاحب

نے موبائل فون آف کیا ہوا تھا۔ تمہارا نمبر

ڈائل کر کر کے آدھا پاگل ہو چکا تھا
میں۔۔۔ "ایان سلگتے انداز میں اپنے دو دن
کی مصروفیات اذلان کے گوش گزار کر رہا
تھا۔

ایان کا غصہ جائز تھا اس لئے اذلان اور
زمان اسے بولنے کا بھرپور موقع دے رہے
تھے۔۔۔

"اتنا پریشان ہونے کے بعد بلاآخر تھک ہار
کر میں نے اپنی کراچی کی ساری میٹنگز
کینسل کی اور پہلی فلائٹ لے کر لاہور
پہنچا۔۔ اور یہاں آکر پتا چلا کہ جناب تو
شادی منانے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو چکے ہیں
"۔۔"

ایان بنا لگی لیٹی کے اپنی بھڑاس خوب
نکال رہا تھا۔۔ جبکہ اذلان اور زمان اس کی
فکر اور محبت پر ہولے سے مسکرا دیے
تھے۔ عالیان بھی خوشدلی سے مسکراتے
وہاں آکر ان سب سے مصافحہ کرنے لگ
گیا تھا۔

"آہ ہاں۔۔۔۔۔ تو زمان صاحب بھی

پہنچ گئے ہیں۔۔۔" عالیان نے شرارتی انداز

میں ایک آنکھ بند کی اور پھر ایان کی طرف

دیکھتے زمان کی ٹانگ کھینچنا چاہی تھی۔

"میں بھی سوچوں اذلان بھائی یہاں ہیں۔۔۔"

تو پھر زمان ابھی تک وہاں کیسے ہے

- "عالیان ہمیشہ زمان کو ایسے ہی تنگ کرتا

رہتا تھا۔۔۔۔۔

"ہاں بھئی! چوبیس گھنٹے میں سے کم از کم

15 گھنٹے تو یہ اذلان کے ساتھ رہتا ہے تو

اتنی دیر اس کے بنا کیسے گزارہ کر سکتا

تھا۔۔"

ایان نے بھی ہنستے ہوئے لقمہ ڈالا جس پر
سبھی بے اختیار ہنس دیئے تھے۔

"ایان بھائی! کبھی کبھی تو میں سوچتا
ہوں۔۔۔ اس کی بیوی کمپلین نہیں کرتی جو
ہر وقت اذلان بھائی کے ساتھ ہی چپکا رہتا
ہے۔۔۔" عالیان پر سوچ انداز میں ہاتھ گال

پر رکھتے زمان کی گھبراہٹ سے خود کو لطف
اندوز ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

"عالیان-ن-ن-ن۔۔" اذلان نے اسے
تنبیہی انداز میں پکارا تو وہ فوراً کانوں کو ہاتھ
لگا کر ہنستے ہوئے سوری سوری کہنے لگا
تھا۔

اذلان اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ سب اس
وقت اس کا موڈ بہتر کرنے کے لیے ایسی
طنز و مزاح سے بھری باتیں کر رہے ہیں۔۔
مگر یہ تو صرف وہی جانتا تھا اس وقت اس
کے اندر جو آندھی کے تیز جھکڑ چل رہے
ہیں وہ ان کی باتوں سے کسی صورت تھم
نہیں سکتے تھے۔

اس کی مخفی سرد نگاہیں اور چہرے پر چھائی
ازد سنجیدگی اسوقت کسی کو بھی جھلسا کر
راکھ کر سکتی تھی۔ تبھی اچانک زینب کی
نگاہیں بھی انجانے میں اسکی ان شعلہ بار
نگاہوں سے آن ٹکرائے کا جرم سرزد کر
گئیں۔ کچھ ہی سیکنڈز کے بعد اذلان نے

سپاٹ تاثرات سمیت اپنا رخ واپس ایان کی
طرف موڑ لیا۔

اس وقت اذلان کی پشت اسٹیج کی جانب
تھی جبکہ زمان کی آنکھیں اسٹیج پر بڑھتے
غیر معمولی رش اور زینی کے بیہوش وجود کو
دیکھ غیر یقین انداز میں پھٹی کی پھٹی رہ
گئیں۔

"اس۔۔ سر!۔۔ وہ بھا بھی۔۔" زمان بمشکل
ہکلا نے کے انداز سے گویا ہوا تو اذلان نے
بھی فوراً اپنا رخ موڑے اس کی نگاہوں کے
تعاقب میں زینی کو دیکھا جو اس وقت دنیا و
ما فیہا سے بے خبر بے سدھ ہو کر صوفے
پر گر چکی تھی۔ باقی سب لوگ تفکر آمیز
تاثرات سمیت اس کا چہرہ تپتے چاتے اسے

ہوش میں لانے کی سعی کر رہے تھے۔ نہ
چاہتے ہوئے بھی اس کے قدم بے اختیار
اسٹیج کی طرف اٹھ گئے تھے۔



"ضرار! ایک بات پوچھوں۔۔۔؟؟؟" اسٹڈی
کے دوران اچانک روشن نے کتاب بند
کی اور پھر ضرار کے جھکے چہرے کو ایک
نظر دیکھنے کے بعد نرم لہجے سے مخاطب
کرتے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول
کروائی۔

وہ دونوں اس وقت کمبائن اسٹڈی کے لئے
ضرار کے گھر پر موجود تھے۔

روشان ضرار کا اس دنیا میں واحد دوست
تھا جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات شیئر
کر لیتا تھا۔

ضرار نے ہمیشہ دو ہی لوگوں سے اپنے دل
کی بات شیئر کی تھی۔۔ ان میں سے ایک

تو روشن تھا اور دوسرے اس کے آل ٹائم

فیورٹ "اذلان چلیو"

"ہممم۔۔۔ ہاں پوچھو"۔ ضرار کو لگا وہ اسٹڈی

کے متعلق کوئی سوال پوچھنا چاہ رہا ہے

اس لیے اس نے مصروف انداز میں جواب

دیتے اپنا سر واپس نیچے جھکا لیا۔

"تم سوئٹزرلینڈ کیوں نہیں گئے؟؟؟" روشن
کے سوال پر اس کے چہرے کا رنگ ایکدم
زرد پڑ گیا تھا۔

"روشان تمہیں پتا تو ہے ہمارے فائل
ایگزامنز چل رہے ہیں۔۔ اور مجھے پڑھنا
تھا۔۔ بس اسی لیے۔۔" ضرار نے پہلی بار

روشان سے نگاہیں چراتے بے مطلب
پنسل کو کتاب پر گھمانا شروع کر دیا۔
کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا روشن اس کی
گہری نیلی جھیل جیسی شفاف آنکھوں کے
ذریعے اس کے دل میں چھپی ہر ایک
سچائی پڑھ لیتا ہے۔ دونوں ہی بے حد

گہرے دوست تھے ضرار بھی اس پر اپنی
جان چھڑکتا تھا۔

"یار! میں تمہارا اسٹڈی کو لے کر
اچھے سے جانتا ہوں.. ہر concern
دفعہ تو تم ٹاپ کرتے ہو۔۔ کم از کم
Lame میرے سامنے تو یہ
بالکل نہ دیا کرو.. "روشان Excuses

کی بات نے ضرار کو ایک بار پھر واضح کر دیا
تھا کہ وہ اس کی رگ رگ سے واقفیت رکھتا
ہے۔۔

"یار روشن۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔
Over react تم تو بس ایسے ہی
رہے ہو"۔۔ ضرار نے سنجیدگی سے بھرے

ماحول کو لائٹ کرنے کے لئے اپنے مزاج
کے بالکل برعکس تھوڑا مسکراتا لہجہ اپنایا۔
"میں جانتا ہوں.. تم اس لڑکی سے غصہ
ہو.. بس اسی وجہ سے تم وہاں نہیں
گئے.. "روشان نے پل بھر میں ہی ساری
حقیقت اس کے سامنے کھول کر رکھ دی
تھی۔

روشان چاہتا تھا وہ کسی طرح اپنے دل میں
دبی بات کو اس سے شیئر کر کے تھوڑا
ریلیکس ہو جائے کیونکہ وہ ہر ایک بات کو
اپنے دل میں رکھ کر اپنی طبیعت خراب کر
بیٹھتا تھا۔۔۔ حد سے زیادہ سٹریس لینا اس کو
شدید ڈپریشن میں مبتلا کر دیتا تھا۔

"تم اس سے نفرت کرتے ہو۔۔۔ یہ میں

جانتا ہوں۔۔۔ لیکن جہاں تک مجھے لگتا

ہے۔۔۔ تمہیں اپنے اذلان چاہو کے لیے

لازمی وہاں جانا چاہیے تھا۔۔۔" روشن نے

اپنے تنیں درست اندازہ لگا کر اسے مفید

مشورے سے بھی نوازا تھا۔

"ہمارے فائل ایگزامز میں ابھی کچھ دن
باقی ہیں۔۔۔ یار تم تو آخری دن بھی آکر پیپر
دے سکتے تھے۔۔۔" روشن اس کے شانے
پر ہاتھ رکھتے از حد نرم لہجے میں گویا ہو رہا
تھا۔

"خیر!!! اب اتنا بھی لائق فائق نہیں
ہوں۔۔۔ تم تو مجھے آئن سٹائن ہی سمجھنے

لگ گئے ہو۔۔" ضرار روشن کی باتوں کی
وجہ سے پہلے کی نسبت کافی حد تک نارمل
ہو چکا تھا۔

"تم پریشان نہ ہوا کرو۔۔ جو ہماری قسمت
میں لکھا ہے ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا
ہے۔۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔۔ نہ ہی
تم اور نہ ہی میں۔۔ ماسوائے اللہ کی ذات

کے۔۔ اور کیا پتا وہ لڑکی اذلان چلیو کے

لیے کتنی اچھی ثابت ہو۔۔"

روشان نے مدلل انداز میں ضرار کو رسان

سے سمجھایا تھا۔

"چلو یار چھوڑو اس ٹاپک کو۔۔ مجھے اس

بارے میں کوئی بات ہی نہیں کرنی

--"ضرار نے اب کی بار ہاتھ اٹھا کر اسے

مزید بات کرنے سے روک دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ یار کافی دیر سے پڑھ رہے

ہیں۔۔۔ چلو تھوڑی دیر کیلئے کوئی گیم کھیل

لیتے ہیں۔۔۔"

روشان اس کا دھیان بٹانے کی غرض سے
اسے زبردستی بیڈ پر سے اٹھاتے روم سے
باہر لے آیا۔

ضرار بھی ان سوچوں سے تنگ آچکا تھا اسی
لئے سر کو نفی میں تھوڑا جھٹکا دیتے
روشان کے ساتھ ایک گیم کھیلنے میں
مصروف ہو گیا۔



"ارے صوفی میڈم! آپ نہیں گئی

سوئٹزرلینڈ؟؟" صوفیہ اپنا شوٹ دے کر گہرا

سانس بھرتے چیئر پر بیٹھ کر پانی پینے ہی

لگی تھی کہ فلم کے ڈائریکٹر نے ایک چھبتا

سوال پوچھتے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ
دیا تھا۔

ہر کوئی اذلان کے متعلق صوفیہ کی دلی
وابستگی سے آگاہ تھا۔ ماسوائے اذلان
کے۔۔ یا پھر وہ جانتے بوجھتے ہی اس سب
سے انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہونہ۔۔۔ وہ بھی کوئی شادی ہے بھلا؟؟

اذلان اسے بالکل بھی قبول نہیں کرے

گا۔"

صوفیہ نخوت سے ناک تھوڑا اوپر چڑھاتے

ہوئے مغرور انداز میں گویا ہوئی۔

"جو بھی ہے صوفیہ۔۔ شادی تو وہ اسی سے
ہی کر رہا ہے نا۔۔؟ ویسے کروڑوں لڑکیوں کا
دل توڑ دیا ظالم نے۔۔"

شاہ زر اندر ہی اندر اس کی چڑچڑاہٹ سے
خوب محفوظ ہو رہا تھا۔

"تم دیکھنا شاہ زر!! وہ بہت جلد چھوڑ دے
گا اس لڑکی کو۔۔ تم جانتے نہیں ہو کیا؟

کتنی دور بھاگتا ہے وہ ایسی لڑکیوں سے جو
اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش کرتی
ہیں۔۔۔"

صوفیہ نے بڑے یقین سے کہا تھا۔
"ان میں سے ایک تو تم بھی ہو۔۔۔" شاہ زر
نے بڑبڑانے کے انداز میں جواب دیا۔

"کچھ کہا۔۔؟؟" صوفیہ نے پانی کی بوتل

واپس میز پر رکھتے استفساریہ نگاہیں شاہ زر

کے چہرے پر گاڑ دیں۔۔

شاہ زر اس کے پوچھنے پر ایکدم گڑبڑا سا گیا

تھا۔

"نہیں۔۔ک۔۔کچھ بھی نہیں۔۔" شاہ زر

اس کے غصے سے اچھی طرح واقف تھا

اس لئے صاف مکر گیا۔

"صوفیہ! مجھے تم سے سیٹ کی لوکیشن بھی

ڈسکس کرنی تھی۔۔میرا خیال تھا پہلے

تمہارے شوٹ لے لیتے ہیں۔۔تب تک

اذلان بھی آ جائے گا۔۔ پھر اس کے

شوٹ لے لیں گے۔۔"

شاہ زر نے بات گھمانے کی خاطر اپنا اگلا

لائحہ عمل صوفیہ کے گوش گزار کرنا شروع

کر دیا تھا۔

"اذلان شاہ۔۔! بھلے ہی تمہاری شادی اس

لڑکی زینب ابراہیم سے ہو چکی

ہے۔۔۔۔۔ بالآخر۔۔ تمہیں لوٹ کر تو میرے

پاس ہی آنا ہے نا۔۔ "صوفیہ اپنی دلفریب

، جان لیوا مسکراہٹ سمیت دل ہی دل

میں اذلان سے مخاطب ہو رہی تھی۔

اذلان کو کیسے اپنی طرف لانا ہے؟ اور

زینب کو اس کی زندگی سے کیسے باہر نکال

پھینکنا ہے؟ صوفیہ کا ذہن اسوقت کئی
مکارانہ سازشوں کا مرکز بن چکا تھا۔
وہ خالی خالی نظروں سے شاہ زر کا اگلا پلان
سن رہی تھی لیکن اس کی سوچیں اسوقت
صرف اور صرف اذلان کے اردگرد ہی گھوم
رہی تھی۔۔۔ اچانک زینب کے بارے میں
سوچتے ہوئے اس کے چہرے پر زہر خند

مسکراہٹ پھیل گئی تھی جسے آس پاس
سے گزرتے اور کسی شخص نے تو نہیں
لیکن شاہ زر نے ضرور محسوس کیا تھا۔



"اوف ف۔ ف۔ ف۔۔" کمرے میں آتے ہی
اذلان ڈھنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ
گیا۔ بوجھل اعصاب لیے اس نے اپنے آپ
کو کوٹ سے آزاد کیا اور پھر ٹائی کی ناٹ
ڈھیلی کرتے اسے اتار کر سائیڈ والے
صوفے پر رکھتے ہوئے اپنا سر صوفے کی
پشت پر ٹکا دیا تھا۔

اب وہ اپنی آنکھیں شدت سے موندے
صوفے پر نیم لیٹنے کے انداز میں بیٹھ
گیا۔۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے سوجن کا
شکار لگ رہے تھے کیونکہ پچھلے کچھ دنوں
کے حالات کی وجہ سے وہ اپنی نیند تک صحیح
سے پوری نہیں کر پایا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد گہرا سانس فضا میں خارج
کرتے اذلان نے اپنی خالی خالی نگاہیں
بے اختیار کمرے کے اطراف گھمائی
تھیں۔

کمرہ فل نفاست سے سجا ہوا تھا۔ اس کے
وسط میں فل جہازی سائز بیڈ کے اوپر دیدہ
زیب پرنٹڈ سکن کلر کی بیڈ شیٹ بچھی

ہوئی تھی۔۔ تکیوں کے درمیان رکھا ہارٹ
شیپ چاکلیٹ براؤن کشن اپنی جگہ سے
تھوڑا ہلا ہوا تھا۔۔ براؤن کمفرٹر میں لیٹا وجود
اس وقت فل غنودگی میں سو رہا تھا۔
شاید نیند کے انجکشن کا اثر تھا جو ڈاکٹر
ابھی ابھی اسے دے کر گیا تھا۔۔ اس کی
نظروں کا مرتکز اب بیڈ کی سائیڈ ٹیبل

تھیں جہاں موجود خوبصورت ڈیکوریشن پیسز

اسے اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے۔

سفید پینٹ پر مشتمل دیواروں کے اوپر سفید

رنگ پردے کمرے کو مزید روشن و منور کر

رہے تھے۔ کمرے کی چھت گولڈن اور

وائٹ کلر کا امتزاج تھی۔

سیلنگ کے اندر چوکور انداز میں بے شمار
لائٹس جڑی ہوئی تھیں۔۔۔ ان کے درمیان
میں چمکتا فانوس اپنی خوبصورتی آپ پیش کر
رہا تھا۔

اس وقت وہ خود بیڈ کے سامنے موجود دو
سنگل صوفوں میں سے ایک پر لیٹنے کے

انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔۔ چہرے پر تھکن

کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے۔

وہ اپنے پاؤں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرتا

سامنے موجود ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ اس پر

موجود خوبصورت پھولوں کا گلدستہ دیکھ

اچانک اس کی نگاہ گھومتی پھر سے بیڈ پر

لیٹے وجود پر گئی تھی۔ کمفرٹ میں اچھی طرح

لپٹا ہونے کی وجہ سے اس وقت اس کا

صرف چہرہ نظر آ رہا تھا۔

اب وہ پہلے کے برعکس ہر قسم کی جیولری

سے آزاد تھی کیونکہ زل اور عائشہ بھابی

نے اس کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ

سے اسے اتارنا مناسب سمجھا تھا۔

زینب کو دیکھتے ہی اسے تھوڑی دیر پہلے کا
واقعہ اپنے ذہن کے پردے پر عکس بن
کر لہراتا دکھائی دیا جس کو یاد کرتے اسے
پھر نئے سرے سے تپ چڑھ چکی تھی۔
زینی کو بے ہوش ہوتے دیکھ سب اس
کی طرف لپک اٹھے۔ اتنے رش میں اچانک

اذلان کو اپنی سماعتوں میں سکندر صاحب
کی فکر مند سی آواز سنائی دی تھی۔

- "بیٹا..! جلدی سے زینی بیٹی کو اٹھاؤ اور
کمرے میں لے کر جاؤ۔۔۔ میں ابھی ڈاکٹر
کو فون کرتا ہوں۔۔۔"

سکندر شاہ نے گھبراہٹ کا شکار ہوتے
اذلان کو تیز آواز میں مخاطب کیا جو اسوقت

تیز تیز قدموں سے چلتا اسٹیج کی طرف ہی
بڑھ رہا تھا۔

ابراہیم صاحب بھی پریشان تاثرات سمیت
زینی کو ہی دیکھ رہے تھے۔۔۔ مارے تفکر
کے سارہ بیگم کی آنکھوں سے اس وقت
باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے جنہیں وہ باقی
سب سے چھپانے کی پوری کوشش کر

رہی تھیں۔۔ مگر یہ سب اذلان کی عقاب
نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا تھا۔

سکندر صاحب کی آواز سن کر اذلان اپنی
بھینچی مٹھیوں کو کھولے بے ساختہ اسٹیج
کی جانب بڑھ گیا تھا۔

اور پھر وہ بادل ناخواستہ زینی کو اپنے مضبوط
کسرتی بازوؤں میں کسی ناپسندیدہ چیز کی طرح

اٹھاتا تیزی سے سیرٹھیاں عبور کرتا اپنے
کمرے میں لے گیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ زل اور عائشہ بھا بھی
بھی اوپر آرہی تھیں ورنہ اسوقت اس کا
دل شدت سے اک تمنا کر رہا تھا کہ اس
لڑکی کو کمرے میں لے جانے کی بجائے
یہیں کہیں راستے میں ہی پٹخ دے۔

اس وقت اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثر سے
عاری لگ رہا تھا۔۔۔ کمرے میں لا کر ابھی
وہ اسے سرد نگاہوں سے گھور ہی رہا تھا کہ
اچانک سے اپنے کمرے میں زل کی تفکر
آمیز آواز سنائی دی تھی۔

"بھائی۔۔۔! جلدی سے ہیٹر آن کریں

۔۔۔ بھابھی کے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ

چکے ہیں۔۔۔" زل کی پریشانی سے بھرپور آواز
کمرے کی ساکت فضا میں گونجی تو وہ بنا
کچھ کہے ہیٹر آن کرنے لگا تھا۔
تبھی سکندر صاحب اور عاصمہ بیگم ڈاکٹر کو
اپنے ساتھ لیے کمرے کے اندر آ گئے
تھے۔۔۔ گھر کے باقی سب افراد بھی پریشان
انداز میں ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے۔

اسپینش ڈاکٹر اس وقت زینی کا چیک اپ
کرنے میں مصروف تھا۔ پاس کھڑی نرس
بھی اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی۔

"لگتا ہے۔۔ انہوں نے بہت دنوں سے
صحیح سے کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی ٹھیک
سے سوئی ہیں۔ ان کا بی پی کافی حد تک

لو ہو چکا ہے۔۔" ڈاکٹر نے اسٹیٹھوسکوپ

پاس موجود نرس کو پکڑا دیا۔

"میں انہیں کچھ میڈیسن دے دیتا ہوں۔۔

اور ساتھ میں ایک نیند کا انجکشن بھی

لگاؤں گا۔۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں

گی۔" ڈاکٹر جانسن نے شستہ انگریزی میں

زینب کی میڈیکل رپورٹ پر اپنا تجزیہ پیش

کیا۔ اور پھر کچھ دیگر ہدایات کے بعد زینب
کا خیال رکھنے کی تاکید کرتا کمرے سے باہر
چلا گیا تھا۔

سکندر صاحب بھی اس کے ساتھ ساتھ
چلتے کمرے سے باہر آ گئے تھے۔۔

"جانسن! از ایوری تمھنگ آل

رائٹ۔۔۔؟؟" ڈاکٹر جانسن سکندر شاہ کے

بہترین دوستوں میں سے ایک تھے۔

"ایس۔۔۔ یو ڈونٹ وری سکندر۔۔۔ شی ول بی

فائن ان جسٹ فو آورز۔۔۔"

"او کے۔۔ گڈ بائے۔۔" ڈاکٹر جانسن نے
شائستگی سے مسکراتے ان کے کندھے پر
ہاتھ رکھے نرم لہجے میں تسلی دی تھی۔
"او کے۔۔ تھینک یو ڈاکٹر۔" سکندر شاہ نے
خوشدلی سے مسکراتے ہوئے ان سے
مصافحہ کرتے انہیں وہاں سے روانہ کیا۔

"ابراہیم! بھابھی۔۔ پلیز آپ لوگ ٹینشن نہ
لیں۔۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔
ان شاء اللہ۔۔" ڈاکٹر کو سی آف کرنے
کے بعد سکندر صاحب کمرے کے باہر
موجود احد صاحب اور عظمت بیگم کے ساتھ
کھڑے ابراہیم اور سارہ بیگم سے مخاطب
ہوئے تھے۔

"ان شاء اللہ۔۔" سب نے دل ہی دل

میں یک بستہ دعا کی۔۔۔

"آج سے زینی میری بیٹی ہے ابراہیم

۔۔! تم اس کی بالکل بھی فکر نہ کرو

۔۔" سکندر شاہ نے یہ کہنے کے ساتھ ساتھ

ابراہیم صاحب کے کندھے پر دوستانہ انداز

میں ہاتھ بھی رکھا تھا۔۔

ان کی بات سنتے ابراہیم صاحب کے
چہرے پر مدہم مسکراہٹ در آئی تھی۔۔ اور
پھر وہ انہیں خلوص دل سے شکریہ کہتے
واپس اپنے روم میں چل دیے
تھے۔۔ جانے سے پہلے ان سب نے
زینب کو ایک نظر دیکھا اور پھر سارہ بیگم
اپنی بھگی آنکھوں سمیت فرط محبت سے

اس کی پیشانی چومتے ہوئے کمرے سے
باہر آ گئیں۔

اچانک اپنے تعاقب سے عاصمہ بیگم کی آواز
سننے سارہ بیگم کے بڑھتے قدم پل بھر کیلئے
وہیں رک گئے۔

"سارہ۔۔! زینب بالکل میری زل کی طرح
ہے۔۔۔ میں اس کا پورا خیال رکھوں
گی۔۔"

عاصمہ بیگم کی نرم آواز نے ان کے دل
میں بڑھتے خدشات کو تھوڑی دیر کے لئے
دور پھینک دیا تھا۔ اور پھر وہ تشکر آمیز انداز
میں ان سے گلے ملتی واپس اپنے کمرے

میں چلی گئی تھیں۔ کوریڈور عبور کرتے ان
کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر چکی
تھیں۔

"اذلان بھائی۔۔! اب آپ لوگ آرام
کریں۔۔ ہم بھی چلتے ہیں۔۔ آحل کو بھی
نیند آرہی ہے۔۔ اور ادھر دیکھیں۔۔ عینی
صاحبہ تو زل کی گود میں ہی سو چکی ہیں

--"عائشہ بھابی کی بات پر اذلان بھی عینی
کو ایک نظر دیکھتے دھیمے سے مسکرا دیا تھا۔
عائشہ بھابھی اور آحل کے جانے کے بعد
زل بھی زینی کا کمفر ڈرست کرتے
ہوئے عینی کو لے کر اپنے روم کی طرف
چلی گئی تھی۔-----

"میری ایک سرد نگاہ سے آپکا یہ حال ہے
محترمہ۔۔" کمرے کے اطراف میں نگاہ
گھماتے بے اختیار اذلان کی نگاہ میڈٹلسن
کے زیر اثر سوئی زینی کے چہرے پر جا کر
تھم سی گئی تو وہ اذیت بھرے لہجے میں
سوچتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

"ابھی تو آپ کو اپنی ان آنکھوں سے میری
نفرت کی شدت بھی دیکھنی ہے۔۔۔ پھر ہی
آپکو اچھے سے اندازہ ہو گا کس قدر بڑی
غلطی کی ہے آپ نے یہ سب کر
کے۔۔۔۔۔"

اذلان بے تاثر چہرے سمیت زہر خند لہجے
سے بڑبڑا رہا تھا۔۔

وہ ابھی تک ہنوز انہی سوچوں میں ہی گم
تھا کہ موبائل کی رنگ ٹون نے اس کی
توجہ بے ساختہ اپنی جانب مبذول کروالی۔۔
اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل پکڑتے میسج
آن کر کے دیکھا تو اسکرین پر زمان اور ایان
دونوں کا میسج ایک ساتھ جگمگا رہا تھا۔ الفاظ

میں تھوڑی ردوبدل ضرور تھی مگر معنی

دونوں کا ایک ہی تھا۔۔

"ہم اپنے روم میں ہیں۔۔ اگر کوئی پریشانی

کی بات ہو تو بتا دینا۔۔"

"اس سے بڑی کوئی اور پریشانی بھی ہو

سکتی ہے بھلا۔۔" اذلان زینی پر ایک سرد

نگاہ ڈال کر نفی میں سر جھٹکتے ہوئے خود
سے مخاطب ہوا تھا۔

اور پھر خود کے تنے اعصاب پر قابو پاتے
انکے میسج کا ریلوائی "او کے" کی صورت میں
سینڈ کر کے واش روم میں فریش ہونے
کے لیے ڈریسنگ روم سے کپڑے نکالنے
لگا تھا۔

اب کی بار اس نے وہاں سے گزرنے سے
پہلے بیڈ پر لیٹے وجود کی طرف ایک نگاہ ڈالنا
بھی گوارا نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا
جب جب اس کو دیکھے گائے سرے
سے تکلیف ہوگی اور فی الحال وہ ایسا ہرگز
نہیں چاہتا تھا۔۔



"میں تو کہتی ہوں۔۔ اس کے ہاتھ پیلے
کریں اور روانہ کریں یہاں سے۔۔" پریشے
گھر کے سارے کام نیٹانے کے بعد اپنے
روم میں جا کر پڑھنے ہی لگی تھی کہ بیڈ کی
سائیڈ ٹیبل پر پانی کو موجود نہ پا کر وہ الٹے
قدموں واپس کچن کی طرف آگئی۔ ابھی وہ

بند کمرے کے پاس سے گزر ہی رہی تھی
کہ شیرزا بھابھی کے اس قدر سخت الفاظ نے
اس کے بڑھتے قدموں کو فوراً بریک لگا دی۔
"ایسے کیسے کر دوں۔۔؟ بات چاہے جو بھی
ہو۔۔ ہے تو وہ میری بہن ہی نا۔۔!!"
پریشے کو ضامن بھائی کی پریشانی سے بھرپور
آواز اپنی سماعتوں میں سنائی دی۔

"ٹھیک ہے پھر مجھے کیا۔۔ بعد میں نہ

پچھتائیے گا۔۔" شیزا بھابی کو اپنا پلان فیل

ہوتا ہوا نظر آیا تو نخوت آمیز لہجے میں گویا

ہوتے کندھے باقاعدہ اوپر کی طرف اچکا

دیئے۔

"ضامن! ہمارے پاس ایک عزت ہی تو

اپنی ہوتی ہے۔۔۔ ہم سفید پوش لوگ

ہیں۔۔ امیروں کی طرح ہمارے پاس اتنے
پیسے نہیں جو اس بات کو دبا دیں۔۔ میں
کہہ رہی ہوں ایسا نہ ہو کہ ہماری رہی سہی
عزت بھی پریشے ایک دن ڈبو کر ہی دم
لے۔۔ "شیزا بھابھی کا ہتک آمیز انداز
پریشے کی آنکھوں میں بے اختیار ڈھیروں
آنسو لانے کا موجب بن چکا تھا۔

اور پھر وہ پانی لیے بنا ہی خالی جگہ کو اپنے
ہاتھوں میں تھامے شکستہ قدموں سے چلتی
اپنے روم میں آکر بے آواز رونے لگ گئی
تھی۔

اسے آج شدت سے اپنے ماں باپ کی یاد آ
رہی تھی۔ پہلے تو اس کے بھائی نے کبھی
اس کو کمی محسوس نہ ہونے دی تھی۔

لیکن آج اسے شیزا بھابی کی کٹیلی ، طنزیہ
باتوں نے بہت دکھ پہنچایا تھا۔

وہ تو ان کی ہر جلی کٹی بات آرام سے
برداشت کر جاتی تھی۔ گھر کا ہر کام بھی
خود کرتی رہتی تاکہ اسے کوئی طعنہ کو سنہ
سننے کو نہ ملے۔

اس نے آج تک ضامن بھائی کو شیزا
بھابھی کے اس رویے کی بھی کبھی کوئی
شکایت نہ کی تھی۔ شیزا بھابھی ضامن
بھائی کے سامنے تو اس سے بڑے پیار
سے بات کرتی تھیں۔

جیسے وہ اس کا بہت خیال رکھتی ہوں مگر
ضامن بھائی کے آفس جانے کے فوراً بعد

ہی وہ اپنے اسی روپ میں واپس آ جاتی
تھیں۔

اس کے پیپرز ہونے کے باوجود بھی وہ
سارے گھر کے کام اسی سے کرواتی
تھیں۔۔۔ وہ خود بھی کبھی بھی کام چور
نہیں رہی تھی۔ اس لیے اس نے آج تک
اف نہ کیا تھا۔۔

مگر آج بھا بھی کے ان زہر خند الفاظ نے
اس کے دل کو چیر کر رکھ دیا تھا۔ وہ
بے گناہ ہونے کے باوجود آج گنگار بن گئی
تھی۔

اسے شدت سے اپنی دوست کی یاد آئی اس
کا محبت سے بھرا چہرہ اس کے ذہن کے
پردے پر عکس بن کر چھانے لگا تھا۔

"پتا نہیں کیسی ہوگی وہ۔۔؟ کیسا سلوک ہو
رہا ہوگا اس کے ساتھ۔۔؟ پریشے کے اندر
سے مختلف آوازیں سوال بن کر ابھر رہی
تھیں۔

اسے اپنی عادات کا تو پتا تھا کہ وہ ہر
پریشانی کو چپ چاپ سہ لیتی ہے مگر اپنی
اس دوست کے بارے میں وہ از حد فکرمند

تھی۔ کیونکہ اس نے آج سے پہلے کبھی
کسی پریشانی کا سامنا نہیں کیا تھا۔

"کیسے سہے گی وہ یہ سب؟؟" اک اور
سوال ہوک بن کر ابھرا۔۔

اس وقت وہ خود بے بسی کی انتہا پر تھی
اس کے اندر اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ
وہ کسی کی بات کا پلٹ کر کوئی جواب

دے دے۔ پریشے جیسی صابر لڑکی تو خود
چپ چاپ سہنے والوں میں سے ایک تھی
وہ کسی کیلئے کیا کر سکتی تھی۔۔
"کاش۔۔ ولی کچھ کر پاتا۔۔ پتا نہیں وہ
یہاں پاکستان میں ہے یا زینی کے
پاس؟؟؟"

اس کے دل میں پہلی بار یہ آواز گونجی
تھی ورنہ ہمیشہ تو ولی اس کو یہ کہہ کہہ کر
تنگ کرتا رہتا تھا۔

"ایک دن دیکھنا پریشے۔۔! تم مجھے ضرور یاد
کرو گی"

اس کی کہی بات آج وہ یاد کر رہی تھی
لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی ولی اسے ان
حالات میں یاد آئے گا۔

وہ تو ہمیشہ اس سے اپنی نظریں چراتی تھی
اس کے بارے میں اپنے دل کی آواز تک
کو بند کر دیتی تھی۔

مگر آج! آج اس کا دل اس کو بار بار
آوازیں دے رہا تھا اور وہ کسی سے کچھ
پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔۔

کیونکہ پچھلے کچھ دنوں کے حالات کی وجہ
سے بھابی نے اس کا موبائل تک اس سے
واپس لے لیا تھا۔۔

پریشے نے اس بات پر بھی کوئی بحث نہ
کی تھی۔۔ وہ کسی سے بحث کرتی ہی کب
تھی۔۔

بس چپ چاپ ان کے کہنے پر موبائل ان
کے ہاتھوں میں تھما چکی تھی۔

یہ سب باتیں سوچتے ہوئے کب اس پر
نیند کی دیوی مہربان ہوئی۔۔ وہ نہیں جانتی

تھی۔۔ گہری نیند میں ہونے کے باوجود اس
کی گالوں پر ابھی تک آنسوؤں کے مٹے مٹے
سے نشانات واضح نظر آرہے تھے۔



"کب تک اس کی یادوں کے سہارے جیو
گی..؟ آمنہ بیگم نے اسے کھڑکی کے پاس
گم صم کھڑے دیکھا تو نرم لہجے گویا ہوتے
اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔
آمنہ بیگم کی طبیعت اب قدرے بہتر تھی
اسی لیے وہ واک کرنے کی غرض سے
کمرے سے باہر نکلتی لان میں جا ہی رہیں

تھی کہ ان کی نگاہ لاؤنج میں بت بنے
کھڑی فاطمہ پر جا کر تھم سی گئی۔

وہ کچھ ہی دیر پہلے تمام بچوں کو قرآن کا
درس دے کر فارغ تو ہوئی مگر اسوقت
کمرے میں جانے کی ہمت خود میں مجتمتع
نہ کر پائی اس لیے وہیں کی وہیں کھڑی رہ
گئی۔۔

"آپ اٹھ گئیں ماما۔۔؟؟" فاطمہ نے آمنہ بیگم کی کہی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بات کا رخ ہی بدل دیا۔

"مجھے لگا ابھی آپ آرام کر رہی ہیں۔۔ اس لئے میں یہیں کھڑی ہو گئی۔۔" فاطمہ ان سے نگاہیں چرا رہی تھی کیونکہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی رو کر فارغ ہوئی تھی وہ

ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ آمنہ بیگم کو اس
کی آنکھوں سے اس کے رونے کا پتہ
چلے۔۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں
دیا۔۔؟" آمنہ بیگم نے پھر سے وہی بات
دہرائی۔ شاید آمنہ بیگم نے آج اپنی بیٹی
سے دو ٹوک بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

"ماما! آپ جانتی ہیں میری زندگی میں ان کی
یادیں ہی تو ہیں۔۔۔ جو مجھے قدم بقدم طاقتور
بناتی ہیں۔۔۔" آمنہ بیگم اپنی بیٹی کی اس
بات پر اسے ساکت نگاہوں سے دیکھ رہی
تھیں۔

"پر بیٹا! مجھے اپنی سانسوں پر بھروسہ نہیں
رہا۔۔۔ آخر تم میری بات مان کیوں نہیں

لیتی۔۔؟" آمنہ بیگم نے فاطمہ کو رسان
سے سمجھانا چاہا تھا۔ مگر فاطمہ ان کی غیر
متوقع بات سن کر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔
"اما! میری طرف دیکھیں۔۔" فاطمہ انہیں
اپنے ساتھ لئے ٹی وی لاؤنج میں موجود
صوفوں کی طرف بڑھ گئی۔

"ماما۔۔ آپ کی یا میری تو کیا کسی کی بھی
زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔۔ یہ تو اللہ
کی امانت ہے اس کا جب جی چاہے لے
لے۔۔"

قرآن پاک میں ہے:

"ان للہ وانا الیہ راجعون"

ترجمہ:

"بے شک سب اللہ ہی کے لیے اور ہمیں

اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

"آپ فرض کریں۔۔ ہماری دن کی نمازیں

قضا ہو جاتی ہیں تو ہم رات کو کیوں

قضا لے نماز پڑھ کر سوتے ہیں۔۔

کیونکہ ہمیں اپنی سانسوں کا بھروسہ نہیں

ہے اور ویسے بھی کل کس نے دیکھا

ہے۔۔ اس سب کا علم تو صرف اللہ ہی

کے پاس ہے۔۔

قرآن پاک میں اس کا واضح پیغام ہے:

"لہ مقالید السماوات والارض"

ترجمہ:

"زمین و آسمان کی چابیاں اللہ ہی کے پاس

ہیں۔"

اللہ ہی کی ذات قادر مطلق ہے وہ جو چاہے
کر سکتا ہے۔۔

آپ کو لگتا ہے۔۔ آپ بیمار ہیں اس لیے
آپ کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں
ہے جب کہ یہ علم تو صرف اور صرف اللہ
ہی کے پاس ہے۔ اگر وہ چاہے تو ابھی
یہیں بیٹھے بیٹھے میری جان نکال سکتا

ہے۔۔"فاطمہ جذب کے عالم میں مسلسل
بولے جا رہی تھی۔

"اللہ رحم کرے۔۔ کیسی باتیں کر رہی
ہو؟؟۔ آمنہ بیگم اس کی آخری بات پر دہل
کر رہ گئی تھیں۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری عمر لمبی کرے۔۔" آمنہ بیگم نے اس کی گال پر ہاتھ رکھے خلوص دل سے دعا دی تھی۔

"ماما! آپ میرے لئے یہ دعا کیا کریں کہ اللہ مجھے صالحین میں شامل کر دے۔۔ اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔۔" فاطمہ نے آمنہ بیگم کے ہاتھ عقیدت سے چومتے

مسکراتا لہجہ اپنایا۔ فاطمہ کے شہد ٹپکاتے
انداز پر آمنہ بیگم بھی خوشدلی سے مسکرا
اٹھیں۔۔۔ ان کے دل نے جواباً صدق دل
سے آمین بھی کہا تھا۔



"زاوی! تمہارے بابا تمہارا پوچھ رہے تھے۔۔۔
آج کل تم کچھ زیادہ ہی باہر نہیں رہنے
لگے۔۔۔؟" ٹی وی لائونج میں موجود تھری
سیٹڈ صوفے پر براجمان سونیا بیگم فیشن
میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی تبھی
اچانک ان کی نگاہیں پاس سے گزرتے
اپنے خوبو، جوان بیٹے کی طرف اٹھ گئیں جو

اسوقت کہیں باہر جانے کیلئے نک سک
تیار ہوتا داخلی دروازے کی طرف قدم بڑھا رہا
تھا۔۔ انہوں نے پہلی بار خشک لہجے میں
اسے مخاطب کرتے باقاعدہ اپنی طرف دیکھنے
پر مجبور کر دیا تھا۔

"پلیز ماما۔! آپ کو پتا تو ہے ڈیڈ کی عادت
ہے۔۔ آپ انہیں اپنے طریقے سے سمجھا دیا

کریں نا۔۔!!"زاوی نے اپنی مام کی کسی

بات کا کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا۔

"لیکن زاوی۔۔ وہ کہہ تو ٹھیک ہی رہے

ہیں نا۔۔ تم ذرا ٹائم سے گھر آیا کرو۔۔ میں

تمہیں باہر جانے سے ہرگز نہیں روک رہی

۔۔ مگر تم نے کہیں بھی جانا ہو تو کم از کم

انہیں اطلاع دے دیا کرو۔۔ اس سے وہ

بھی خوش ہو جائیں گے۔۔۔۔۔"

سونیا بیگم نے اسے نرم لہجے میں سمجھانے

کی کوشش کی کیونکہ وہ بخوبی جانتی تھی انکا

بیٹا غصے میں فوراً آپے سے باہر ہو جاتا

ہے۔ اگر وہ ایک بار غصے میں آ جائے تو پھر

سونیا بیگم کی تو کیا کسی ایک کی بات کو

خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بات کرتے کرتے
کب وہ بدتمیزی کی ہر حد پار کر جاتا اسے
خود بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔۔

"یار ماما۔۔ آپ چل کریں اور ڈیڈ سے
کہیں۔۔ ان کے بچے اب بڑے ہو گئے ہیں
۔۔ وہ اپنا خیال خود رکھ سکتے ہیں۔۔"

آج اس کا موڈ کافی اچھا تھا اس لیے پہلے
کی نسبت قدرے آرام سے بات کر رہا تھا
وگرنہ تو اسے روک ٹوک ہرگز پسند نہیں
تھی۔۔۔ وہ ہر بات میں اپنی من مانی کرتا
تھا۔ اور کسی کی سخت لہجے میں کہی گئی
بات ہرگز برداشت نہیں کرتا تھا۔

"تمہیں پتا ہے وہ کہیں بھی باہر جانے
سے پہلے تمہارے ڈیڈ کو انفارم ضرور کرتا تھا
۔۔ اس لیے وہ تم سے بھی وہی سب کچھ
ایکسپیکٹ کرتے ہیں۔۔" سونیا بیگم نے
ذو معنی انداز اپناتے پھر سے اپنی بات کا
آغاز کیا مگر زاوی نے اپنا دایاں ہاتھ

اٹھائے انہیں اس ٹاپک پر مزید بات
کرنے سے منع کر دیا تھا۔

"مام! میں ان کی طرح نہیں بن سکتا۔"

میری اپنی پر سنیلیٹی ہے۔۔ مجھے ان سے

کمپیئر کرنا بند کر دیں پلیز۔۔" وہ باقاعدہ ہاتھ

جوڑتے بیزار لہجے میں گویا ہوا اور پھر اپنی

کار کی چابی دراز سے نکال کر دروازے کو

پٹاخ کے انداز میں بند کرتے وہاں سے چلا
گیا تھا۔

"اولے۔۔۔ زرینہ کہاں گھوم پھر رہی ہو؟؟
کھانا تیار ہو گیا ہے تو شمسہ بی بی کو
بلاؤ۔۔۔" سونیا بیگم اس کے پیچھے پیچھے داخلی
دروازے تک گئیں اور پھر گہرا سانس بھر
کر واپس لوٹ آئیں۔۔۔

وہ زاوی کا غصہ اپنی ملازمہ پر نکال رہی
تھیں مگر اس کے جواب نے لمحے بھر میں
ہی ان کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔

"سونیا میڈم! شمسہ بی بی تو آدھا گھنٹہ
پہلے ہی اپنی دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں
چلی گئی۔۔ میں ان کے پاس انکے روم
میں ہی تھی انہیں مجھ سے تھوڑا کام

تھا۔۔"ملازمہ نے ڈرتے ڈرتے انہیں
ساری حقیقت بتائی جس پر وہ باقاعدہ سر
پکڑ کر رہ گئی تھیں۔

"آج اختر صاحب کو کیا جواب دوں
گی..؟"اس وقت ان کا ذہن مختلف
سوچوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

یہ تو ان کے بچوں کا روز کا معمول بن چکا
تھا۔ آج انہیں شدت سے اپنی لاپرواہی کا
احساس ہوا تھا۔ وہ بھی تو ایسے ہی کرتی
تھیں جب یہ سب چھوٹے تھے تو انہیں
اپنی پارٹیز سے بالکل بھی فرصت نہیں ملتی
تھی۔

ایسے میں کوئی تو تھا جو ان کا بہت خیال
رکھتا تھا۔ بنا کچھ کہے وہ ان کی ہر بات مانتا
تھا۔

مگر وہ اسے بھی اپنے ہی ہاتھوں سے گنوا
بیٹھی تھیں۔ آج نہیں اپنے کیے پر تھوڑا
افسوس تو ہو رہا تھا مگر وہ اپنی فطرت کے
مطابق تھوڑی ہی دیر میں ان سوچوں سے

نفی میں سر جھٹکتی اسٹڈی روم کی طرف
چل دیں۔



"مبارک ہو ملک صاحب! اب یہ زمین بھی
ہماری ہو گئی۔۔" ناصر ملک اپنی قانونی ٹیم

کے ہمراہ لاکڈ روم میں صوفے پر براجمان

ٹیبل پر موجود ایک فائل سائن کر رہا

تھا۔ جاوید کی بات نے انہیں دھیمے سے

مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

"ارے یہ تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ یہ تو صرف

چھوٹی سی زمین ہے۔۔۔ ہم نے تو اس سے

بھی بڑی بڑی زمینوں پر قبضہ کیا ہوا

ہے۔۔۔"

ناصر ملک ان سب کے سامنے فخریہ کالر

جھاڑتے اپنے غیر قانونی کاموں کا ذکر رہا

تھا۔

"بالکل صحیح کہا ملک صاحب! لیکن اس

زمین پر اگر ہم پلازہ بنائیں گے نا۔۔۔ تو

دکانوں کا کرایہ کروڑوں میں ہوگا۔۔ یقین

جانے! آپ کی پانچوں انگلیاں گھی میں

ہوں گی۔۔۔" جاوید نے انہیں اپنے

ناصحنہ مشورے سے نوازا تھا۔

ناصر ملک نے جاوید کی بات میں دم خم

دیکھا تو وکیلوں کو فائل سائن کر کے دینے

کے بعد وہ دل ہی دل میں اس پر مزید

کام کرنے کے بارے میں بھی سوچنے لگے
تھے۔

"لیکن جاوید۔۔! مجھے ان سب سے زیادہ
اس چیز کی بھوک ہے۔۔ جسے تم مٹانے
میں بہت دیر کر رہے ہو۔۔" اس کا
انداز بیان ایک معنی خیز مسکراہٹ پر مبنی

تھا۔۔ جاوید اسے پل بھر کیلئے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے جاوید جب تم میرے گینگ میں شامل ہوئے تو ان سب نے میری مخالفت کی تھی۔۔" انہوں نے آس پاس کھڑی اپنی تمام مسلح فورس کی طرف اشارہ کیا۔

"انگر میں نے تم پر بھروسہ کیا۔۔ کیونکہ
مجھے تمہاری بہادری بہت اچھی لگی تھی۔۔
اور تمہارا یہ نڈر اور بے خوف انداز بیان میری
نظروں کو بھا گیا تھا۔"

وہاں موجود تمام فورس کو اب جاوید کی
قسمت پر رشک آ رہا تھا۔۔ وہ ذہین ہونے
کے ساتھ ساتھ بلا کا ایک خوبصورت انسان

تھا۔ وہ اسوقت لائٹ گرین کلر ڈریس
شرٹ اور آف وائٹ پینٹ زیب تن کیے
نظر لگ جائے کی حد تک حسین لگ رہا
تھا۔

"ملک صاحب۔۔۔ بس کوشش جاری ہے
آپ نے خود ہی تو سختی کرنے سے منع کیا

ہے۔۔۔ ورنہ میں تو دو لگا کر بھی ان سے

کام نکلوا سکتا ہوں۔۔۔"

جاوید اپنے لہجے کو غصیلا ظاہر کر رہا تھا۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔ ایسے نہیں کرنا۔۔۔ اس کا

یہی ضدی انداز ہی تو مجھے پسند ہے۔۔۔ یہی

ادا اسے باقی سب سے منفرد بناتی

ہے۔۔۔" ناصر ملک نے انگشت شہادت

اٹھائے جاوید کو سخت رد عمل دینے سے
منع کر دیا تھا۔۔ اور پھر وہ خوابیدہ کیفیت
میں گھرا اس کا چہرہ سوچنے میں مجو ہو
گیا۔۔

یہ سب جاوید کی نظروں سے مخفی نہیں رہا
تھا۔ بے اختیار وہ اپنی مٹھیاں سختی سے
بھینچے خود کے تنے اعصاب پر قابو پانے کی

اک ناکام کوشش کرنے میں جت گیا

تھا۔

"میں تو پانچ سال ملک سے باہر تھا۔۔ مگر

اس لڑکی کو اس دن بازار میں دیکھ کر ہی

میں نے ارادہ بنا لیا تھا۔۔ کہ اب تو اسے

اپنا بنا کر ہی دم لوں گا۔۔" سب کے باہر

جاتے ہی ناصر ملک نے برملا اپنے عزم کا
اظہار کیا تھا۔

وہ اپنے دل کی ہر بات صرف اسی سے ہی
شیئر کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے چند ہی دنوں
میں اس کے دل میں اپنا ایک منفرد مقام
بنا لیا تھا۔

"مگر ملک صاحب! وہ زمین ہمارے نام
نہیں کرنا چاہ رہے ہیں۔۔ میں نے تو
انہیں یہ تک کہہ دیا کہ کوئی فلیٹ لے
دیں گے۔۔ مگر انہوں نے کہا یہ ان کے
بچوں کا سوال ہے۔۔ وہ اس معاملے میں
کبھی بھی اپنا سر نیچے نہیں جھکائیں گی

"-- جاوید نے اسے حقیقت سے آشکار کر

دیا تھا۔

"پڑھا لے -- پڑھا لے --! کچھ دنوں تک

اپنا یہ شوق بھی پورا کر لے -- ابھی میرے

بھی کچھ کام ادھورے ہیں پہلے وہ ذرا

پورے کر لوں -- پھر میں خود جاؤں گا اسے

لینے اور پھر اپنی دلہن بنا کر ہی دم لوں

گا۔۔"

ملک صاحب نے اسے تھوڑی کھلی چھوٹ

دینے کا ارادہ کیا۔۔ دلہن کے مسرور کن

احساس کو سوچتے ہی اس کا فلک شگاف

قہقہہ لاؤنج میں گونج کر رہ گیا تھا۔

اس کے بے ہنگم قہقہے پر جاوید کے
تاثرات اچانک بگڑے تھے۔ جسے وہ اپنی
چالاکي سے فوراً چھپا گیا تھا تاکہ کسی کو اس
پر کوئی شک نہ گزرے۔



"ماما! کیسے ہیں آپ سب۔۔؟" فون ریسپو

ہوتے ہی ولید بیتاب انداز میں سب کا

حال احوال پوچھ رہا تھا۔

"ہم تو ٹھیک ہیں بیٹے۔۔! زینی کی طبیعت

کچھ خراب تھی۔۔ مگر اب تو وہ بھی پہلے

سے بہتر ہے۔۔"

عظمت بیگم نے اپنے بیٹے کو اب تک کی
ساری روداد چند لفظوں میں سنا ڈالی جسے
سنتے وہ خود بھی پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔
"میں خود بہت پریشان تھا ماما۔۔! ایک تو
آپ میں سے کوئی بھی فون ریسپو نہیں کر
رہا تھا۔۔ اس سب سے میری ٹینشن مزید
بڑھتی جا رہی تھی۔۔"

"اب کیسی ہے وہ۔۔؟"

"میں کب سے اسے فون کر رہا ہوں مگر وہ

میرا فون ہی ریسپو نہیں کر رہی۔۔۔" "ولی

نے عظمت بیگم سے زینی کے فون نہ

اٹھانے کا کی بابت پوچھی تھی۔۔

"ولی۔۔! اس ماحول میں اسے اپنا ہوش

نہیں ہے۔۔۔ تمہارا فون کہاں سے ریسپو

کرتی۔۔" عظمت بیگم کے لہجے میں قطعی
یاسیت در آئی تھی۔

"پتا نہیں۔۔ وہاں سب کیسے ہوں گے
مجھے اس وقت ان کے پاس ہونا چاہیے
تھا۔۔ اور میں یہاں بری طرح پھنس چکا
ہوں۔۔"

ولی کو اس وقت سب کی فکر ستائے جا
رہی تھی۔

"تمہارا ویزے کا پرابلم ختم نہیں ہوا
ابھی۔۔؟" عظمت بیگم نے اسے ویزے
کا پوچھا جس میں کوئی ایرر ہونے کی وجہ
سے وہ اس وقت یہاں سوئٹزرلینڈ نہیں آیا
رہا تھا۔۔

"ابھی کہاں ماما۔۔۔! مجھے تو خود زینی کی

اتنی فکر ہو رہی ہے۔۔ پتا نہیں ان سب

پریشانیوں کو کیسے فیس کر رہی ہو گی۔۔"

"یہاں بھی سب بہت پریشان ہیں۔۔ وہ تو

شکر ہے بابا جان اور بڑے بھائی اپنی فیملی

کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے

کے لئے سعودیہ گئے ہیں ورنہ یہاں تو الگ

ہی ہنگامہ مچا ہونا تھا۔۔"

"ان شاء اللہ۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ سب

ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

عظمت بیگم نے ولی کو از حد پریشان دیکھا تو

اسے تسلی دینا چاہی تھی۔ کیونکہ وہ ولی کی

زینی کے ساتھ اٹچمینٹ بخوبی جانتی
تھیں۔۔

"صبح زینی سے ملاقات ہوگی تو تمہاری بھی
اس سے بات کروا دوں گی۔۔"

عظمت بیگم نے اب فون رکھنا چاہا تھا
کیونکہ احد صاحب انکی آواز سے ڈسٹرب ہو
رہے تھے۔۔

اچھا۔۔!! آپ سب لوگ اپنا خیال رکھیے
۔۔ میں جلد از جلد وہاں آنے کی کوشش
کرتا ہوں۔۔" ولی انہیں اپنا خیال رکھنے کی
تاکید کرتے الوداعی کلمات کہتا فون
ڈسکنیکٹ کر گیا تھا۔

عظمت بیگم اب اپنا فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ
کر آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش

کرنے لگی تھیں مگر اس وقت نیند ان کی
آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔



"شاہ زرا! ہم اذلان کے آنے پر اپنی فلم کا
اگلا ٹیزر لانچ کریں گے۔۔" صوفیہ نے فلم

ڈائریکٹر شاہ زر کو نیا آئیڈیا دیا جس کے
اثبات میں انہوں نے بھی فوراً سر ہلا دیا
تھا۔

”کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی ہو۔۔“ صوفیہ نے
ان کی بات پر انہیں ایک جان لیوا
مسکراہٹ سے نوازا تھا۔

"ویسے اذلان کب تک آ رہا ہے؟ تمہاری
کوئی بات ہوئی اس سے۔۔؟" شاہ زر نے
صوفیہ سے اس کے اذلان سے رابطے کے
بارے میں پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔ اس کا فون ہی پاور آف ہے۔۔
کسی سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہو پا
رہا۔" صوفیہ نے یاسیت سے بھرے لہجے

میں بتایا تھا۔۔ جیسے اس کے رابطہ نہ
کمرنے کا سب سے زیادہ دکھ اسی کو ہی
ہے۔۔

"اس کے باقی گھر والوں کو تو میں ویسے
ہی پسند نہیں ہوں۔۔ صرف اذلان ہی ہے
جو مجھ سے اچھے سے بات کرتا ہے۔۔ باقی
سب کہاں میرا فون اٹھائیں گے۔۔" صوفیہ

دل ہی دل میں اذیت سے پر لہجے میں

سوچ رہی تھی -----

"مجھے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو

صرف اذلان کی وجہ سے ان سے بات کرتی

ہوں۔۔۔ ورنہ ان جیسوں کو درست کرنا

میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔۔" اس کی

منفی سوچیں اس وقت عروج پر تھیں۔۔

نخوت سے سر جھٹکتے اس کے نتھنے تک
پھول چکے تھے۔

"ہیلو۔ و۔ و کہاں کھو گئی۔۔؟؟" شاہ زر
نے اس کے آگے ہاتھ لہراتے اسے متوجہ
کرنے کے لئے باقاعدہ چٹکی بھی بجائی
تھی۔۔

"اگ۔۔ کہیں نہیں۔۔ اوکے۔۔ میں پھر
گھر چلتی ہوں۔۔" صوفیہ نے کچھ فاصلے پر
کھڑے اپنے پرسنل سیکیورٹی گارڈ کو پرس
تھمایا اور خود موبائل ہاتھ میں لیے شوٹنگ
کے سیٹ سے باہر آ گئی اور پھر اپنے
ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کار
کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"ج۔۔۔ جی میڈم۔۔۔" دُوب انداز میں کھڑا
ڈرائیور اس کا حکم ملتے ہی مستعدی سے
اگنیشن میں چابی گھماتا کار سٹارٹ کرنے
لگا تھا۔



آمنہ بیگم کا کمفرٹر درست کرنے کے بعد
فاطمہ لائٹس آف کرتی کمرے سے باہر آ
گئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے وضو کر
کے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر کاؤچ پر
بیٹھ کر اپنی کتاب کا مطالعہ کرنے میں
مصرف ہو گئی تھی۔

جب کبھی فاطمہ کو اس کی بہت یاد آتی وہ
اپنا دھیان بٹانے کی غرض سے کتابیں پکڑ
لیتی تھیں تاکہ انہیں پڑھتے پڑھتے اسے نیند
آجائے۔۔

مگر آج نیند شاید اس پر مہربان نہیں تھی۔
بار بار ماضی کی یادوں کے گھنیرے سائے
اس کے ذہن کے پردے پر عکس بن کر

لہرا رہے تھے۔ وہ اپنی توجہ کتاب کی طرف
بھی مرکوز نہیں رکھ پا رہی تھی۔

کچھ ہی سیکنڈز کے بعد اسے اپنی اور عثمان
کی پہلی ملاقات یاد آ گئی اور پھر وہ چند ہی
لمحوں میں ماضی کے دریچوں میں کھو کر رہ
گئی تھی۔

"آپ لوگ جب ہماری کمپلین لکھ ہی
نہیں سکتے۔۔ تو یہاں بیٹھے کیوں ہیں
۔۔؟؟" آمنہ بیگم کے ساتھ حجاب زدہ فاطمہ
غصیلے لہجے میں بول رہی تھی۔
"او بی بی۔۔! ہمیں بھی اپنی جان عزیز
ہے۔۔ تم چپ چاپ ان کی بات مان

لو۔۔ خود بھی آرام سے بیٹھو اور ہمیں بھی

آرام سے بیٹھنے دو۔۔"

ایک انسپیکٹر نے باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ

جوڑ دیے جس پر وہ انہیں سخت نظروں

سے دیکھنے لگی تھی۔

"آپ لوگوں کو گورنمنٹ نے ہماری سروس

کے لئے رکھا ہے۔۔ ناکہ ڈر کے مارے

بلوں میں چھپنے کے لیے۔۔ جب آپ لوگ
کسی جرم کو روک ہی نہیں سکتے تو یہاں
بیٹھ کر اپنا وقت کیوں برباد کر رہے ہیں
۔۔۔؟؟؟" فاطمہ کا لہجہ اب بات کرتے
کرتے کافی تیز ہو چکا تھا۔۔

"دیکھیے بی بی! اب آپ حد سے بڑھ رہی

ہیں۔۔" انسپیکٹر انگشت شہادت اٹھائے

وارنگ دینے کے انداز سے گویا ہوا۔۔

"ہم اپنا حق لے رہے ہیں تو ہم حد سے

بڑھ رہے ہیں۔۔؟؟ اگر ہماری جگہ یہاں

کوئی امیر بیٹھا ہوتا یا پھر کوئی طاقتور۔۔ تو تم

لوگ اس کے آگے پیچھے گھوم رہے

ہوتے۔۔ "آمنہ بیگم نے فاطمہ کے بازو پر

ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروانا چاہا تھا۔

"چلو یہاں سے۔۔!" آمنہ بیگم نے اسے

باقاعدہ بازو سے پکڑے چئیر سے واپس اٹھا

دیا تھا۔ تبھی اچانک انہیں کسی کی گھمبیر،

بارعب آواز اپنی سماعتوں میں سنائی

دی۔ آمنہ بیگم کا ایک ہاتھ وہیں ہوا میں
ہی معلق ہو کر رہ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ شور کیسا ہے مونس۔۔۔؟" باوردی
شخصیت سامنے کھڑے انسپیکٹر سے
باز پرس کر رہا تھا۔۔۔ اسے ایک نظر دیکھتے ہی
اس انسپیکٹر کو ڈر کے مارے اپنے پسینے
چھوٹتے محسوس ہوئے۔

"س۔ س۔ سر۔۔! کچھ بھی نہیں۔۔۔ یہ

لوگ بس ایسے ہی شور مچا رہی ہیں

۔۔"مونس نے کانپتے لہجے میں سارا ملبہ

انہیں پر ڈال دیا تھا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا۔۔ ہم شور مچا رہے

ہیں۔۔؟؟ ہماری ایک کمپلین تک تو لکھی

نہیں تم نے۔۔"فاطمہ اپنے قدم آگے

بڑھاتی تنک مزاجی سے بول رہی تھی۔

"آئیے۔۔! آپ لوگ اندر بیٹھ کر بات

کرتے ہیں۔۔"

نک سک تیار وردی میں ملبوس شخص

مردانہ وجاہت کا ایک خوبصورت شاہکار

ہونے کے ساتھ ساتھ بولنے میں بھی

خوشنما انداز رکھتا تھا۔

اس لیے ان کو آرام سے بیٹھ کر بات

کرنے کو کہا تھا مگر اس حجاب والی لڑکی کی

اگلی بات سن کر وہ ایک پل کیلئے ساکت

رہ گیا تھا۔

"معاف کریں۔۔ ہمارے پاس اتنے پیسے

نہیں ہیں کہ آپ کو رشوت دیتے

پھریں۔۔ اور نہ ہی ہم رشوت دینے پر

یقین رکھتے ہیں۔۔"

فاطمہ نے تلخ لہجے میں گویا ہوتے اس پر

طنزیہ وار کیا تھا۔

"رشوت لینے اور دینے والا دونوں ہی جہنمی

ہیں۔۔۔"

"آپ جائیں میری بلا سے۔۔۔ مگر مجھے ہرگز

نہیں جانا۔۔۔"

فاطمہ کی اتنی تلخ بات پر عثمان نے اسے

ایک نظر اوپر اٹھا کر دیکھا تھا۔

فاطمہ کو لگا تھا یہ شخص جو اندر آرام سے
بیٹھ کر بات کرنے کا کہہ رہا ہے سب
سے پہلے ہم سے رشوت مانگے گا اور پھر آخر
میں لے دے کر معاملہ حل کرنے کی
کوشش کرے گا۔۔ اسی لیے تو اس کے
آرام سے بات کرنے کا کہنے پر وہ فوراً
بھڑک اٹھی تھی۔

فاطمہ کے اس قدر بدتمیز اور اکھڑ مزاج پر
ساتھ کھڑا انسپیکٹر اسے ٹوکے بنا رہ نہ سکا۔

"بی بی! زبان سنبھال کر بات کریں
ہمارے ایس پی صاحب سے۔۔۔" انسپیکٹر
مونس نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا
جس کے جواب میں عثمان نے اسے ہاتھ
اٹھا کر کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

اور اب وہ ٹکٹکی باندھے اس کی نڈر،
بے خوف آنکھوں میں دیکھ رہا تھا ورنہ وہ
کبھی بھی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر
نہیں دیکھتا تھا۔۔

"دیکھیے محترمہ! مجھے آپ سے کوئی رشوت
نہیں چاہیے۔۔ آپ لوگ مجھے آرام سے اپنا

مسئلہ بتائیں تاکہ میں اسے حل کر
سکوں۔۔۔"

فاطمہ اپنے خشک رویے کے جواب میں
عثمان کے شیریں لب و لہجے پر خود کو
حیران ہونے سے روک نہیں پائی
تھی۔۔۔ فاطمہ کے لب مزید ہلنے سے انکاری
ہو گئے۔

اسوقت وہ شخص اپنی شاندار پرسنلیٹی کے
ساتھ ساتھ حد درجہ پرکشش بھی لگ رہا تھا۔
آمنہ بیگم نے اسے اس کے آفس میں آکر
سارا مسئلہ بتانا شروع کیا جسے سنتے ہی
اس کی آنکھیں حیرت کے مارے اپنا حجم
پھیلا گئی تھیں۔

اب وہ اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچے بس
چپ چاپ انکی پوری بات سن رہا تھا۔ اور
پھر آخر میں وہ انہیں جلد از جلد مسئلہ حل
کرنے کی تسلی دیتا خود ان کو باہر تک
چھوڑنے آیا۔ ان کے جاتے ہی عثمان
مونس کی خبر لینے اس کے کیمین کی طرف
آگیا۔

"تم یہاں کسی کے قصیدے نہیں پڑھنے

آئے۔۔ تمہیں گورنمنٹ نے لوگوں کی

سروس کے لیے ہی رکھا ہے۔۔"

عثمان نے اسے سخت لہجے میں لتاڑا

تھا۔ انسپیکٹر مونس نے شرم کے مارے

اپنی نگاہیں مزید نیچے جھکا لیں تمہیں۔

"یہ تمہاری آخری غلطی تھی مونس۔۔ آئندہ

میں کوئی شکایت نہ سنوں۔۔۔" عثمان

نے اسے انگشت شہادت اٹھائے تھوڑا

سخت لہجے میں وارننگ دے دی۔

"سوری سر۔۔" انسپیکٹر مونس نے دھیمے

لہجے میں معذرت چاہی تھی۔

اس کے بعد ایس پی عثمان اپنے آفس
میں آکر کسی کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا
تھا۔ کچھ ہی سیکنڈز کے بعد آفس نما کمرے
میں اب اس کی بارعب آواز ایک گونج پیدا
کر رہی تھی۔

"ہاں جے ڈی۔۔۔!! مجھے تم سے کچھ
ضروری کام ہے۔۔ ایک بندے کی تصویر

اور نام سینڈ کر رہا ہوں۔۔ اس کا سارا بائو
ڈیٹا نکال کر جلد از جلد مجھے سینڈ کرو۔۔"
"او کے ٹھیک ہے۔۔" عثمان یہ کہتے
ہوئے اگلے پلان کے بارے میں سوچنے لگا
تھا۔

اچانک سوچتے سوچتے اس کے ذہن کے
پردے پر وہ حجاب زدہ لڑکی کی دو نڈر اور

بے خوف آنکھیں عکس بن کر لہراتی دکھائی
دیں جسے وہ ناچاہتے ہوئے بھی سوچنے پر
مجبور ہو گیا تھا۔۔۔

کچھ ہی پل میں وہ لڑکی اس جیسے ایماندار
لڑکے کو رشوت لینے کا ایوارڈ بنا سوچے
سمجھے دے کر جا چکی تھی۔ اتنے عرصے

میں پہلی بار اس کے ہونٹوں پر گہری
مسکان چھا گئی تھی۔۔



"ایک تو آج اتنی مصروف ہوں۔۔ بابا کی
سرپرائز برتھ ڈے پارٹی کی تیاری بھی کرنی

ہے۔۔۔ اور اوپر سے یہ مریم میڈم کو بھی
آج ہی کے دن نوٹس گھر بھولنے تھے۔۔۔"

حیاء ڈرائیور کو وہیں پارکنگ لاٹ میں رکنے کا
کہہ کر عجلت بھرے انداز میں اپنی کلائی
میں بندھی رسٹ واچ کو دیکھتی مسلسل
آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے

وجود سے ٹکرا گیا۔۔ اس کی فائلز میں موجود

سارے کے سارے نوٹس زمین پر گر کر
ادھر ادھر بکھر چکے تھے۔۔

حیا جو اپنا کام جلدی جلدی ختم کر کے
یہاں سے جانا چاہتی تھی اب اپنا کام مزید
بڑھتے دیکھ کر اس کو شدید غصے نے آن
گھیرا تھا۔۔

"اللہ۔۔ انسان ہو یا پتھر۔۔۔!!! سر گھما کر
رکھ دیا ہے میرا۔۔" حیا گرنے سے بچنے
کے لئے فوراً دیوار کا سہارا لے چکی تھی
کیونکہ اس ٹکراؤ سے اس کے چودہ طبق
روشن ہو گئے تھے۔۔ اسوقت مقابل کے
تاثرات سے کچھ بھی اخذ کرنا ایک ناممکن
امر ثابت ہو رہا تھا۔

حیا اپنے چکراتے سر کو سنبھالنے کے بعد
نیچے جھکتی نوٹس اٹھانے لگی تھی کہ اچانک
سامنے والے کا جواب نہ پا کر اسے سر
اٹھا کر یک ٹک نگاہوں سے بغور دیکھنے لگی
تھی۔

اس کی بات کے جواب میں وہ لرکا بنا کچھ
کہے اپنے قدم آگے بڑھانے ہی لگا مگر اس

لڑکی کے طنزیہ وار نے اس کے بڑھتے
قدموں کو فوراً بریک لگا دیا۔
"ایکسیویوز می! آپ کو کسی نے یہ نہیں
سکھایا کہ اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو
اس کا ازالہ کر دیتے ہیں۔۔۔۔ اور اگر
ازالہ نہ ہو سکے تو کم از کم معافی تو ضرور ہی
مانگ لینی چاہیے۔۔۔۔"

حیا نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے اسے
باقاعدہ سخت گھوری سے بھی نوازا تھا۔۔
"جب اتنے بھاری نوٹس اٹھائے نہیں جا
رہے تھے۔۔ تو اٹھانے کی ضرورت ہی کیا
تھی۔۔۔ خوا مخواہ میرا ٹائم ویسٹ مت کریں
"۔۔

مقابل اس سے بھی زیادہ بگڑے اور تپے
ہوئے لہجے میں بول کر اپنے بھاری قدموں
کو کلاس کی طرف بڑھانے لگا تھا۔۔
"حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔۔۔! ایک تو مجھے
کسی ضروری کام سے جانا ہے اور آپ ٹائم
ویسٹ کرنے کا طعنہ مجھے دے رہے

"جلدی سے میرے ساتھ نوٹس

اٹھائیس۔۔۔۔ اور انہیں ترتیب سے

رکھیں۔۔۔ جلدی - ی - ی - ی "وہ اسے
حکم دینے کے انداز میں بولی تھی جس پر
ضرار کی اوشن بلیو آنکھیں ایکدم سرخیوں

سے بھر گئیں۔۔۔ مگر مقابل کو پرواہ ہی
کہاں تھی۔۔۔ وہ تو بگڑے تاثرات چہرے پر
سجائے اپنا کام کرنے میں مصروف
تھی۔۔۔

"م۔م۔۔ میں۔۔۔؟؟" انداز غیر یقینی
سے بھرا تھا۔

"مجھ سے کہہ رہی ہیں آپ۔ پ۔ پ۔ پ۔؟؟؟"

پہلی بار ضرار اس کی آنکھوں میں دیکھتے

استفساریہ انداز میں گویا ہوا۔۔

"کیوں۔۔۔۔ آپ کو میرے اور اپنے علاوہ

کوئی اور تیسرا وجود بھی یہاں نظر آ رہا

ہے۔۔؟؟؟" حیا کے چہرے کے تاثرات

اس لڑکے کے بے تکے سوال پر عجب
تناؤ کا شکار لگ رہے تھے۔

اس لڑکی کے اکھڑ مزاج سے ضرار کے
چہرے کے تاثرات از حد سنجیدگی کا روپ
اختیار کر گئے تھے۔

ضرار کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ
کوئی لڑکی اس سے اس قدر بدتمیزی سے
پیش آ سکتی ہے۔۔

ضرار کو شروع سے ہی صنف نازک سے
کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ لڑکیوں سے ہمیشہ
محدود فاصلہ قائم کیے رکھتا تھا۔

ضرار کی خوبصورتی مشرق و مغرب کا حسین
امتزاج تھی۔ اس کی سحر انگیز جھیل جیسی
نیلی آنکھیں دیکھ کر کئی لڑکیاں اپنے دل
کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی طرف پیش
قدمی کر چکی تھیں۔۔

مگر ضرار ان لڑکیوں سے دوستی کرنا تو دور کی
بات انہیں آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی اپنی

توہین سمجھتا تھا۔ ایک دو لڑکیوں کو تو وہ
اس حرکت کی وجہ سے اچھی خاصی جھاڑ پلا
چکا تھا۔

اس کا لڑکیوں کے ساتھ اتنا روڈ اور خشک
رویہ دیکھ کر اب سمجھدار لڑکیاں اس سے
دو قدم دوری پر ہی چلتی تھیں۔ مگر حیا کی

طنزیہ باتوں نے اسے اس لڑکی کو سرد
نگاہوں سے بغور دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ناول ♦

محبت سے خدا تک کا سفر ♦

تحریر ♦

♦ مہوش صدیق

"جلدی۔ می۔ می۔ می۔" ضرار کو یوں ہی

بت بنے کھڑا دیکھ حیا نے اسے پھر سے

مخاطب کیا تھا۔

"اللہ۔۔۔۔۔ یہ لڑکی ایسے جان نہیں چھوڑے

گی۔" ضرار بگڑے تاثرات سمیت نفی میں

سر جھٹکتے نیچے جھکتا خود بھی اس کے ساتھ

نوٹس اٹھانے لگا تھا۔۔ ان کو ترتیب دیتے

ہوئے اس کا پارہ ساتویں آسمان کو

چھونے لگا۔

روشان جو کلاس روم سے باہر ضرار کو

دیکھنے کے لئے ہی آ رہا تھا اب اس کو

کسی لڑکی کے ساتھ زمین سے نوٹس

اٹھاتے دیکھ حیرت کے سمندر میں غوطہ

زن ہو گیا۔

مگر وہ وہیں کھڑے کھڑے آہستگی سے

مسکراتے اس کی ساری کاروائی سے

باقاعدہ محفوظ ہو رہا تھا۔

ضرار تو آج تک کسی لڑکی سے بات تک کرنا
اپنی توہین سمجھتا تھا اور کسی لڑکی کی طرف
دیکھنا تو پھر بہت دور کی بات تھی۔۔

روشان کو اس کی حالت سے صاف اندازہ
ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اس وقت بمشکل خود پر
ضبط کرتے اپنا کام کر رہا ہے۔۔۔۔۔ اس

کے ہونٹوں پر بے ساختہ شریر مسکراہٹ
رینگ گئی تھی۔

"اگر آپ اپنا دماغ استعمال کرتی تو ان کو
پن اپ کر لیتی۔۔ اس طرح نہ تو آپ کا
ٹائٹ ویسٹ ہوتا اور نہ ہی آپ میرا ٹائٹ
ویسٹ کرتیں۔۔"

ضرار نے طنزیہ لہجے میں گویا ہوتے سارے
نوٹس اکٹھے کر کے فائل اس کے ہاتھ میں
تھما دی تھی۔

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ بس ٹھیک ہے زیادہ بولنے
کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" حیا ڈھٹائی کی ہر
حد پار کرتے ہوئے عجلت بھرے انداز

میں میں بولنے لگی حالانکہ اس کو بھی اپنی
غلطی کا اندازہ بخوبی ہو چکا تھا۔

حیا کی بات پر ضرار کا منہ حیرت کے
مارے ادھ کھلا رہ گیا تھا۔۔ حیا نے اسے
ایسا محسوس کروایا جیسے کب سے وہ بول رہا
ہے اور وہ چپ سادھے اس کی ہر بات
سن رہی ہے۔

ایک تو اس نے اپنا ضروری کام چھوڑ کر
اس لڑکی کی مدد کی اور اوپر سے اس لڑکی
کے بدتمیزی نے اسے بری طرح سلگا کر رکھ
دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ ضرار اسے کچھ کہتا وہ
فائل ہاتھ میں لیے فوراً وہاں سے بھاگنے
کے انداز میں چلی گئی تھی۔

"چلی گئی ہیں وہ - ہ -" ضرار نا سمجھی اور
غصے سے بھرے تاثرات چہرے پر سجائے
ابھی زمین سے اٹھ ہی رہا تھا کہ اچانک
اسے اپنے قریب سے روشن کی مسکراتی
کم مگر جتنی آواز زیادہ سنائی دی تھی۔۔
"عجیب بدتمیز لڑکی تھی یار۔۔۔ ایک تو میں
اس کی مدد۔۔" ضرار روشن کو سلگتے ہوئے

لجے میں اس صورتحال کے بارے میں بتانا
چاہتا تھا مگر روشن اس کی بات مکمل
ہونے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

"ہاں.. ہاں.. میں دیکھ چکا ہوں سب
--"روشان کی دبی دبی مسکراہٹ ضرار سے
مخفی نہ رہ سکی اسی لئے اسے سخت گھوری
سے نوازنا ضروری سمجھا تھا۔ اس کے یوں

گھورنے پر روشن کا برجستہ قہقہہ فضا میں
بلند ہوا تھا۔

"شٹ اپ! روشن۔۔" ضرار نے اس کی
بولتی بند کروانے کی ناکام کوشش کی مگر
وہ اچھے سے جانتا تھا یہ ضرور اسے تنگ
کرے گا۔۔ وہ اس وقت سکائی بلیو ڈریس
شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہنے ہوئے حد

درجہ خوبصورت لگ رہا تھا اسکی اوشن بلیو
آنکھیں ماحول پر عجیب سحر طاری کر رہی
تھیں۔

"اوکے۔۔ اوکے ریلیکس۔۔ چلو یار دیر ہو
رہی ہے۔"

روشان نے اس کا موڈ بگڑتے دیکھا تو اسے

اپنے ساتھ لیے فوراً کلاس میں چل دیا

تھا۔۔



اذلان فریش ہونے کے بعد کافی دیر سے
روم میں ادھر ادھر بے مقصد گھوم رہا
تھا۔۔ مگر اسے کسی طور سکون نہیں مل رہا
تھا۔ اور نیند تو بالکل بھی نہیں آرہی
تھی۔ اسی لیے

وہ روم میں کچھ منگوانے کی بجائے سیدھا
کیفیٹیریا چلا آیا اور وہاں آتے ہی ریسٹورنٹ
کے ایک کارنر میں بیٹھ گیا تھا۔

"ہیلو۔۔! لسن۔۔" اذلان نے شستہ

انگریزی میں ویٹر کو بلایا اور پھر بلیک کافی
کا آرڈر دے دیا۔

"سر اور کوئی اسنیکس وغیرہ۔۔۔؟؟؟"۔ ویٹر
نے اسے پروفیشنل انداز میں پوچھا اور پھر
اسے بغور دیکھتے پہچاننے کی سعی کرنے لگا
تھا۔

اذلان اس وقت بلیک ٹراؤزر شرٹ کے
ساتھ اس سادہ سے حلیے میں بھی غضب

ڈھاتے ہوئے ماحول پر اپنا ایک الگ ہی

فسوں قائم کر رہا تھا۔

وہ یہاں موجود باقی سب لوگوں سے زیادہ

چارمنگ اور منفرد لگ رہا تھا۔ سر کے گیلے

بالوں کو جیل سے اچھی طرح سیٹ کیے

ہوئے وہ اسوقت نظر لگ جانے کی حد تک

حسین لگ رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! یو آر اذلان شاہ۔۔ فرام

پاکستان۔۔ اوہ مائی گاڈ۔۔ ان بلیو ایبل۔۔"

ویٹر اسے پہچان لینے کے بعد گرمجوشی کا

بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی ٹیبل

کے دو قدم مزید نزدیک آگیا تھا۔۔

"یس۔س۔" اذلان اس کے پر جوش انداز

پر خوشدلی سے مسکرا دیا تھا۔

"اذلان سر! آئی وان آ سیلفی و دیو

پلیز۔ ز۔ ز۔۔"

ویٹر خوشی کے مارے اپنے احساسات بیان

نہیں کر پا رہا تھا۔ اذلان کے مسکرا کر

اثبات میں سر ہلانے پر ویٹر نے جلدی

سے اپنا موبائل نکالا اور پھر اس کے ساتھ

کھڑے کھڑے سیلفی لینے میں محو ہو گیا
تھا۔۔

اذلان تھوڑی دیر کے لئے اپنا غم بولتے
اس ویٹر سے خوشدلی سے بات کرنے لگا
تھا۔۔ ویٹر دو چار سیلفی لینے کے بعد حقیقی
مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کا آرڈر
لینے کے لیے وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد اذلان پھر سے

اپنے اسی خول میں چلا گیا۔

دو ہفتے پہلے عاصمہ بیگم اذلان سے اس کی

شادی کی بات کر رہی تھی اور وہ مذاق

سمجھ کر انہیں ٹال رہا تھا۔

اسے ہرگز نہیں پتا تھا اسکا یہ مذاق اتنی

جلدی سچ ہو جائے گا۔ اس کے ذہن کے

پردے پر دو ہفتے پہلے کا منظر عکس بن کر
لہراتا دکھائی دیا۔۔

اذلان معمول کی جوگنگ کے بعد فریش
ہونے چلا گیا۔۔ اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ
ناشتے کیلئے نیچے لاؤنج میں آ گیا۔۔ سکندر
صاحب اور عاصمہ بیگم کے ساتھ آہل اور

عینی کو بھی جاگتا دیکھ کر اس کا چہرہ خوشی
کے مارے کھل اٹھا۔

"ارے! یہ بچے کیسے اتنی صبح صبح اٹھ
گئے۔؟" اذلان سکندر شاہ کو سلام کرنے
کے بعد عاصمہ بیگم کے پاس آ گیا۔ اور ان
کی گود میں کھیلتی عینی کو پکڑنے لگا جو اس

وقت ان کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں
کرنے میں مصروف تھی۔

اذلان اسے گود میں بٹھاتے لاڈ سے اس
کے گلابی رخساروں پر محبت بھرا بوسہ دے
رہا تھا۔

سکندر شاہ نے اخبار پڑھتے اسے سر اٹھا کر
ایک نظر دیکھا اور پھر اس کے سلام کا

جواب دینے کے بعد پھر سے اخبار پڑھنے
میں مصروف ہو گئے۔

"اذی انکل! میں جب عینی سے بات کرتا
ہوں۔۔ تو یہ مجھے صحیح سے جواب ہی نہیں
دیتی۔۔ بس اوں آں کرتی رہتی ہے۔۔ پتا
نہیں کیا بولتی ہے؟ کیا یہ بڑی ہو کر بھی

ایسے ہی بات کرے گی۔۔؟ مجھے تو اس

کی بالکل بھی سمجھ نہیں آتی۔۔۔"

آحل نے منہ بسورتے اذلان کو عینی کی

شکایت لگائی کہ وہ اس سے باتیں نہیں

کرتی۔۔

آحل کی بات پر لاؤنج میں موجود سکندر شاہ
اور عاصمہ بیگم سمیت اذلان کو بھی ہنسی آ
گئی تھی۔۔

"وہ اس لیے۔۔۔ کیوں کہ میرے ہیرو

ابھی تو وہ بہت چھوٹی^ط ہے نا۔۔"

"اس لیے ایسے بات کرتی ہے۔۔ عینی بھی

جب تھوڑی اور بڑی ہو جائے گی نا۔۔ تب

وہ بھی بالکل آپکی طرح ہی بات کرے
گی۔۔۔"

اذلان عینی کے ساتھ ساتھ آحل کو بھی
اپنے ساتھ لگائے خود بھی بے تکلف انداز
میں نیچے بیٹھ گیا تھا۔ اور اب وہ تینوں اکٹھے
قالین پر بیٹھے مختلف کھلونوں کے ساتھ
کھیل رہے تھے۔

اذلان کا فیورٹ ہابی اپنے کام سے فارغ ہو
کر بچوں کے ساتھ وقت گزاری کرنا تھا۔
اس کو بچے بے انتہا پسند تھے۔ وہ بچوں
کے ساتھ بالکل بچہ بن جاتا اور کبھی کسی
دوسری چیز کی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔
"کب تک دوسروں کے بچوں کے ساتھ
کھیلو گے۔۔ تم بھی شادی کر لو۔۔"

عاصمہ بیگم دل ہی دل میں اپنے اس
خوبصورت بیٹے کی بلائیں لیتی نرم لہجے میں
گویا ہوئیں۔

لائٹ گرے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اذلان
اس وقت اپنی بھرپور وجاہت سمیت شاندار
پرسنلیٹی کی عکاسی پیش کر رہا تھا۔ عاصمہ

بیگم کی بات پر اذلان انہیں ایک پل کیلئے
یک ٹک نگاہوں سے دیکھنے لگ گیا۔۔

"ناٹ اگین۔۔۔ ماما پلیز! آپ جانتی ہیں مجھے

ابھی شادی نہیں کرنی اور میرا دور دور تک

ایسا کوئی خیال بھی نہیں ہے۔۔"

اذلان نے بچوں کے ساتھ کھیلتے عاصمہ

بیگم کو پھر صاف انکار کر دیا تھا۔

"لیکن بیٹا۔۔! جب اپنے بچے۔۔" عاصمہ
بیگم نے اسے پھر سے سمجھانا چاہا مگر اذلان
نے ان کی بات بچ میں ہی اچک لی۔
"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ماما؟؟ یہ
سب بچے مجھے بہت عزیز ہیں۔۔۔" اذلان
کو عاصمہ بیگم کی بات ایک آنکھ نہ پائی
تھی۔

"میں جانتی ہوں۔۔ مگر تم بھی تو شادی
کرو نا! دیکھو عالیان اور زمل تم سے چھوٹے
ہیں۔۔ اور وہ ماشاء اللہ سے دونوں ماں باپ
بن گئے اور تم ابھی کے ابھی ویسے ہی
ہو۔۔"

"یہ میری تو سنتا نہیں۔۔ کم از کم آپ ہی
اسے کچھ سمجھا دیں۔۔"

عاصمہ بیگم نے بات کے دوران سکندر شاہ
کو بھی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالنے کا کہا۔۔

"اگ۔۔ کچھ کہا۔۔ ا۔۔ ا۔۔؟؟؟"

عاصمہ بیگم کی بات پر سکندر شاہ کے
چہرے کی ہوائیاں ایک دم اڑ گئی تھیں
جسے عاصمہ بیگم نے تو نہیں مگر اذلان نے
ضرور محسوس کیا تھا۔

سکندر شاہ نے عاصمہ بیگم کی کسی بات کا
کوئی جواب نہ دیا تھا۔

"اور ماما! ویسے بھی مجھے آپ کے جیسی

کوئی خوبصورت اور اچھی لڑکی ملی ہی

نہیں۔۔۔ جب کبھی ملے گی تب شادی

کرنے میں ایک منٹ کی بھی دیر نہیں

لگاؤں گا۔۔"

اذلان نے عاصمہ بیگم کی ٹینشن زائل
کرنے کے لیے بات کو مزاح کا رنگ دے
دیا تھا۔

"یہ تو تم مجھے پچھلے پانچ سالوں سے کہہ
رہے ہو۔۔" عاصمہ بیگم پر اس کی کسی
بات کا کوئی خاص اثر نہ ہوا تھا۔

"اذی انکل کی وائف آئیں گی تو پھر اذی
انکل بھی ہمارے ساتھ نہیں کھیلیں
گے۔۔"

آحل نے انکی باتوں کے دوران اپنی دلیل
پیش کی۔ اس کی الگ ہی سائیکی تھی کہ
جس کی شادی ہو جائے پھر وہ بچوں کے
ساتھ نہیں کھیلتا۔

آحل کی بات پر اذلان کو اس پر بے

ساختہ پیار آیا تھا۔

"بس میرے شیر۔۔۔ اسی لئے تو انکل

شادی ہی نہیں کر رہے۔۔ کیونکہ ابھی

انکل کو عینی اور آحل کے ساتھ بہت سارا

کھیلنا ہے۔۔ ہے نا عینی۔۔۔؟"

اذلان نے آحل کو پکڑتے اسے گدگدی کرنا
شروع کر دی جس پر وہ قہقہہ لگاتے زور
زور سے ہنسنے لگ گیا۔

"سر! آپ کی بلیک کافی۔۔" ویٹر نے
مؤدب انداز میں اس کے سامنے تھوڑا جھک
کر کافی کا کپ رکھا۔ اس کی آواز نے اسے

گہری سوچوں سے نکال کر حقیقت کی دنیا
میں لاپٹھا تھا۔

اذلان اسے "تھینک یو" کہتے خالی خالی
نگاہوں سے اطراف میں دیکھنے لگا۔ جیسے
جیسے وہ گرما گرم کرڑی کافی کے گھونٹ
حلق کے اندر اتار رہا تھا اس کے اندر کی

اذیت کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ رہی
تھی ۔



زینب نیند سے جاگی تو جگمگ کرتی اندھا
دھندلائس کی وجہ سے اس کی آنکھیں

ایک پل کیلئے چندھیا سی گیئیں تھیں۔

اس نے جلن کے احساس کی وجہ سے فوراً
اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

اس کا سر عجیب بھاری پن کا شکار ہو رہا

تھا۔ زینب نے بیڈ سے اٹھنے کی ناکام

کوشش کی تھی مگر نقاہت کے باعث اٹھ

نا سکی۔۔

اب وہ اپنا سر نرم گداز تکیے پر رکھے ڈھنے

کے انداز میں پھر سے لیٹ گئی۔ وہ یونہی

لیٹے لیٹے اپنے ہاتھوں کے پوروں سے

چکراتے سر کو دبانے لگ گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں اس کے حواس بحال

ہوئے تو اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے

میں پایا۔ اس کی آنکھیں حیرت کے مارے
کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

اسے اپنے ذہن کے پردے پر فوراً وہی
منظر عکس کی صورت میں لہراتا دکھائی دیا
جب اس نے اذلان کی آنکھوں میں اپنے
لیے نفرت آمیز سرخی کے ڈورے دیکھے اور
پھر کچھ ہی پلوں میں ان کی تاب نہ لاتے

ہوئے وہ وہیں بے ہوش ہو کر نیچے گر گئی۔

"م۔۔۔ مجھے کمرے میں کون لایا؟؟ اور باقی سب کہاں ہیں۔۔۔؟" خالی کمرے کو منہ چڑاتا دیکھ بالآخر وہ اپنی ہمت مجتمع کرتے ہوئے اٹھی اور واش روم میں فریش ہونے کے لئے چلی گئی۔

کافی دیر پانی کے چھینٹے منہ پر مارنے کی
وجہ سے وہ اب خود کو پہلے کی نسبت کافی
بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اس نے اپنے
ملجگے حلیے کو ایک نظر آئیے میں دیکھا تھا۔ وہ
ابھی تک اسی سرخ عروسی جوڑے میں
ملبوس تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ڈریسنگ روم سے اپنا کوئی
لائٹ سوٹ نکالتی خود کو اس بھاری جوڑے
کی قید سے آزاد کر چکی تھی۔ اس کا ذہن
ان گنت سوچوں کے بھنور میں پھنس چکا
تھا۔۔

اس کا مستقبل کیا ہو گا۔۔؟

کیا کوئی اس کی بات پر یقین کرے

گا۔۔؟

اور اذلان کیا وہ۔۔؟؟

ان سب سوالات کو سوچتے اس کی آنکھیں

لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔۔ اب وہ اپنا

سر تھامے کچھ وقت کیلئے اس سب

صورتحال کو بھول جانا چاہتی تھی کیونکہ یہ

سب سوچتے سوچتے اس کا سر پھر سے
دکھنے لگ گیا تھا۔



"السلام علیکم زیان!" جے ڈی نے فون
ریسیو ہوتے دیکھ عجلت بھرے انداز میں
سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام! ہاں جے ڈی بولو۔۔۔"

زیان طائرانہ آس پاس نگاہ گھماتے کمرے
سے ملحق ٹیرس پر آگیا۔

"آپ کب تک واپس آرہے ہیں
--؟" جے ڈی نے اس کی واپسی کے
متعلق دریافت کیا تھا۔

"کیوں! کیا ہوا سب خیریت تو ہے
نا۔۔؟ مشن تو جاری ہے نا؟" زیان لمحے بھر
کو ٹھٹھک سا گیا۔

"جی۔۔ کام تو جاری ہے۔۔ مگر اب حالات

تھوڑے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہے ہیں

۔۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ بھی یہاں

واپس آجائیں۔۔ پھر ہم مل کر کوئی اور

پلان بناتے ہیں۔۔" جے ڈی نے اسے

معاملے کی سنجیدگی سے آگاہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ ہمیں آنا تو تھوڑے دن بعد تھا۔۔ لیکن اب اگر حالات ایسے ہیں تو میں اپنے باقی کے سارے پلان کینسل کر دیتا ہوں اور ہم فوراً نکلتے ہیں یہاں سے۔۔"

زیان کی واپسی کی خبر سنتے ہی جے ڈی نے بھی بلاآخر طمانیت سے بھرا سانس فضا میں خارج کیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر۔۔ باقی کی بات مل کر
ڈسکس کریں گے۔۔" زیان کے چہرے پر
فی الوقت گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔
"میم تو ٹھیک ہیں نا۔۔؟" زیان جو فون
واپس رکھنے ہی والا تھا کہ اچانک کچھ یاد
آنے پر جے ڈی سے کسی کی خیریت
دریافت کرنے لگ گیا۔

"جی وہ تو ٹھیک ہیں۔۔ مگر اس خبیث
کے ارادے مجھے بالکل بھی ٹھیک نہیں
لگ رہے۔۔ اسی لیے تو میں نے آپ کو
انفارم کرنا ضروری سمجھا۔۔" جے ڈی کی
وضاحت سنتے ہی زیان کو شدید غصے نے
آن گھیرا تھا۔

"اب اس کی خیر نہیں۔۔۔ پہلے ہی اس
کی وجہ سے بہت بھاری نقصان برداشت
کر چکے ہیں ہم۔۔ مگر اب معاملہ ہاتھ سے
نکل چکا ہے۔۔ اب ہم اسے بالکل نہیں
چھوڑیں گے۔۔" زیان کی شدید غصے کے
عالم میں رگیں اوپر کو تن کر پھول چکی
تھیں۔

"جی بالکل۔۔ میں جتنی مشکل سے اس
خبیث کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں نا۔۔۔ وہ
میں ہی جانتا ہوں۔۔ میرا تو دل کرتا ہے
اس کا وہیں کھڑے کھڑے حشر نشر کر
دوں۔۔"

مگر کیا کروں مجبوری ہے۔۔ مشن بھی تو
مکمل کرنا ہے۔۔ بس اسی لیے خاموش ہو
جاتا ہوں۔"

جے ڈی نے ضبط کے چکر میں اپنے
دوسرے ہاتھ کی مسٹھی کو سختی سے آپس
میں بھینچا۔ اس کے چہرے کے تاثرات

اس وقت کسی کو بھی کچا چبا جانے کے

مترادف تھے۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ یہ بہت مشکل کام

ہے۔۔۔ مگر تم ہمارے سب سے بہادر

آفیسر ہو جے ڈی۔۔۔ ہمیں تم پر پورا اعتماد

ہے۔۔۔" زیان نے اس کی ہمت کی تعریف

کی اور تھوڑا صبر سے کام لینے کی تلقین
بھی کی تھی۔

"میڈم کے لئے تو میں کچھ بھی کر سکتا
ہوں آخر کو ان کا ہمارے ساتھ رشتہ ہی
ایسا ہے۔۔۔ اگر اس سب میں مجھے اپنی
جان بھی قربان کرنی پڑی تو آرام سے کر
سکتا ہوں۔۔۔" جے ڈی نے گہرا سانس

بھرتے پھر سے اپنے عزم کا اعادہ کیا
تھا۔۔

"اوکے ڈیٹس گڈ۔۔۔ میں بھی آنے کی
تیاری کرتا ہوں تب تک تم وہاں سب کچھ
سنجھانے کی کوشش کرو۔۔"

زیان نے اسے معاملہ سنجھانے کا عندیہ دیا
تھا وہ خود بھی معاملے کی سنجیدگی تک پہنچ

چکا تھا۔ کیونکہ جے ڈی ہر معاملہ اپنے
طریقے سے حل کر لیتا تھا مگر اب حالات
اس کے کنٹرول سے باہر ہو رہے تھے۔
"اللہ حافظ۔۔" جے ڈی نے فون ڈسکنیکٹ
کر کے اپنی پاکٹ میں رکھا اور خود اگلا لائحہ
عمل طے کرنے کیلئے آگے بڑھ گیا۔۔



"بھابی! اب کیسی طبیعت ہے
آپکی۔۔؟" زمل نے انگلی کی نوک سے
کمرے کا بند دروازہ ناک کرتے اندر آنے
کی اجازت مانگی تھی۔ دروازہ کھلنے پر زمل
خوشدلی سے مسکراتے ہوئے اس کی
خیریت دریافت کرنے لگی۔

"ج-ج-ج-جی۔۔ میں ٹھیک ہوں

۔۔" زینی نے بمشکل ہکلائے کے انداز میں

اس کے سوال کا جواب دیا تو زمل حیرت

انگیز کیفیت میں گھری اس کی سرخ

آنکھوں کو دیکھنے لگی تھی۔

زینی اس وقت ہلکے فیروزی رنگ کی پاؤں

تک آتی سادہ فراک زیب تن کیے اک اپسرا

لگ رہی تھی۔ اس کا میک اپ سے عاری
چہرہ اس کو حسین اور جاذب نظر بنا رہا تھا۔
وہ اپنے گیلے بالوں کو ٹاؤل میں لپیٹے زل
کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ نروس
انداز میں بار بار اپنے ہاتھوں کو مسل رہی
تھی۔۔۔ چہرہ ہنود شرمندگی کے مارے نیچے
جھکا ہوا تھا۔

"بھابھی! آپ نے تو کل مجھے ڈرا کر ہی
رکھ دیا۔ کل جب اذلان بھائی آپ کو اسٹیج
سے کمرے میں لائے۔۔۔ تو میں نے دیکھا
آپ کے ہاتھ اور پاؤں اس قدر ٹھنڈے پڑ
چکے تھے کہ۔۔۔۔۔"

"اگ۔ کون لایا تھا۔۔ مجھے کمرے میں
۔۔؟" زینی غیر یقین انداز میں گھری فوراً
بول اٹھی۔۔

"اذلان بھائی۔۔۔ اذلان بھائی لائے تھے
آپ کو کمرے میں۔۔" زمل اس کی حالت
سے بے نیاز اپنی ہی دھن میں مگن بولے
جا رہی تھی۔

"ارے۔۔ آپ مجھ سے نروس کیوں ہو رہی

ہیں۔۔۔؟ ریلیکس پلیز!!!!"

دیکھیے گا۔۔ آپ کی اس گھر میں سب

سے پہلی دوستی مجھ سے ہی ہوگی۔۔ کیونکہ

میں فرینڈز بنانے میں ماہر ہوں۔۔" زمل

نے اس کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے

اسے تھوڑا ریلیکس کرنے کی کوشش کی
تھی۔

"عینی کہاں ہے۔۔۔؟" زینی نے بھی اس
کی مسکراہٹ کے جواب میں اب نرم لہجے
میں گویا ہوئی تھی۔

"اس وقت وہ اپنے بابا کے ساتھ ہے۔۔
میں ابھی ان کی پیکنگ کر کے آرہی

ہوں۔ ابھی واپس جا کر باقی سب کی بھی
پیکنگ کرنی ہے۔۔

زل نے منہ بسورنے کے انداز میں بتایا
تھا۔

"کیونکہ زیان صاحب نے نیا شوشہ چھوڑ دیا
ہے اور باقی سب بھی ان کے ساتھ ہی
تیار ہو گئے کہ چلو سبھی چلتے ہیں۔۔"

زلزلان اسٹاپ بولے جارہی تھی ۔ سب
کی پیکنگ کاسن کر زینی کا چہرہ ایک دم
لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"م۔م۔ مطلب۔۔" زینی کا چہرہ اس کے
اندر کی حالت صاف بتا رہا تھا۔

"ہاں یار! وہ زیان کو آفس کا کچھ ارجنٹ
کام آگیا۔۔ اس لیے انہوں نے مجھے بھی
ساتھ چلنے کو کہا۔۔"

"میں نے عالیان بھائی اور بھابھی سے
بات کی کہ میں واپس جا رہی ہوں۔۔ تو
میری بات سن کر وہ لوگ بھی واپسی کے
لئے ریڈی ہو گئے۔۔"

"ہم لوگ ماما بابا کے روم میں گئے وہاں
عفان بھائی ان کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں
نے ہمارا پلان سنا تو انہوں نے کہا۔۔ چلو
ہم سب آج کی فلائٹ سے واپس چلتے
ہیں۔"

"بس اسی وجہ سے اب رات کو ہم سب
کی فلائٹ ہے۔۔"

"مگر آپ ٹینشن نہ لیں آپ اور اذلان بھائی

جب تک یہاں رہنا چاہیں رہ لیں۔۔۔ بعد

میں آجائے گا۔۔۔"

زل نے سارا پلان بتاتے ہوئے آخر میں

چھیڑنے کے انداز سے اس کے کاندھے

سے اپنا کاندھا مس کیا۔۔۔

زینی کو لگا زل بھی بالکل اس کے جیسی
ہی ہے کیونکہ وہ بھی اسی کی طرح فرفر
بولتی، ہنستی اور مسکرا رہی تھی۔۔ وہ خود بھی
سارا دن شور مچاتے ہوئے گھر سر پر
اٹھائے رکھتی تھی۔۔ اور ماما بابا۔۔۔۔۔
ماما بابا کا سوچتے ہی زینی کو پھر سے ان کا
آنسوؤں سے بھیگا چہرہ یاد آ گیا تھا۔

"اچھا! آپ اپنا خیال رکھیے۔۔ ناشتہ میں
نے آرڈر کر دیا ہے۔۔ اور آپ یاد سے ناشتہ
کے بعد میڈیسن بھی لے لینا۔۔ باقی سب
بھی یہاں آپ کی خیریت معلوم کرنے
آتے ہوں گے۔۔"

زل نے اس کو اپنا خاص خیال رکھنے کی
تاکید کی تھی۔

"جی ٹھیک ہے۔۔" زمل کی ساری باتوں
کے جواب میں وہ بس اتنا ہی کہہ سکی
تھی۔

"آپ ماشاء اللہ بہت معصوم ہیں
بھابی! ٹینشن نہ لیں اذلان بھائی کا رویہ
بھی آپ کے ساتھ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو
جائے گا۔"

"ان کے رویے سے دلبرداشتہ نہ ہوئے
گا۔۔ اگر کوئی کبھی کچھ کہے تو مجھے یا پھر
اما اور بابا میں سے کسی کو کہیے گا۔۔ پھر
چاہے وہ اذلان بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔۔
بابا جان فوراً سب کو درست کر دیں
گے۔۔"

زل نے مسکراتے ہوئے ماحول کو لائٹ
کرنا چاہا۔ زینی نے بھی ہلکا سا مسکراتے
اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ اس لاابالی سی لڑکی کو دیکھنے لگی جو
دیکھنے میں تو لاپرواہی دکھائی دے رہی تھی
مگر تھی بہت ہی سمجھدار۔۔

وہ فوراً ہی زینی کے تاثرات سے اس کے
دل کی بات جان گئی تھی۔

"اوکے! ہم پھر آئیں گے سب کے
ساتھ۔۔ ابھی تھوڑی تیاری بھی کرنی
ہے۔۔" زمل عجلت میں کہتے ہوئے بیڈ
سے اٹھی اور اس سے مصافحہ کرنے کے
بعد وہاں سے چلی گئی تھی۔

زل کے جانے کے بعد وہ دھیمی چال چلتے
ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی اور اپنے
لمبے اور گھنے سلکی بالوں میں ہمیئر برش
کرنے لگی تھی۔ بالوں کو سیٹ کرنے کے
ساتھ ساتھ یہ بھی سوچنے لگی تھی کہ اگر
باقی سب بھی یہاں سے چلے گئے تو پھر

اذلان اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے

گا۔؟

کیسے وہ اکیلے اس کا سامنا کر پائے گی۔؟

اپنی محبت کی آنکھوں میں اپنے لیے اتنی

نفرت دیکھنا کیا میں سہ پاؤں گی۔؟

زینی کے دل سے کئی آوازیں سوال بن کر

ابھر رہی تھیں۔

کیا وہ اذلان سے اپنی بات کہہ پائے گی۔؟

کیا اذلان اس کی بات سنے گا۔؟

یا پھر وہ بھی باقی سب کی طرح اس پر

بھروسہ نہیں کرے گا۔؟

کیا وہ بھی باقی دنیا کی طرح اس کی بات

سن کر بھی اسے ہی گنگار سمجھے گا۔؟

کیا کسی سے محبت کرنا غلطی ہے۔؟

کیا محبت کا جرم سرزد کرنے کی سزا اسے
اس کے ماں باپ کی دوری کی صورت میں
بھگتنی پڑے گی؟

یہ سب باتیں سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں
میں ڈھیروں پانی اشکوں کی صورت میں
بہنے لگا تھا۔

تجھی اسے ویٹر کے دروازہ ناک کرنے کی
آواز آئی۔ ویٹر نے مؤدب انداز میں آگے
بڑھتے ہوئے ناشتے کی ٹیبل سیٹ کرنی
شروع کر دی تھی۔ ویٹر ناشتے کی ٹیبل
سلیقے سے سیٹ کرنے کے بعد فوراً وہاں
سے چلا گیا تھا۔

اس نے بمشکل ایک ٹوسٹ زیر مار کرتے
ہوئے اپنے حلق کے اندر اتارا۔ اس کا گلا

اس وقت زندہ ہوا لگ رہا تھا۔ اور پھر وہ
میڈیسن اٹھا کر ایک گلاس پانی کے ساتھ
گلے کے اندر اتارنے لگ گئی تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی گھر کے سبھی افراد اس
سے ناشتے اور میڈیسن کا پوچھیں گے اس

لیے وہ بادل ناخواستہ ناشتہ کرتے ہوئے
میڈیسن لینے لگی۔

ناشتہ کر چکنے کے بعد اب اس کے قدم
اپنے ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھنے
لگے تھے کیونکہ باقی سب کے روم کا تو
اس کو پتہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے وہ

یہاں سے سیدھا ابراہیم صاحب اور سارہ
بیگم کے کمرے کی طرف چل دی تھی۔



روڈ پر تیزی سے دوڑتی لال رنگ کی آسٹن

مارٹن اور اس میں بیٹھے دونوں نفوس اپنی

اپنی سوچوں میں گم تھے۔

کار ڈرائیو کرتا زمان بار بار اذلان کی طرف

دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ اس سب سے بے

نیاز ونڈ اسکرین کے پار کے مناظر دیکھنے

میں محو تھا۔ یا پھر ایسا صرف پوز کر رہا تھا۔

اس کے اندر ایک عجیب سی سرد جنگ
جاری تھی۔ اسی لیے اس نے صبح ہوتے
ہی زمان کو میسج کیا کہ اسے زیورچ لیک کی
طرف جانا ہے تاکہ وہ کچھ بہتر محسوس کر
سکے۔ وہ اس ٹینشن بھرے ماحول سے کچھ
دیر کے لیے دور چلے جانا چاہتا تھا۔

"او کے سر۔۔" اذلان کا میسج ملتے ہی زمان

مستعدی سے ریڈی ہونے لگا تھا۔ وہ اپنی

معمول کی روٹین کے باعث جلدی اٹھ چکا

تھا۔ کچھ ہی دیر میں ریڈی ہونے کے بعد

اب وہ اذلان کے ساتھ زیورچ لیک کی

طرف جا رہا تھا۔

"سر۔۔ آج آپ جم نہیں گئے۔۔؟" زمان

نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے سوال

پوچھا مگر اس کا اگلا جواب سن کر وہ خود

بھی لب بھینچ کر رہ گیا تھا۔

"نہیں یار۔۔ آج بالکل بھی دل نہیں کر رہا

تھا۔۔" اذلان کے ہر رنگ اور انداز سے

ادا سی اور مایوسی واضح جھلکتی نظر آرہی
تھی۔۔۔۔

اذلان کا یہ رنگ و روپ زمان کے لئے
بہت نیا تھا۔ اس نے آج تک اس کا یہ
روپ نہیں دیکھا تھا اسی لئے تو وہ اتنی
آسانی سے ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔

زمان کے ذہن کے پردے پر کچھ دن پہلے
کا منظر ابھرا اور وہ اس دن کو یاد کرتے
ہوئے ماضی میں کہیں کھوسا گیا۔

خوبصورت ماڈل کی سفید کار جیسے ہی سکندر
پیلیس کے گیٹ پر آ کر رکی۔ مین گیٹ پر
مامور سکیورٹی گارڈز نے اسے دیکھتے ہی
گیٹ کھول دیا شاید وہ مقابل کو اچھی طرح

جانتے تھے۔ اس لیے بنا اجازت لیے ہی وہ
گیٹ کھول چکے تھے۔

کار چلتی ہوئی پارکنگ لاٹ میں آکر رکی۔
جہاں پہلے سے ہی تین چار رنگارنگ گاڑیاں
موجود تھیں۔

اب وہ بھی اپنی گاڑی پارک کرتا ہوا ایک
وسیع راہداری کو عبور کرتے ہوئے لان کی

جانب گیا جہاں مالی کھڑا پودوں کی کانٹ

چھانٹ میں مصروف تھا۔

زمان ان سے مصافحہ کرنے کے بعد آگے

بڑھا۔

وہ اس گھر کے ہر ملازم سے بخوبی واقف

تھا اور سب کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔

یہ اس کے روز کا معمول تھا وہ ہر ایک
ملازم کو اس کے کام کا بتا کر اس کا
کام چیک کیا کرتا تھا۔

خوبصورت لان رنگ برنگے پھولوں سے سجا
ہوا تھا۔ لان کے وسط میں لوہے کی
کرسیاں اور گول میز رکھا ہوا تھا۔ لان کے
دونوں کناروں پر سنگی بینچ پڑے ہوئے

تھے جو اس کی خوبصورتی میں مزید رنگینیاں
بھر رہے تھے۔ وہ مین راہداری عبور کرتے
ہوئے بیک سائیڈ لان کی جانب آگیا جہاں
وسیع رقبے پر مشتمل ایک بہت بڑا سوئمنگ
پول تھا۔

اس کا پانی سردی کے باعث تھوڑا جامد
لگ رہا تھا۔ پول میں لگا خوبصورت نیلا پتھر

دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک بھرا
احساس بخشتا تھا۔ پول کے اطراف میں لگے
خوبصورت نیلے پیلے رنگ کے پھول آنکھوں
کو فرحت اور تازگی بھرے احساس سے دوچار
کر رہے تھے۔

زمان سوئنگ پول کے ملازم کو کچھ ضروری
ہدایات دینے کے بعد بیک ڈور سے ہوتا ہوا

ایک جم خانے میں داخل ہوا جہاں اذلان

اپنی روزمرہ کی ایکسرسائز کرنے میں

مصروف تھا۔

اس کے ماتھے پر چمکتا پسینہ اور پیشانی پر

بے ترتیب انداز میں بکھرے بال اس بات

کا واضح ثبوت دے رہے تھے کہ اذلان

کافی دیر سے جم خانے میں موجود اپنی ریکولر
ایکسر سائز کرنے میں مصروف ہے۔۔۔۔۔
"سر آپ تھکتے نہیں ہیں روز اتنی ایکسر سائز
کرتے ہوئے؟؟" زمان نے اندر آتے ہی
پوچھا۔ اذلان کے چہرے پر ہلکی سی
مسکراہٹ در آئی تھی۔

"نہیں یار۔۔ اگر میں ایکسپریس سائز نہ کروں تو

مجھے ایسے لگتا ہے کہ میرا دن ہی نہیں

شروع ہوا۔۔" اذلان نے آہستگی سے

مسکراتے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

"سر! آپ کا جوس نہیں آیا ابھی تک

۔۔؟" زمان نے اطراف میں نگاہ گھما کر

ٹریڈ مل پر چلتے ہوئے اذلان سے پوچھا وہ

اس وقت جوگنگ سوٹ میں ملبوس ٹریڈ مل
پر مسلسل دوڑ رہا تھا۔ اس کا چوڑا سینہ
اس کی کشادہ پیشانی اور اس کی پیشانی پر
بکھرے سلکی بال اس کو جاذب نظر بنا
رہے تھے۔

زمان اپنے ہینڈسم باس کو ایک نظر دیکھتا
دل ہی دل میں ان کی سلامتی کی دعائیں
کرنے لگا تھا۔۔

"آ جائے گا۔۔ لیکن یار تم تھوڑا لیٹ بھی آ
جاؤ تو کوئی بات نہیں کام چل جائے
گا۔۔"

زمان ہر روز اپنے مقررہ وقت پر سکندر پیلس
پہنچ جایا کرتا تھا۔۔۔ اب وہ ٹریڈ مل سے اتر
کر اس کے دیئے ہوئے ٹاؤل سے اپنا چہرہ
صاف کرنے لگا۔ اور پھر دائیں طرف موجود
خالی چئیر پر بیٹھ کر پانی پینے لگ گیا زمان
کی بات کے جواب میں اذلان کے چہرے
پر خوبصورت مسکان در آئی تھی۔

"نہیں سر۔۔ آپ جانتے ہیں مجھے وقت
کے پابند لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور یہ
سب میں نے آپ ہی سے تو سیکھا
ہے۔۔" زمان نے اذلان کو سراہتی نگاہوں
سے دیکھ کر اپنی بات کی وضاحت بھی کر
دی۔

"باقی سب چھوڑو! یہ بتاؤ بچے کیسے

ہیں۔۔۔؟" اذلان کو اپنی تعریف سننا پسند

نہیں تھا اس لئے اس نے فوراً بات کا رخ

ہی بدل دیا۔

"حاشر اور سحر تو بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔ اور

آپ کو یاد بھی بہت کرتے ہیں۔۔۔" زمان

نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اپنے بچوں کے

بارے میں بتایا تھا۔

"ہاں میں جلد ہی چکر لگاؤں گا اور ان سے

کہنا چاہو کہ ذرا سا بھی ٹائم ملا تو چاہو ضرور

ان کے پاس آئیں گے۔۔ اگر تم مجھے پہلے

بتاتے تو میں پہلے چکر لگا لیتا۔۔"

اذلان نے اسے مصنوعی غصیلا لہجہ اپناتے
تھوڑا گھرکا۔

"سر! میں اسی لئے آپ کو نہیں بتاتا آپ
ان کو اتنے گفٹس لے دیتے اور مجھے یہ
سب پسند نہیں۔۔"

زمان نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات مکمل
کی تھی۔

"اس کا مطلب تم مجھے اپنا نہیں
سمجھتے۔۔ تم سے تو اچھے وہ بچے ہیں جو
مجھے اپنا سمجھتے ہیں۔۔"

اذلان شاید آج اسے تنگ کرنے کے موڈ
میں تھا اس لئے بات کو طول دیے جا رہا
تھا۔

"نہیں سر۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔"

آپ پہلے ہی مجھ غریب پر بہت احسان کر

چکے ہیں۔۔ اور پھر مجھے اپنے ساتھ رکھ کر

اپنا سیکرٹری بھی بنا لیا ورنہ مجھ میں اتنی

قابلیت کہاں تھی۔۔"

زمان اپنے دل کی ہر بات اذلان سے شئیئر
کیا کرتا تھا۔۔ مگ اس بات کے جواب میں
اذلان نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا۔
"تم کتنے قابل ہو یہ میں جانتا ہوں یہ
تمہیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے
زمان۔۔!!"

اذلان نے زمان کی بات سن کر اسے فوراً
ڈانٹ پلا دی تھی۔ کیونکہ اسے زمان کا اپنے
آپ کو کمتر کہنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔
وہ شروع سے ہی ایسا تھا سب کا خیال
رکھنے والا، ہمیشہ ہر ایک کی مدد کرتا تھا،

لیکن کبھی کسی کو شو نہیں کرواتا تھا اور
نہ ہی اسے کبھی کریڈٹ لینے کا شوق رہا
تھا۔

اذلان کی بات سن کر زمان کے ذہن میں
فوراً اذلان کی کہی بات گونجنے لگی تھی۔
"ملازم بھی ہماری طرح انسان ہی ہوتے
ہیں۔۔۔ جب ہم کسی ملازم پر تشدد یا بدتمیزی

کر رہے ہوتے ہیں ہم اپنے اس روئے
سے خود کا بڑا پن ثابت نہیں کر رہے
ہوتے بلکہ ہم اس سے یہ ثابت کر رہے
ہوتے ہیں کہ ہم اپنے اخلاق میں ابھی
اس سے کتنے چھوٹے ہیں۔۔۔"

"خیر چلو! اب تم آج کی ساری میٹنگز اور

انسٹریوز فلکس کرلو۔۔۔ میں ذرا فریش ہو کر

آتا ہوں۔۔"

اب وہ فریش جوس پی کر جم خانے سے

باہر کی طرف چل دیا تھا جو ابھی ابھی ملازم

اس کو دے کر گیا تھا۔ زمان کی اسی وقت

کی پابندی کے باعث اذلان کو زمان کا یہ
انداز بہت پسند تھا۔

پچھلے کئی سالوں سے وہ اس کے ساتھ رہا
تھا۔ اور کسی بھی معاملے میں اس نے
کبھی بھی اذلان کو شکایت کا موقع نہ دیا
تھا۔

"کیا کر رہے ہو زمان۔۔؟ تمہارا دھیان
کدھر ہے۔۔ ابھی ایکسیڈنٹ ہونے لگا
تھا۔۔"

زمان جو کب سے اپنی سوچوں میں گم بے
توجہی سے کار چلا رہا تھا۔ اچانک اذلان کی
تیز آواز پر چونکتے ہوئے کار کے اسٹیرنگ

کو مضبوطی سے تھامے جلدی سے اسے قابو
کرنے لگا تھا۔

اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ اپنی مطلوبہ جگہ
زیورچ لیک پر پہنچ گئے تھے۔

اذلان چپ سادھے کار سے اترنا سوئٹزرلینڈ
کی خوبصورت جھیل کی طرف دھیمی چال
چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔

روز کی نسبت آج یہاں رش بھی نہیں تھا
اور شور شرابا بھی کم تھا یا پھر صبح کے
اوقات ہونے کی وجہ سے چہل پہل
تھوڑی کم تھی۔ اکا دکا لوگ بینچوں پر بیٹھے
خوش گپیوں میں مصروف تھے۔
جھیل کے ایک طرف گرل کے پاس کچھ
لوگ کھڑے جھیل میں تیرتی سفید بطخوں

کی ویڈیوز بنا رہے تھے۔۔۔ پانی میں رقص کرتی
بطخیں دیکھنے والوں کو قدرتی خوبصورتی کا اک
حسین منظر پیش کر رہی تھیں۔

درحقیقت یہ جھیل قدرت کا ایک حسین
شاہکار لگ رہی تھی۔

اذلان بھی چلتے ہوئے ایک طرف آ کر وہاں
موجود بنچوں میں سے ایک بیچ پر آ کر بیٹھ
گیا۔

سامنے ہی جھیل کے وسط میں ایک
فاؤنٹین بنا تھا میوزک کے ساتھ ساتھ اس
کا پانی بھی بار بار اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ اس
پانی کو دیکھتے ہوئے سب لوگ انجوائے کر

رہے تھے کچھ من چلے تو پانی کے ساتھ
ساتھ خود بھی ڈانس کر رہے تھے۔

کچھ دیر وہ ان خوبصورت مناظر کو خالی خالی
نگاہوں سے دیکھتا رہا تھا۔ دنیا کی کوئی بھی
چیز اس کا دھیان اس پریشانی سے ہٹا
نہیں پا رہی تھی۔

کار کو پارکنگ لاٹ میں کھڑا کر کے زمان
بھی اس کی طرف آیا تو سامنے بیٹھے اذلان
کو دیکھنے لگا جو اس وقت اپنی ساکت نگاہوں
سے پانی میں چلتی ہوئی بطخوں کو ہی دیکھ
رہا تھا۔

زمان اپنے باس کی یہ حالت دیکھ کر از حد
پریشان ہو رہا تھا۔ اذلان اس وقت کس

اذیت سے گزر رہا ہے یہ صرف دور کھڑا
زمان ہی محسوس کر سکتا تھا۔



"احد باقی پیکنگ تو مکمل ہو گئی ہے۔۔۔ آپ
کے لئے کونسی شرٹ نکالوں پہننے کے

لئے۔۔ "عظمت بیگم سوٹ کبھی میں اپنے
کپڑے اور دوسری کچھ اشیاء پیک کر رہی
تھی۔۔ انہوں نے بیڈ پر بیٹھے احد صاحب
کو مخاطب کیا جو اس وقت موبائل فون میں
محو کوئی ضروری ای میل سینڈ کر رہے
تھے۔

"ہاں۔۔ وہ بلیوچیک والی شرٹ نکال
دیں۔۔" احد صاحب نے موبائل فون سے
سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو اس وقت
مستعدی سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ تبھی
دروازہ ناک ہونے کی آواز پر انہیں زینی کی
دھیمی آواز سنائی دی تھی۔۔ وہ ان سے اندر
آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"ہاں میری جان! اندر آؤ۔۔ اب کیسی
طبیعت طبیعت ہے تمہاری؟" عظمت بیگم
اسے اپنے ساتھ لئے صوفے پر آ کر بیٹھ
گئی تھی۔ زینب کا چہرہ ان کچھ دنوں میں
بجھ سا گیا تھا عظمت بیگم کو اس کی فکر
لاحق ہو رہی تھی۔

"پھوپھو! میں ماما اور بابا کے روم میں گئی
تھی پر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔ ماما اور بابا
کہیں باہر گئے ہیں کیا؟"
زینی نے گھبراتے ہوئے اپنی تسلی کے
لئے پوچھا ورنہ خالی کمرہ اور کبڈ میں موجود
کپڑے نہ پا کر اس کے حواس شل ہو کر
رہ گئے تھے۔ وہ اس کمرے سے لمبے لمبے

دُک بھرتی سیدھی عظمت بیگم کے پاس آئی
تھی اس کی بات سنتے ہی ان کے چہرے
کا رنگ ایک دم متغیر ہو گیا تھا۔

"ہاں بیٹا! جب وہ تمہاری طبیعت خراب
ہوئی تھی نہ تب ادھر ہی تھے۔" عظمت
بیگم نے ہچکچاتے ہوئے بات کی تمہید
باندھنا شروع کی۔

"پھوپھو! اب کہاں ہیں وہ۔؟" زینی اپنی

اس بات کا جواب سننے کے لیے اپنے

کان بند کر لینا چاہتی تھی۔ اس کا دل

شدت سے چاہ رہا تھا۔۔ کاش وہ ایسے الفاظ

نہ سنے جو وہ سن نہیں سکتی تھی اور نہ ہی

سننا چاہتی تھی۔ اسی لیے وہ بنا پلکیں

جھپکائے عظمت بیگم کو ہی تکے جا رہی
تھی۔

احد انکل خاموشی سے ساری کاروائی دیکھ
رہے تھے۔

زینی کے اس قدر سنجیدہ تاثرات پر انہوں
نے بالآخر اپنی چپ کا روزہ توڑ دیا کیونکہ وہ
اپنی بیوی کا اڑتا رنگ فوراً دیکھ چکے

تھے۔ عظمت بیگم زینب سے بات تک

نہیں کر پا رہی تھی۔

"بیٹا! انہیں رات کو ہی کسی کام کے

سلسلے میں ارجنٹ کال آگئی تھی۔ یہاں

سے جانے سے پہلے وہ آپکے پاس گئے تھے

مگر آپ اسوقت سو رہی تھیں۔۔ اس لیے

انہوں نے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں

سمجھا۔۔۔"

احد انکل نے بلا تمہید بات کا آغاز کیا جس
پر زینب ایک پل کے لئے ساکت رہ گئی
تھی۔ اس کی آنکھوں میں چھپی نمی اس
کے رخساروں کو تیزی سے بھگونے لگی
تھی۔

آخر کو وہی ہوا تھا جس کا اسے ڈر تھا۔
وہ کسی سے بنا کچھ کہے منہ پر ہاتھ رکھتی
دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اور پھر
کمرے سے باہر آتے ہی اس کا ضبط
جواب دے گیا۔

وہ بے آواز روتے ہوئے اب اپنے قدم
کمرے کی جانب بڑھانے لگی تھی جہاں وہ
تھوڑی دیر پہلے موجود تھی۔

"آپ نے اسے کیوں بتایا۔۔ پہلے ہی وہ
بہت پریشان ہے۔ اب مزید اور پریشان ہو
جائے گی۔۔"

عظمت بیگم کا انداز بے بسی سموئے ہوئے
تھا۔

”عظمت! ایسی باتیں نہیں چھپتی۔۔ اور
ویسے بھی اب ہمیں تھوڑی دیر بعد زینی کو
بتانا ہی پڑتا تھا کیونکہ ظاہر سی بات ہے۔۔
ابھی نہیں پوچھے گی تو تھوڑی دیر بعد تو

اس نے پوچھنا ہی تھا کہ اس کے ماما اور

بابا اس وقت کہاں ہیں۔۔۔"

"اس لئے مجھے یہی مناسب لگا ابھی آہستہ

آہستہ سمجھ جائے گی۔ اور ویسے بھی

تھوڑی دیر بعد ہمیں بھی تو یہاں سے نکلنا

ہے اس لئے میں نے اسے بتا دیا۔۔ اب

زیادہ دیر یہاں رکنا مناسب نہیں لگتا۔

ابھی تھوڑی دیر ہم اس سے دوبارہ بعد ملنے
چلتے ہیں۔۔ پھر نکلتے ہیں یہاں سے۔۔"

احد انکل نے انہیں نرم لہجے سے رسان
سے سمجھایا جس پر وہ کچھ پل کے لیے
خاموش ہو گئیں تھی۔ کیونکہ وہ بھی جانتی
تھی یہی صحیح ہے مگر وہ کیا کرتی۔ ان سے

زینب کے آنسو کسی طور دیکھے نہیں جا

رہے تھے۔



زیورچ لیک پر اذلان نے تقریباً دو گھنٹے اسی
بینچ پر بیٹھ کر گزارے تھے۔ اس کے بعد
وہ زمان کو واپس

The Dolder Grand Hotel

جانے کے لیے کہہ کر دو قدم اگے آگے
چلنے لگا تھا۔ چہرے پر چھائی کچھ دیر پہلے

والی سنجیدگی پہلے کی نسبت اب تھوڑی کم
تھی۔

اذلان ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ
پر براجمان کار کے شیشے کے پار مناظر
دیکھنے میں محو تھا۔

"اذلان سر۔۔؟؟" کچھ ہی دیر بعد زمان نے
ڈرائیو کرتے ہوئے ہچکچانے کے انداز میں
اذلان کو مخاطب کیا۔

"ہمم۔۔" اذلان نے یک حرفی جواب دیا
تھا۔

"سر۔۔! وہ کافی میڈیا چینلز اور کئی
دوسرے جاننے والے لوگوں کے فون کالز

بار بار آرہے ہیں۔۔۔ وہ سب براہ راست آپ

سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"

زمان اذلان کے تاثرات جانچنے کی سعی کر

رہا تھا۔

"مجھے اس وقت کسی سے کوئی بات نہیں

کرنی۔۔۔ کسی کا بھی فون ریسیو نہ کرو۔۔۔"

اذلان نے سنجیدہ لہجے میں کہتے سرے سے
بات ہی ختم کر دی تھی۔

"سر! وہ کئی اینکروز کہہ رہے تھے کہ آپ
ایک آڈیو کلپ بھیج دیں۔۔ سوشل میڈیا پر
موجود فینز اور پبلک آپ کی شادی کے
بارے میں جاننا چاہتی ہے۔۔" زمان نے
نخل بھرے انداز میں لب کھلتے اپنے پی۔

اے کی ڈیوٹی بھی نبھانی چاہی تھی۔ کیونکہ
اسے ہر خبر کے بارے میں اذلان کو انفارم
کرننا ہوتا تھا۔

اذلان کی اچانک شادی کی خبر اس وقت
ٹویٹر پر ٹاپ ٹرینڈ بن چکی تھی۔
"زمانہ! ابھی اس بارے میں میں نے کچھ
نہیں سوچا۔ فی الوقت میرے لئے اس

پرابلم سے کیسے باہر نکلنا ہے۔۔ اس سے
زیادہ کچھ بھی ضروری نہیں ہے۔۔ کچھ بھی
نہیں۔۔ ڈویو انڈراسٹینڈ۔۔؟؟"

اذلان نے زمان کو سنجیدہ تاثرات سمیت
خشک لہجے میں جواب دیا تھا۔
"سر! اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں ہم؟
مجھے تو خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

زمان کا انداز بھی پریشان کن تھا۔

"میرا خیال ہے میڈیا کا سارا دھیان کسی

انٹرسٹ ڈویلپر اسٹوری کی طرف کنورٹ کرنا

ہو گا تاکہ اس ویڈیو سے ان کا دھیان بٹ

جائے۔۔"

"بس اب یہ سوچنا ہے کہ وہ کیا چیز ہے

جو پبلک کا دھیان اس ویڈیو سے بٹا کر

کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ کر

دے۔۔"

اذلان پر سوچ تاثرات سمیت موبائل پر
آنے والے دھڑا دھڑ کو منٹس کو اسکروں
کرتے ہوئے ایک نظر دیکھ رہا تھا۔

"سر! یہ تو واقعی کمال آئیڈیا ہے میں نے
اس بارے میں پہلے کیوں نہیں سوچا۔۔"

زمان اذلان کی بات پر اس کو سراہے بنا
نہ رہ سکا تھا۔ جس پر اذلان بنا کوئی تاثر
ظاہر کئے پھر سے اپنے دماغ پر زور ڈالنے
کی کوشش کرنے لگا تھا۔
"اور سر وہ ویڈیو۔۔" زمان نے کسی خدشے
کے پیش نظر بات ادھوری چھوڑ دی۔۔

"اس میٹر کو تو میں پہلے سے ہی دیکھ رہا ہوں۔۔" اذلان نے تھکے ماندے انداز میں موبائل فون آف کر کے سامنے ڈیش بورڈ پر واپس رکھ دیا تھا۔

"اوکے سر۔۔!" زمان اب تھوڑا پرسکون ہو گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کے موبائل کی رنگ ٹون نے ان دونوں کو اپنی طرف

متوجہ کیا تھا۔ زمان فون کو دیکھنے کے بعد
لب کھلتے اذلان کو گوگو کیفیت میں ہی
دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ اب کس کا فون ہے؟" زمان
کی سوچ کو پرکھتے ہوئے اذلان نے سنجیدگی
سے پوچھا تھا۔

"سر! وہ صوفیہ میڈم۔۔" زمان اپنی پیشانی

مسلتے دھیمے لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"فون ڈسکنیکٹ کر دو اس کا بھی۔۔ اس

وقت مجھے کسی سے بھی کوئی بات نہیں

کرنی۔۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔۔"

اذلان اپنے مخصوص انداز میں اپنے بالوں کو

ہاتھ سے پیچھے کرتے مضطربانہ انداز میں

گویا ہوا۔ جواباً زمان نے سر کو ہلکا سا خم
دیتے صوفیہ کا فون ڈسکنکٹ کیا اور پھر
موبائل اپنی پاکٹ میں واپس رکھ لیا۔
اب وہ اپنا سارا دھیان ڈرائیونگ پر مرکوز
کیے ہوٹل واپسی کے راستے پر تیزی سے
گامزن تھا۔۔

کار میں پھر سے خاموشی کا راج قائم ہو گیا
تھا۔ اذلان کی اس قدر گہری خاموشی کسی
بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی
تھی۔۔



داؤد آفندی خیر پختونخواہ کے ایک علاقے
ہری پور میں اپنی بیگم سکینہ کے ساتھ
رہائش پذیر تھے۔ اکلوتی اولاد کے اکلوتے
وارث ہونے کی وجہ سے ان کے زیادہ
رشتے دار بھی نہیں تھے۔ مگر ان کے
اخلاق اور اصولوں کی وجہ سے وہاں بہت
سے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ ان

کے دوست ان کی ایمانداری کی مثالیں
دیتے نہیں تھکتے تھے۔ انہوں نے بچپن
میں غربت کے ماحول میں پرورش پائی تھی
لیکن پھر انہوں نے اپنی انتھک محنت اور
لگن کی وجہ سے معاشرے میں اپنا ایک
منفرد مقام بنا لیا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں
دو بیٹے اسحاق ، ابراہیم اور ایک بیٹی عظمت
پیدا ہوئی۔ اسحاق تو اپنے بچپن سے ہی باپ
کے ساتھ کاروبار میں جت گیا
مگر ابراہیم کو پڑھنے لکھنے کا شوق تھا اس
لیے انہوں نے اپنی پڑھائی جاری رکھی۔

پہلے پہل تو داؤد آفندی چاہتے تھے کہ ان
کے دونوں بیٹے ان کا خاندانی کاروبار
سنجھالیں۔۔ مگر پھر ابراہیم کے شوق اور
لگن کے ہاتھوں انہوں نے ہمت ہاری اور
پھر انہوں نے ابراہیم صاحب کو پڑھنے
کے لیے کراچی بھیج دیا۔

جب انہوں نے شہر سے باہر پڑھنے کی
اجازت مانگی پہلے پہل تو وہ ٹال مٹول سے
کام لیتے رہے۔ مگر بعد میں سکینہ بیگم کی
درخواست پر انہوں نے ابراہیم صاحب کو
اجازت دے دی۔ اسحاق صاحب کی شادی
انہوں نے اپنی کاروباری دوست کی بیٹی

کے ساتھ کی تھی۔ اب ان کے بھی دو
بیٹے تھے۔۔

اور عظمت کی شادی بھی ان کے ایک
دوست کے بیٹے احد کے ساتھ ہی ہوئی
تھی۔ وہ لوگ اب سوئزرلینڈ میں مستقل
رہائش اختیار کر چکے تھے۔

اسحاق صاحب اپنے بیٹوں کے ساتھ وہیں
ہری پور میں ہی رہتے تھے۔۔ کئی بار ابراہیم
صاحب نے ان کے شہر میں رہنے کا پلان
بنایا مگر ان کو اپنے آبائی گھر ہری پور سے
بہت لگاؤ تھا

اسی لیے داؤد صاحب نے ابراہیم صاحب
کو ان کے کام کی وجہ سے شہر میں رہنے
کی اجازت دے دی۔

کیونکہ ان کو ہر آئے دن وہاں بھی چکر لگانا
پڑتا تھا اور یہاں بھی۔۔ اس چکر میں وہ
گھن چکر بن کر رہ گئے تھے اسی لئے وہ
بلاخر مستقلاً کراچی ہی شفٹ ہو گئے۔

کراچی میں ان کی شادی سارہ بیگم سے
ہوئی۔۔ پہلے پہل تو داؤد صاحب نے بہت
برا منایا تھا۔ مگر پھر سارہ بیگم جیسی نیک،
وفا شعار بہو دیکھ کر انہوں نے اپنا سارا
غصہ تھوک دیا اور پھر سکینہ بیگم اور داؤد
صاحب نے سارہ بیگم کو کھلے دل سے
قبول کیا۔

اس شادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد
سکینہ بیگم کو خالق حقیقی کی طرف سے
بلاوا آ گیا۔۔

داؤد صاحب سکینہ بیگم کی وفات کے بعد
اپنے بیٹے اسحاق صاحب کے ساتھ رہنے
لگے لیکن جب ان کا دل کرتا وہ کراچی

میں ان سے ملنے آ جاتے۔ سب اپنی اپنی
جگہ پر خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔۔

"بابا جان! آپ نے ابراہیم کو فون کر دیا
اور اپنی واپسی کا بتا دیا۔۔؟" اسحاق صاحب
اپنی بیگم کے ہمراہ بابا جان کے پاس آ کر
بیٹھ گئے تھے۔

جبکہ نوفل ایئر پورٹ پر سامان کی چیکنگ
کروا رہے تھے ان کے ساتھ ساتھ نوفل
بھائی کی بیوی ذمہ زواریہ بھی تھی۔۔ اور
نمیر اپنے چھوٹے بھتیجے شمس کو اٹھائے
ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا۔ وہ ساری فیملی
حج بیت اللہ کی سعادت کر کے اپنے ملک
پاکستان واپس آ رہے تھے۔ اسوقت وہ لوگ

جدہ ایئرپورٹ پر بیٹھے پلین کے ٹیک آف کا
انتظار کر رہے تھے۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔۔۔ ابھی کرتا
ہوں۔۔۔" بابا جان نے فون پاکٹ سے نکالا
اور ساتھ ہی ایک نمبر ڈائل کرنے لگے۔
"السلام علیکم! بابا جان کیسے ہیں آپ
سب۔۔۔؟" فون کے اسپیکر سے ابراہیم

صاحب کی مدہم آواز آئی جس میں شکستگی
کا عنصر بھی شامل تھا۔۔ بابا جان نے ایک
ابرو اچکاتے جواباً ان کی خیریت دریافت کی
تھی۔۔

"میں تو ٹھیک ہوں برخوردار۔۔! مگر تمہاری
طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔ سب
خیریت تو ہے نا۔۔؟"

ابراہیم صاحب بابا جان کی بات سن کر
بوکھلا سے گئے تھے۔

"ج۔ جی بابا جان۔۔! سب خیریت ہے۔۔
آپ لوگ کب تک واپس آرہے ہیں۔۔
پہلے تو آپ نے ویزا ایکسٹینڈ کروا لیا تھا
نا۔۔"

ابراہیم صاحب نے اب کافی محتاط انداز
اپنایا۔ وہ انہیں وہاں پریشان نہیں کرنا
چاہتے تھے۔۔ اس لیے اپنے جذبات یکسر
چھپا گئے۔۔

"ہاں۔۔۔ ہم لوگ اس وقت جدہ ایئرپورٹ
پر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔ ہم لوگ سوچ رہے
تھے پہلے تمہارے پاس کراچی آتے ہیں۔۔

پھر وہاں سے سارے اکٹھے مل کر ہری پور

چلیں گے۔۔ زینی واپس آگئی سوئٹزرلینڈ

سے۔۔؟"

"اب تو میں بھی بہت اداس ہو گیا ہوں

اس سے۔۔"

بابا جان نے زینی کا نام لے کر ابراہیم

صاحب کے سر پر پریشانی کا اک نیا بم

پھوڑ دیا تھا۔ اگر حالات کچھ اور ہوتے تو وہ
خوشی سے سرشار ہو جاتے۔۔ مگر ان
حالات میں واپسی اور اوپر سے زینب کا گھر
پر نہ ہونا ان کو مزید پریشانی سے دوچار کر
چکا تھا۔

"ج۔ جی بابا جان آپ کو ایئرپورٹ کب تک
لینے آؤں۔۔؟" ابراہیم صاحب نے خود کے

اعصاب پر قابو پاتے ذرا سنبھل کر گفتگو
جاری رکھی ۔

"ہاں۔۔ پانچ بجے تک آ جانا۔۔ تب تک
وہاں پہنچ جائیں گے۔۔ اسحاق پانچ بجے تک
ٹھیک ہے نا۔۔؟"

بابا جان نے انہیں اپنی فلائٹ کی ٹائمنگ
بتا دی۔

"جی ٹھیک ہے بابا جان۔۔ میں پہنچ جاؤں گا۔۔ باقی سب تو ٹھیک ہیں نا۔۔؟" ابراہیم صاحب نے اپنے آنے کا بتا کر باقی سب کی خیریت بھی دریافت کی تھی۔

"ہاں سب الحمد للہ ٹھیک ہیں۔۔ ہم فون رکھتے ہیں پھر اللہ حافظ۔۔" بابا جان نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔



"یار۔۔! کب تک پتہ چلے گا آخر یہ گھٹیا

حرکت کی کس نے

۔۔؟" ولید اپنے دوست کے گھر بیٹھا اس

سے کسی کام کا پوچھ رہا تھا۔ اس وقت وہ

بلیک پینٹ کے اوپر ڈارک ریڈ شرٹ پہنے

اچھا خاصہ غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔

اس کا لال بھبھوکا چہرہ اس کے اندر کا

صاف پتا دے رہا تھا۔

"یار تم ٹینشن نہ لو۔۔ ہم معاملے کی تہہ

تک پہنچ کر ہی دم لیں گے۔۔" انس پہلی

دفعہ اپنے دوست ولید کو اسقدر غصے میں

دیکھ رہا تھا اس لیے نرم لہجہ اپناتے اسے

رسان سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یار میرا دل کر رہا ہے۔۔ ابھی وہ شخص

میرے سامنے ہو اور میں اس کی ایک ایک

بوٹی اپنے ہاتھوں سے نوچ لوں۔ جتنا اس

نے میری فیمیلی کو ہرٹ کیا ہے نا تم

سوچ بھی نہیں سکتے۔۔!!"

ولی نے اپنی حالت سے انس کو آگاہ کیا
اس کا لہجہ انگریزی کے ساتھ ملتا جلتا
تھا۔۔ کیونکہ اسے یہاں شفٹ ہوئے کچھ
ہی دیر ہوئی تھی۔

اس لئے جب کبھی وہ اپنی رو میں بات کرتا
تو انگلش میں ہی بات کرتا تھا۔

انس اس کے ساتھ سوئزرلینڈ میں پڑھتا
تھا۔ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد وہ یہاں آ
کر اپنا ذاتی کاروبار کرنے لگا اس لئے اسے
ولی کی حالت کا بھی اندازہ تھا اور اس کی
ہر عادت کا بھی۔

وہ معاملے کی سنجیدگی اچھے سے سمجھتا تھا
ورنہ وہ جانتا تھا کہ ولی کو بہت ہی کم

غصہ آتا ہے اور جب اسے غصہ آتا ہے تو
وہ کسی سے بھی سنبھلتا نہیں ہے۔

ابھی ابھی اس کے چہرے کے تاثرات یہی
بتا رہے تھے کہ اگر اس کو اس بندے کا
پتہ چل جائے گا تو یہ اس کا حشر نشر
کرنے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں
لگائے گا۔

"یار ولی۔۔! میں دن رات اس بندے کے
پیچھے پڑا ہوا ہوں۔۔ مگر ابھی تک تو صرف
میری پتہ چل سکا ہے کہ یہ ویڈیو ایک نیوز
 چینل کے پاس آئی تھی وہیں سے سب
نے کاپی کی ہے۔۔"

"مگر وہ نیوز چینل والے کسی طور اپنا
سورس نہیں بتا رہے۔۔ میں جانتا ہوں

تمہارا زینی سے لگاؤ کتنا ہے۔۔ اس لیے
میں اس معاملے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں
برتوں گا۔۔"

انس نے اسے پانی کا گلاس بھر کر دیا
جسے پکڑ کر ولی ایک ہی جست میں پی گیا
تھا۔۔

سامنے موجود ٹیبل پر چائے اور باقی
اسٹینکس ویسے کے ویسے ہی پڑے تھے
۔ اس نے کسی چیز کو بھی ہاتھ تک نہ لگایا
تھا۔

"ٹھیک ہے یار۔۔ میں ابھی چلتا ہوں۔۔
لیکن مجھے جلد از جلد اس معاملے کی فائل
رپورٹ چاہیے۔۔ آخر کو میں بھی تو

جانوں۔۔ ہمارے خاندان کا ایسا کون سا
دشمن نکل آیا جس نے اپنی ہمت دکھانے
کے لیے یہ گھٹیا طریقہ استعمال کیا۔۔"

"تم دیکھنا میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔۔"

ولی نے اس سے اجازت مانگی اور اس
دشمن کو جاننے کے لیے اپنی کوششیں
مزید تیز کرنے کا کہا۔

انس نے اسے باہر تک چھوڑا اور اسے گلے
مل کر تسلی دی تھی۔۔ اس کے بعد وہ
اپنی بلیک کلر کی فراری میں بیٹھا مین
گیٹ سے باہر جانے لگا۔

اس کا چہرہ اس وقت غصے سے تمنتانے
کی وجہ سے حد سے زیادہ سرخ پڑ چکا تھا۔۔
اس نے اپنی آنکھوں کی سرخی چھپانے

کے لئے بلیک سن گلاسز کا استعمال کرنا
ضروری سمجھا۔

آسٹیننگ پر ہاتھوں کی گرفت مضبوطی سے
جمی ہوئی تھی۔ اس کی کنپٹی کی رگیں
پھول کر اوپر کو ابھر گئی تھیں۔ وہ اس
شخص کو جاننے کے لیے ہر ممکن کوشش
کر رہا تھا۔

مگر اسے بار بار مشکل ثابت ہو رہی تھی
کیونکہ وہ یہاں نیا نیا شفٹ ہوا تھا اس لئے
اسے پاکستان کے قواعد و قانون کا اچھے
سے پتہ نہیں تھا۔

"اگر زینی یہاں ہوتی تو بات ہی کچھ اور
ہوتی۔۔" ولی کے ذہن میں بے اختیار زینی
کا خیال پھر سے ابھرا تھا

اس کے بارے میں سوچتے سوچتے اس نے
ایک بار پھر زینی کا نمبر ڈائل کیا مگر اسے
بدستور آف پا کر اس نے اپنا ہاتھ زور سے
اسٹیئرنگ پر مار دیا۔

"Zaini.. please pickup
the phone I am worried
about you yarr"

ولید بڑبڑانے کے انداز سے کہتا کار کی

سپیڈ کو مزید تیز کر گیا تھا۔



آفسیر سر جھکائے انہماک سے لیپ ٹاپ
پر اپنا کام کر رہا تھا کہ اچانک فون کی تیز
گھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

فون کی اسکرین پر "ٹائیگر کالنگ" دیکھ وہ
لیپ ٹاپ بند کرتا مستعد انداز میں فون
ریسیو کر گیا تھا۔

"ہیلو! ٹائیگر سر۔۔" آفیسر شاہد نے فون

ریسیو کرتے ہی مصافحہ کیا۔

"آفیسر۔۔ جس ویڈیو کا بائوڈیٹا میں نے

آپ کو سینڈ کیا تھا۔۔ اس کا کام کہاں

تک پہنچا؟"

ٹائیگر کی بارعب اور سنجیدہ آواز فون کے

اسپیکر سے گونجتی محسوس ہوئی تھی۔

آفسیر نے آج تک صرف ٹائیگر کی آواز سنی
تھی۔ اس کی آواز سے ہی اس کی شاندار
اور وجاہت بھری پر سنیلٹی کا اندازہ واضح
طور پر لگایا جا سکتا تھا۔

"ج۔ج۔جی سر! بس کام جاری ہے۔۔۔"

اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں وضاحت
دی تھی۔

"آفسیر مجھے اس کام میں بالکل بھی دیر
نہیں چاہیے۔۔ جتنا جلدی ہو سکے اس ویڈیو
پر اپنا کام مکمل کریں۔۔ اور یہ کام مجھے
کل تک کمپلیٹ چاہیے۔۔"

ڈویو انڈراسٹینڈ۔۔؟"

ٹائیگر کی سرد آواز مقابل کے ہونٹ تک
خشک کر چکی تھی۔۔

"او کے سر۔۔" آفسیر نے فوراً اثبات میں

سر ہلا دیا۔

"سر۔۔ ایک بات پوچھنی تھی آپ سے۔۔"

آفسیر نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر

ہچکچاتے ہوئے سوال کیا۔۔

"پوچھیے۔۔"

"سر! اس ویڈیو کی کمپلین اس پورٹل پر تو آئی نہیں۔۔ پھر بھی آپ اس لڑکی کی مدد کرنے کے لئے اتنی تگ و دو کر رہے ہیں۔۔ اس بات کی مجھے بالکل بھی سمجھ نہیں آرہی۔۔" آفیسر نے ڈرتے ڈرتے بالآخر اپنا مدعا بیان کر ہی دیا۔

"just listen to me very
carefully officer" -

"پرا بلم میں کوئی بھی ہو۔۔ ہمیں اس کی
مدد کرنی ہے چاہے وہ اس پورٹل پر کمپلین
کرے یا نہ کرے۔۔۔"

ٹائیگر نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچے
کمال ضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔ ورنہ اس

آفیسر کی بات سن کر اسے تپ چڑھ چکی
تھی۔۔

"ایس۔۔ یو آر رائٹ سر۔۔ ایم ریٹی
سوری۔۔" شاہد نے فوراً معذرت خواہ انداز
اپنایا تھا۔

"اگلے 24 گھنٹے تک مجھے اس کام کے
مکمل ہونے کی رپورٹ میرے ٹیبل پر
لازمی چاہیے۔۔"

ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے فون
ڈسکنیکٹ کر دیا۔ ٹائیگر کا فون بند ہونے پر
وہ آفیسر جلدی سے اپنا کام مکمل کرنے

لگا تھا کیونکہ ٹائیگر کا دیا الٹی میٹم اس کی
آخری وارننگ ہوتی تھی۔۔



"شمسہ کہاں جا رہی ہو اس وقت۔۔؟"

اختر صاحب نے اپنی بیٹی کو اس طرح سچی

سنوری حالت میں باہر جاتے ہوئے دیکھا تو
پوچھے بنا نہ رہ سکے۔

اختر صاحب جو پچھلے کچھ دنوں سے چپ
سادھے ہوئے تھے۔ کسی سے کوئی بات
نہیں کر رہے تھے۔۔۔ زاوی اور شمسہ کو تو
مزید کھلی چھوٹ مل گئی اس لیے وہ لوگ
تو کافی خوش بھی تھے۔ وہ رات دیر تک باہر

رہتے۔ انہیں کسی کی روک ٹوک کی کوئی

فکر سر پر سوار نہیں رہی تھی۔

"ڈیڈ۔۔! وہ فرینڈ کی بیچلر پارٹی ہے تو ادھر

جا رہے ہیں سارے فرینڈز مل کر۔۔۔۔

میں نے ماما کو بتا دیا تھا۔۔"

شمسہ نے پہلی بار بنا ڈر اور خوف کے اپنی

اس قسم کی بات کو بڑے مطمئن انداز

میں مکمل کیا تھا۔۔ اختر صاحب نے سونیا
بیگم کو غصیلی نگاہوں سے دیکھا جس پر وہ
گڑبڑا کر رہ گئی تھیں۔

"ہاں جی اختر صاحب۔۔ بتایا تھا شمسہ نے
مجھے۔۔ میں نے ہی اجازت دے دی تھی
کہ ابھی تو اس کے ایگزامز ختم ہوئے
ہیں۔۔ کچھ دن موجِ مستی کر لے۔۔"

سونیا بیگم نے ڈرتے ڈرتے وضاحت دی
تھی۔

"بیٹا! جو بھی ہے رات کے اس ٹائم باہر
جانا مناسب نہیں۔۔ وہاں پر پتا نہیں
کیسے کیسے لوگ ہوں گے۔۔" اختر صاحب
نے شمسہ کو نرمی سے سمجھانا چاہا مگر شمسہ

کے چہرے کے تاثرات بیزاری سے بھر
گئے۔

اس وقت شمسہ گرین ٹراؤزر کے اوپر شارٹ
شرٹ پہنے فل میک اپ کے ساتھ پارٹی
میں جانے کو نک سک تیار کھڑی تھی۔
اس کے ہاتھ میں فینسی مچنگ کلچ تھا۔

پہلے وہ اس قسم کی ڈریسنگ نہیں کرتی
تھی۔ مگر کچھ دنوں سے اس کی چال
ڈھال میں بہت فرق آیا تھا جیسے کوئی اسے
یہ سب کرنے کو کہہ رہا ہے اور وہ اس
کی بات چپ چاپ مانتی چلی جا رہی ہے۔

"اما! آپ ڈیڈ کو سمجھا دیجئے گا۔۔ آج کل

بیچلرز پارٹیز تو کامن سی بات ہے۔۔ سب

لڑکے لڑکیاں کرتے ہیں۔۔"

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔ سب فرینڈز میرا

ویٹ کر رہے ہیں اوکے بائے۔۔"

شمسہ اختر صاحب کے سنجیدہ تاثرات دیکھ

کر بھی انجان بنتے ہوئے اپنی ماں کو آگاہ

کر کے وہاں سے چلی گئی۔۔ ایسے جیسے ان
کی کہی کسی بات کی کوئی ویلیو ہی نہیں
تھی۔۔ اپنی بیٹی کے رویے پر اختر صاحب
کا دل ایک پل کے لئے ڈوب کر رہ گیا
تھا۔

مگر جس کی فکر کے لیے ڈوبا تھا وہ انہیں
یکسر نظر انداز کرتی آرام سے جا چکی تھی۔۔

اختر صاحب جو ہمیشہ ہر چیز پر دولت کو
مقدم رکھتے تھے کہ وہ پیسے کما رہے ہیں ان
سے ان کے بچوں کا مستقبل سنور جائے
گا۔

اسی لیے انہوں نے گھر پر اتنی توجہ ہی نہ
دی اور نہ ہی بچوں پر کوئی خاص توجہ دی

ان کو لگتا تھا ان کا فرض صرف پیسے کما کر
لانا ہے۔۔

گھر کی اور بچوں کی دیکھ بھال تو سونیا بیگم
کی ذمہ داری ہے وہ کر لیں گی۔ آج ان
کا یہ خیال غلط ثابت ہو چکا تھا۔

"بچوں کو پیسوں کے ساتھ ساتھ ماں باپ
کے لادپیار اور ان کی تربیت کی بھی

ضرورت ہوتی ہے۔۔ جس میں سونیا بیگم تو

بری طرح فیل ہو ہی چکی تھی آج انہوں

نے خود کو بھی فیل کا درجہ دیا تھا۔

کیونکہ انہیں لگتا تھا بچوں کی ہر خواہش کو

پورا کرنا ان کا فرض ہے تو اس فرض کو تو

وہ بخوبی نبھا رہے ہیں باقی سب چیزوں کی

انہوں نے کوئی فکر ہی نہیں کی
تھی-----

مگر وہ یہ ہرگز نہیں جانتے تھے کہ ان کی
اس لاعلمی کی وجہ سے گھر پر کیا کیا
طوفان مچا رہا ہے۔۔ پچھلے چند سالوں میں
کس کس پر کیا کیا قیامت ٹوٹی ہے اور وہ

ان سب سے بے نیاز اپنی مصروفیات میں
اور کام میں دل لگائے ہوئے تھے۔

آج انہیں اس بات کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا
جب ان کے بچے ان کی کسی بات کو
کوئی ویلیو نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے
بچوں کو کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا کیونکہ
سونیا بیگم نے ان کے ذہن میں ایک بات

ڈال دی تھی۔ جو آج انہیں اپنے ذہن کے
پردے پر سماعت بن کر سنائی دے رہی
تھی۔

"جوان بچے ہیں اختر صاحب! ان کو زیادہ
روک ٹوک مت کیا کریں ورنہ ہم سے دور
ہو جائیں گے۔"

اس خدشے کے زیر اثر انہوں نے کسی کو
بھی کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں بالکل
بھی اندازہ نہیں تھا کہ ان کی اس لاپرواہی
کی وجہ سے ان کے بچے اس قدر خود سر اور
ضدی ہو جائیں گے۔

اختر صاحب کچھ دیر پہلے ٹی وی پر کوئی
بزنس پروگرام دیکھ رہے تھے اب وہ گہرا

سانس بھر کر صوفے سے اٹھتے اپنے
کمرے کی جانب چل دیئے۔

ان کے ذہن میں بار بار ایک ہی بات
گونج رہی تھی۔ ان کے قدموں میں واضح
شکستگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"آجکل بیچلر پارٹی تو کامن سی بات ہے
سب لڑکے لڑکیاں کرتے ہیں۔۔"

وہ اپنی بیٹی کو تو کچھ نہ کہہ سکے مگر ان
کے دل سے اب ایک درد بھری آواز اٹھ
رہی تھی

"ہر کوئی نہیں کرتا بیٹے۔۔! بس وہی بگڑی
اولادیں کرتی ہیں جن کے والدین کے پاس
ان کے لئے وقت نہیں ہوتا۔۔"

ہر کوئی نہیں کرتا کہ بعد اختر صاحب کے
ذہن میں ایک پر نور سراپا لہرا گیا جو آج
کل ان کے ذہن پر بری طرح حاوی ہو رہا
تھا۔ ان کا ضمیر بار بار انہیں کچوکے لگا رہا
تھا اسی لئے وہ پھر سے خود کو لعن طعن
میں مصروف ہو گئے۔



"ارے کیسی ہیں ڈئیر کمزن۔۔۔؟" پریشے
گھر کا سارا کام کر کے گیارہ بجے کے
قریب فارغ ہوئی تھی۔

اسے پودوں سے بے حد لگاؤ تھا اس لیے
اس نے خود کو فارغ جان کر پودوں کی
کانٹ چھانٹ شروع کر دی۔ ابھی وہ اپنے

کام سے فارغ ہو کر پودوں کو پانی ہی دے
رہی تھی کہ اسے اپنے قریب سے شیراز
بھابھی کے بھائی حازق کی سرگوشی نما آواز
سنائی دی جس سے وہ اچانک ڈر کر پیچھے
کی جانب اچھلی۔

اس کے اس طرح ڈرنے پر حازق کے
پہرے پر خباثت بھری مسکراہٹ چھا
گئی۔

"ارے آپ نے تو جواب ہی نہیں دیا۔۔
ہاں بھئی جواب کیوں دینا اب تو آپ بھی
کافی مشہور ہو گئی ہیں۔۔"

پریشے نے اس کو جواب دینا ضروری نہ
سمجھا اس لیے اپنا دوپٹہ سیٹ کر کے وہاں
سے جانے لگی۔

وہ اس کے آگے اپنا بازو حائل کر کے اس
پر طنزیہ جملے کسنا شروع ہو گیا۔ بات کرتے
ہوئے اس کے چہرے پر اس وقت طنزیہ
مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

پریشے کو اپنا یہ کزن ایک آنکھ نہیں بھاتا
تھا۔ بس بھابی کی وجہ سے ہر بار خاموش
ہو جاتی تھی۔ اسے کبھی کبھار اپنی ماں یا
بہن کی کمی بہت محسوس ہوتی تھی۔

بہن تو سرے سے ہی نہیں تھی مگر ماں
باپ کی کمی کبھی کبھار اسے بہت کھلتی
تھی۔ ضامن بھائی سے وہ یہ بات کہہ

نہیں سکتی تھی کہ اسے اس کی عجیب
نظروں سے کتنی کوفت محسوس ہوتی ہے
جب کبھی وہ گھر آتا وہ اپنے کمرے میں
بند ہو جاتی تھی

مگر وہ کیا کرتی کام بھی تو اسے ہی کرنا
تھا۔

شیزا بھابی تو بس ضامن بھائی کے آنے پر
ہی کسی کام کو ہاتھ لگاتی تھیں اور پھر
ساتھ ساتھ یہ بھی کہتی چلی جاتی تھی
"سارا دن کام کر کر کے تھک جاتی
ہوں"

وہ جو پہلے خود ہی سارا گھر کا کام کیا کرتی
تھی۔ ان کی اس بات کے آگے کچھ نہ
کہہ پاتی۔۔۔

پہلے پہل تو جب وہ پیپر کے دن ہوتے
تھے تو ان دنوں کوشش کرتی کہ توجہ سے
پڑھ لے تاکہ اسکالرشپ مل جائے اس سے
اس کی پڑھائی کا زیادہ بوجھ اس کے

ضامن بھائی پر نہ پڑے کیونکہ اس کے
ضامن بہت ہی ایماندار آفیسر تھے جو کماتے
تھے حلال کی روزی کماتے تھے۔

وہ اس حدیث پر مکمل عمل پیرا تھے
"طلب کسب الحلال فریضۃ بعد کل

الفریضۃ"

ترجمہ:

"حلال روزی کمانا تمام شرعی فرائض کے

بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔"

ان کے ذہن میں یہ بات ان کے والد

نے بچپن سے ہی بٹھادی تھی۔

"رزق حلال کمانا عین عبادت ہے۔"

التاجر الصدوق مع النبین والصدیقین

والشهداء والصالحین.."

ترجمہ:

"سچا ایمان دار تاجر (قیامت کے دن)
نبیوں، صدیقوں اور شہداء اور صالحین کے
ساتھ ہوگا۔۔۔"

ارشاد نبوی ہے:

"جو جسم رشوت یا کسی اور حرام طریقے سے
پلا ہو جنت میں نہیں جائے گا اس کے
لئے تو آگ ہی بہتر ہے۔"

وہ اپنی اس حلال کمائی سے پریشے اور شیرزا
کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے پریشے کو اپنے
بھائی سے کبھی کوئی شکایت نہ رہی تھی۔

انہوں نے شادی کے پانچ سالوں بعد بھی
ہمیشہ شیزا بھابی کی ہر خواہش پوری کی مگر
ان کی ترجیحات میں مقدم ہی صرف پیسہ
اور دولت تھے۔۔

اس لیے انہیں ہمیشہ پریشے سے چڑھتی
کہ اس پر بھی تو پیسے خرچ ہوتے ہیں۔
اس کے پیسے بھی اگر مجھے مل جائے تو مزید

عیش ہو جائے۔ بس اسی لیے وہ بار بار
پریشے کی شادی کا کہتی رہتی مگر ضامن
بھائی انہیں ہمیشہ پڑھائی کا کہہ کر ٹال
دیتے تھے۔

"میں نے تو سنا تھا لوگوں کی مشہور ہونے
کے بعد زبانیں کھل جاتی ہیں مگر یہاں
تمہیں تو مزید چپ لگ گئی ہے۔"

پریشے جو اس کی باتوں سے رونے والی
ہو گئی تھی اچانک کسی کو دروازہ کھولتے
دیکھ کر اس کی سانس بحال ہوئی وہ جلدی
سے دروازے کے پاس بھاگ گئی۔ سامنے
موجود ضامن بھائی کو دیکھ کر اس کو یک
گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

"حازق! تم کب آئے اور پریشے تمہارا رنگ
کیوں اتنا اڑا ہوا ہے۔۔؟ سب خیریت تو
ہے نا؟"

ضامن بھائی نے گیٹ کھولتے ہی پریشان
سی پریشے کو دیکھا تو انہیں فوراً فکر لاحق ہو
گئی تھی۔

حالات چاہے جو بھی ہوں انہوں نے پریشے
کو ہمیشہ اپنی بیٹی ہی سمجھا تھا۔

اس لیے وہ اس کے چہرے کی پریشانی فوراً
بھانپ گئے تھے کیونکہ وہ اس وقت اچھا
خاصا پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"ب۔ب بس تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔۔ اب
واپس ہی جانے لگا تھا کہ پری کو یہاں

دھوپ میں پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتے
دیکھا۔۔ تو میں اس سے پوچھ رہا تھا کہ میں
اس کی مدد کروں۔۔ بیچاری اتنی تپتی ہوئی
دھوپ میں اکیلی کام کر رہی تھی۔۔۔"

حازق جلدی جلدی بولنے لگا مبادا پریشے سچ
ہی نہ اگل دے۔

اس کے سفید جھوٹ پر پریشے کا جھکا سر
ایک جھٹکے سے اوپر کو اٹھ گیا۔۔ اس نے
اپنے اس لوفر کزن کو ایک تاسف بھری
نگاہ سے دیکھا جس کی ڈریسنگ بھی اس کی
طرح لوفرانہ تھی۔۔

اسوقت وہ بلیو جینز کے ساتھ بلیک ٹی
شرٹ زیب تن کیے ہوئے تھا۔ اس کے

اوپر بڑی ساری چین گلے میں لٹکائی ہوئی
تھی اور منہ میں ببل گم ڈالے مسلسل چبا
رہا تھا۔

"پریشے۔۔ پریشے نام ہے اس کا۔۔ اور آئندہ
جب بھی آنا ہو مجھے فون کر کے پوچھ لینا
کہ میں گھر پر ہوں یا نہیں۔۔"

ضامن بھائی کو اس کا انداز بالکل پسند
نہیں آیا تھا اور اوپر سے پریشے کا اتنا ڈرا
سہما انداز انہیں غصہ دلانے کے لئے کافی
تھا۔ اس لیے انہوں نے آج سارے لحاظ
بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے کھری کھری
سنا دیں۔

اس کے جانے کے بعد ضامن بھائی پریشے
کو اپنے ساتھ لگائے ڈرائنگ روم میں لے
آئے اور اس کی طبیعت کا پوچھنے لگے۔۔
ضامن بھائی کا تفکر آمیز انداز دیکھ کر پریشے
اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی
تھی۔ جس پر ضامن بھائی کو اپنی معصوم
سی بہن پر ترس آنے لگا جو سکن کلر کے

سوٹ کے ساتھ گرین دوپٹہ سر پر اوڑھے
اپنی معصوم آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے
سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

"پلیز بھائی۔۔ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوا
کریں۔۔ آپ جانتے ہیں میں آپ کے بغیر
نہیں رہ سکتی۔۔"

پریشے ضامن بھائی کے شانے سے لگی
مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"بیٹے! میں اپنی پری سے بالکل بھی ناراض
نہیں ہوں۔۔۔ بس تھوڑا پریشان تھا۔۔۔ تم
فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا
انشاء اللہ۔۔۔"

ضامن بھائی نے اپنے ہاتھوں سے اس
کے آنسو صاف کیے اور پھر اس کی پیشانی
چومتے نرم لہجے میں تسلی دی۔۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی اپنے رویے
پر نادم ہو کر رہ گئے تھے۔۔ "میں کیسے
اس کے ساتھ کوئی زیادتی کر سکتا ہوں
اس کا تو مجھ سے بچپن کا رشتہ ہے"

پریشے نے کبھی کوئی شکایت کا موقع نہ دیا
تھا وہ شروع سے ہی کبھی بھی ضدی بچی
نہ رہی تھی۔۔ اس کے ماں باپ بھی
پریشے کو دیکھ کر اکثر کہا کرتے تھے۔
"لڑکیاں تو اتنی فرمائشیں، خواہشیں کرتی
ہیں۔۔ مگر ہماری پریشے تو خود سے کچھ
مانگتی بھی نہیں اور نہ ہی کبھی کوئی

خواہش کا اظہار کرتی ہے۔ بہت ہی سادہ
اور معصوم سی ہے ہماری پریشے۔۔ "سب
اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

وہ ہر دفعہ بہت اچھے مارکس لاتی تھی
۔ سب سے پہلے اپنا رزلٹ اپنے بھائی کو
بتاتی تھی پھر اس کے بعد اپنے ماما بابا
کو۔۔

ضامن بھائی کی آنکھوں میں پریشے کا بچپن
یاد کرتے ہوئے ہلکی نمی در آئی تھی جسے وہ
اپنے دوسرے ہاتھ سے صاف کرتے
ہوئے اس سے تھوڑا الگ ہوئے تھے۔۔
"بیٹے! اب پھر دوبارہ کسی بات پر رونا نہیں
آپ نے۔۔ اوکے۔۔؟ میں ذرا فریش ہو
لوں۔۔ پھر اکٹھے بیٹھ کر میری پری کے

ہاتھ کی لاجواب سی چائے پیتے ہیں۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔!!

ضامن بھائی نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے

پریشے سے چائے کی فرمائش کی۔۔

"جی بھائی! میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔۔

آپ تب تک فریش ہو جائیے۔"

پیشے جھٹ سے اپنا رونا بھول کر کام کے
لئے کچن میں چلی گئی ضامن بھائی اس
کے اس معصوم سے انداز پر پر خم آنکھوں
سے مسکرا دیے اور پھر خود فریش ہونے
کے لیے روم میں چلے گئے۔



"باس! میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس جگہ پر بار بناتے ہیں۔۔ مگر آپ نے اس جاوید کی بات مان لی اور پلازہ بنانے لگ گئے ہیں۔۔" اکسیر پاشا لہجے میں ناراضگی سموئے ناصر ملک سے شکایت کر رہا تھا۔

"اب تم مجھے یعنی اپنے باس کو سکھاؤ گے
کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں؟"
ناصر ملک کو اس کا یہ انداز بالکل پسند
نہیں آیا تھا اس لئے سختی سے ڈانٹ کر
رکھ دیا۔

کبیر پاشا تو حیران ہی رہ گیا تھا جبکہ ساتھ
کھڑا جاوید اسے چڑاتی ہوئی مسکراہٹ سے

دیکھ رہا تھا۔ جاوید کی اس طنزیہ مسکراہٹ پر
اس کے تن بدن میں اک آگ سلگ اٹھی
تھی۔

"باس۔! ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ یہ تو
پچھلے چند مہینوں سے آپ کے ساتھ ہے
اور میں نے آپ کے ساتھ اپنی پوری زندگی
کام کیا ہے۔۔۔"

کسیر پاشا نے جذباتیت کا ایک اور پتہ پھینکنا
چاہا تھا جس پر ناصر ملک کا بے ہنگم قہقہہ
لاؤنج میں گونج اٹھا۔

"یار جاوید! میں نے تو سنا تھا لڑکیاں ایک
دوسرے سے حسد کرتی ہیں۔۔ مگر یہاں تو
یہ موا تم سے جل کر خاک ہوئے جا رہا
ہے۔"

ناصر ملک نے بات کو مزاح کا رنگ دے
دیا اور پھر سے فائل سائن کرنے لگ گیا
جو اسے جاوید نے سائن کرنے کے لیے
دی تھی۔

"تم بھی اتنے ہی عزیز ہو پاشا۔۔ جتنا یہ
ہے ایسی بات نہیں ہے کہ میں اس کی
بات مان رہا ہوں اور تمہاری نہیں۔۔ مجھے

جس کی بات اچھی لگے گی میں اس کی

بات مان لوں گا۔"

ناصر ملک نے اسے رسان سے سمجھایا۔ آخر

کو وہ بھی اس کا سب سے پرانا ساتھی تھا۔

"اب تو آپ صرف اس جاوید کی بات مانتے

ہیں۔۔۔ مجھے تو پوچھتے بھی نہیں۔ ں۔ ں۔"

کسیر پاشا نے دل ہی دل میں سوچا مگر زبان
سے کچھ نہ کہہ سکا۔

"بس سر۔۔ سارے سائن ہو گئے ہیں۔"

جاوید نے ناصر ملک کے ہاتھوں سے فائل
پکڑتے اپنے کالے بیگ میں ڈال لی۔

ابھی وہ جانے والی ہی والا تھا کہ کسیر پاشا
کی اگلی بات نے اس کے قدم اپنی جگہ فریز
کر دیے۔

"باس آپ اس کی ساری بات مان لیں مگر
جو اسے مشن دیا ہے وہ مجھے دے دیں۔۔۔
میں جلد از جلد آپ کو اس پر فائل رپورٹ
پیش کروں گا۔"

کسیر پاشا نے ترپ کا پتا پھینکتے ہوئے
جاوید کا اڑتا ہوا رنگ دیکھا۔ اب اس کے
لبوں پر طنزیہ ہنسی چھا گئی تھی۔
"اب آیا نہ اونٹ پہاڑ کے نیچے۔۔" کسیر
پاشا نے اس کا زرد چہرہ دیکھ کر دل ہی
دل میں خود کو سراہا۔

اس کو شروع سے ہی جاوید پر شک تھا مگر
وہ ہر کام کو اتنے نڈر اور بے خوف انداز
سے کرتا تھا کہ کبھی کبھار وہ خود بھی
حیران رہ جاتا تھا کہ غیر قانونی کام کرنے
کے لیے کتنے پاڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اسی
چکر میں وہ خود اتنی بار جیل کی ہوا کھا چکا
تھا مگر یہ جاوید جس کام کو ہاتھ لگاتا وہ

کام جھٹ سے کر لیتا۔ اسی لیے وہ ناصر
ملک کی گڈ بکس میں صرف چند مہینوں
میں ہی سرفہرست تھا۔

مگر ہر بار وہ اس کلیں میں ٹال موٹل سے
کام لے رہا تھا۔ اس نے کئی بار جانچنے کی
کوشش کی۔ اپنے کئی بندے اس کے

بیچھے بھی لگائے مگر کوئی ایک سراج بھی

اس کے خلاف نہیں مل رہا تھا۔

مگر اس کیس میں اس کی از حد دلچسپی دیکھ

کر اسے کچھ کھٹکا سا لگا تھا۔

پہلے پہل تو اس نے سوچا شاید وہ یہ کیس

بھی جلد حل کر لے گا مگر ہر بار کی طرح

اس بار ایسا نہیں ہوا تھا وہ "ابھی نہیں
ہوا" کی رٹ سن سن کر تھک چکا تھا۔
اس لیے اس نے آج فیصلہ کر لیا تھا کہ
باس اس چیز کو لے کر کافی پریشان ہیں
تو وہ یہ کیس حل کر کے باس کی گڈ
بکس میں دوبارہ صفحہ اول پر آجائے گا۔

اس لیے اس نے یہ شاطرانہ چال چلی۔
کیوں کہ کچھ بھی تھا اس کا دماغ کافی تیز
چل رہا تھا اس معاملے میں۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ میں سوچتا ہوں کیا کرنا
ہے اس مشن کا بھی۔۔ لیکن ابھی تھوڑا
سنجھل کر رہنا ہے جاوید نے کہا ہے۔"

ناصر ملک نے پر سوچ انداز میں گفتگو کی
جس پر کبیر پاشا کا منہ حیرت کے مارے
ادھ کھلا رہ گیا تھا۔ آہ یہ چال الٹی کیسے پڑ
گئی۔

"ہاں کبیر پاشا۔۔ ہم بے وقوف نہیں بیٹھے
ہوئے یہاں پر پولیس کافی دیر سے اس
علاقے کی چھان بین کر رہی ہے۔۔"

ابھی ابھی میں وہیں سے ہی آ رہا ہوں تو
پولیس حویلی کے آس پاس چکر لگا رہی
تھی۔

ابھی تمہارے آنے سے پہلے میں باس کو
وہی ویڈیو دکھا چکا ہوں۔ جس پر باس نے
ہی مجھے احتیاط سے کام لینے کا کہا ہے۔۔

اس سے باس کا کاروبار ٹھپ ہو سکتا ہے
اور ہم جلد بازی میں یہ قدم اٹھا کر باس
کے کاروبار کو رسک میں نہیں ڈال
سکتے۔۔

اس سے نہ صرف ان کا کاروبار متاثر ہوگا
بلکہ ان کی زندگی بھی خطرے میں جا سکتی
ہے۔۔"

جاوید نے پراعتماد انداز میں مدلل گفتگو کی
جس پر ناصر ملک بھی اسے داد دیے بغیر رہ
نہ سکا۔

"شاباش میرے شیر! آج دل خوش کر دیتا
امی۔" ناصر ملک نے صوفے سے اٹھ کر
اس کے کندھے پر سرافہتی انداز میں ہاتھ
رکھا جس پر کبیر پاشا مزید تلملا کر رہ گیا۔

"سمجھا کچھ کسیر پاشا! اسی لیے میں جاوید
کی بات مان رہا ہوں۔ ورنہ تو جانتا ہے
میرے غصے کے آگے تیرا غصہ تو رتی برابر
بھی نہیں ہے۔۔"

"اور تو یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے میں
غداری کرنے والوں کا کیا حشر کرتا ہوں
ان کی زندگی تنگ پڑ جاتی ہے نہ وہ اس

دنیا کے رہتے ہیں اور نہ ہی دوسری دنیا

کے۔۔"

ناصر ملک نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہتے

ہوئے اپنی آنکھیں اوپر کو گھمائیں کیونکہ

اسے شک ہو رہا تھا کہ ضرور کسیر پاشا کو

جاوید پر شک ہے۔۔ اس لیے اس نے

آخری بات جاوید کو سنانے کے لئے ہی کی
تھی۔

اس کی اس بات پر جاوید کے تاثرات میں
رتی برابر فرق نہیں آیا تھا جس پر ناصر ملک
مطمئن ہو گیا کہ یہ غدار نہیں ہو سکتا اس
لئے اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کبیر
پاشا کو حوصلہ کرنے کو کہا۔

مگر کبیر شاہ کسی اور ہی دنیا میں محو تھا
کیونکہ اسے اس شخص کی اصلیت سامنے
لانی تھی۔ اس کی چھٹی حس بار بار الارم
دے رہی تھی اور وہ اپنی اس چھٹی حس کو
اگنور نہیں کرنا چاہتا تھا۔
ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر ناصر ملک اپنے
روم کی جانب چل دیئے۔

ناصر ملک کے جاتے ہی جاوید نے اپنا بیگ اٹھایا اور اپنے قدم مین گیٹ کی طرف بڑھا دیے۔ اس کو وہاں سے جاتے دیکھ کر کیر پاشا بھی اس کے پیچھے پیچھے نکل پڑا۔ اس کے گیٹ سے باہر جاتے ہی وہ کسی کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد

پاشا کو فون کے اسپیکر سے ایک گھمبیر
آواز گونجتی سنائی دی۔

"ہاں صارم! بات سنو مجھے اس آدمی کی
پوری ڈیٹیل چاہئے۔ ابھی میں تمہیں تصویر
بھیجتا ہوں۔ کہاں جاتا ہے کیا کرتا ہے اور
کس کے ساتھ رہتا ہے۔۔۔ ہر قسم کی خبر
اس کے بارے میں مجھے جلد از جلد

چاہیے۔۔۔" کبیر شاہ کی آواز دھیمی سرگوشی
نما تھی۔

"ہاں ہاں رقم کی فکر نہ کرو وہ پوری ملے
گی۔ اور میرا کام جلد از جلد کرو تمہارا نام
نہیں آئے گا۔۔۔"

مقابل نے شاید رقم کا مطالبہ کیا تھا اسی
لئے اس نے اپنی شناخت چھپانے کا بھی
کہہ کر فون واپس رکھ دیا۔

جاوید کے بارے میں سوچتے سوچتے اس
کے چہرے پر زہر خند تاثرات پھیل گئے۔
"اب تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا
جاوید صاحب! تمہارا کٹھا چٹھا باس کے

سامنے کھول کر نہ رکھ دیا تو میرا نام بھی

کبیر پاشا نہیں۔"

کبیر پاشا نے نخوت بھرے انداز میں اپنے

منہ پر ہاتھ پھیرا تھا۔

اپنی نظر اندازی اسے کسی طور قابل قبول

نہ تھی کیونکہ ہمیشہ ہر معاملے میں صرف

اس کی مرضی چلتی تھی۔ یہ چیز اسے دن
رات بے چین کیے رکھتی تھی۔

اس لیے اس نے جاوید کی حقیقت سے
پردہ اٹھانے کا سوچا۔ اسے اپنا وہی مقام
تجہی مل سکتا تھا جب وہ جاوید کو باس کی
نظروں میں گرائے گا

اس لیے اس نے جلد از جلد یہ کام
کرنے کی ٹھان لی تھی۔



"ہاں جی پلیز۔ ز۔ ز۔ ز" زینی جو اس وقت
گھٹنوں میں سر دیئے شدت سے رو رہی

تھی اچانک دروازہ ناک ہونے کی آواز پر
چونک اٹھی۔ اسے لگا شاید اذلان ہوگا اس
کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے اس نے
جلدی سے اپنے ہاتھوں سے آنسو رگڑ کر
صاف کیے۔ اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر
عائشہ بھابی کی آواز سن کر وہ تھوڑا مطمئن

ہوئی اور پھر انہیں اندر آنے کی اجازت

دے دی۔

پہلے تو جب اسے پتا چلا کہ اس کے ماما بابا

اسے ملے بنا ہی واپس پاکستان چلے گئے۔

اس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔

اور اوپر سے اذلان کا رویہ اسے مزید ذہنی

اذیت میں مبتلا کر رہا تھا کہاں سہی تھی

اس نے کسی کی نفرت، کسی کا سخت لہجہ،
کسی کی حقارت آمیز آنکھیں، کسی کا شرم
سے ڈوب چہرہ، کسی کی آنکھوں میں تیرتی
نمی، اس کی آج تک ان حسیات سے
شناسائی کبھی نہیں ہوئی تھی مگر اب وہ
ان احساسات کے بارے میں سوچتے ہی
رونے لگ جاتی تھی۔

"ارے آپ اکیلی یہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔۔"

ہم سب جا رہے ہیں۔۔ ہمیں سی آف تو

کرنے آئیں نیچے تک۔۔۔"

"آحل بھی آپ کے بارے میں بار بار پوچھ

رہا تھا اور باقی سب بھی آپ کی طبیعت

کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔۔"

"اب کیسی ہیں آپ۔۔؟" عائشہ بھا بھی
نے اس کے پاس آکر اس کا حال پوچھا
اور پھر اپنے واپس جانے کے متعلق بھی
بتایا۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سب لوگ
واپس کیوں جا رہے ہیں۔۔۔ یہاں رکیں نا

پلیز۔۔ میں بہت اکیلا فیل کروں گی اگر

آپ سب لوگ بھی چلے گئے تو۔۔"

زینب سب کے جانے کا سوچ کر ہی

گھبرا اٹھی تھی۔

"ہم بھی رہنا چاہتے تھے مگر سب کو کچھ نہ

کچھ کام یاد آ گیا اس لئے ارجنٹ جانا پڑ رہا

ہے۔۔"

"اور ویسے بھی آپ کیوں اکیلا فیل کریں
گی۔ اذلان ہے نا آپ کے ساتھ۔۔ اذلان
ہے کہاں اس وقت۔۔؟

عائشہ بھابی اپنے جانے کی بابت بتاتے
ہوئے ادھر ادھر دیکھ اذلان کا پوچھنے لگی
تھیں۔

جس پر زینی ایک پل کے لیے خاموش ہو
گئی تھی۔ وہ انہیں کیا بتاتی اس نے اسٹیج
پر بیٹھے ہوئے ہی صرف اس کو دیکھا ہے
جب وہ اسے وہاں سے نفرت آمیز آنکھوں
سے دیکھ رہا تھا۔

جب جب وہ دو آنکھیں اسے یاد آتیں اس
کا شدت سے رونے کا دل کرتا پھر اس

کے ذہن کے پردے پر کئی سوچیں

گہرے بادلوں کی طرح چھا جاتی۔

کیا یہی تھی وہ محبت جس کے لیے وہ رات

رات بھر جاگتی تھی؟

کیا یہی تھی وہ محبت جس کے لیے وہ پاگل

تھی۔؟

ہر وقت ہر بات میں اذلان کا ذکر اس کی

زبان پر لازمی ہوتا تھا۔

کیا یہی تھی وہ محبت جس کے لیے وہ اپنا

پیپر تک بھول جاتی تھی؟ آج اسے وہ سب

لمحات ایک ایک کر کے یاد آرہے تھے۔

"ارے کہاں کھو گئی ہیں آپ۔؟" عائشہ

بھابی نے اس کے آگے چٹکی بجا کر اسے

سوچوں کی وادی سے باہر نکالا تھا۔

"چلیں ٹیرس پر سب اکٹھے چائے پی رہے

ہیں۔۔۔ عالیان کا میسج آیا ہے۔ اذلان بھی

وہیں آگیا ہے۔۔۔"

عائشہ بھابی اسے زبردستی اٹھاتے ہوئے

نرم لہجے میں گویا ہو رہی تھیں۔

زینی جو پاؤں میں سلیپرز اڑس رہی تھی کہ

اچانک "اذلان" کے نام پر اس کے ہاتھ

ہولے ہولے کانپنے لگے تھے۔ وہ بمشکل

خود کے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش

کر رہی تھی۔ اس کی سوچوں کے برعکس

عائشہ بھابی اسے جلدی جلدی بازو سے
پکڑے اپنے ساتھ کمرے سے ملحق ٹیرس
پر لے جانے لگی وہ بھی بلاآخر گہرا سانس
بھرتی میکانیکی انداز میں ان کے ساتھ چل
پڑی تھی۔

”کیا اب بھی میرے لئے ان کی نظروں
میں وہی نفرت ہوگی؟ یہی سوچتے سوچتے

اس کے ہاتھ برف کی سل کی مانند

ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

"السلام علیکم۔۔!" ٹیرس پر آکر اس نے

آہستہ آواز میں سب کو سلام کیا۔۔

"وعلیکم السلام۔۔" ایک دھیمی مگر شائستہ

آواز پر سب نے یک بستہ مڑ کر دیکھا اور

پھر اسے دیکھتے سب نے خوشدلی سے

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ماسوائے اذلان کے جس نے اس طرف

دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا جواب دینا تو

پھر بہت دور کی بات تھی۔

"آو بیٹا۔۔ ہمارے پاس بیٹھو۔۔" زینی

دھیمے قدموں سے چلتی عائشہ بھابی کے

ساتھ آگے بڑھ رہی تھی اچانک سکندر
صاحب کے بلانے پر ان کے پاس جا کر
بیٹھ گئی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اس
کا سر ہنوز کسی مجرم کی طرح نیچے جھکا ہوا
تھا۔

"ارے نئی دلہن نے تو ڈریس چنچ بھی
کر لیا۔"

آحل کی انوکھی بات پر سبھی بے ساختہ
قہقہہ لگا کر ہنس دیئے جبکہ زینی ایک دم
بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی۔

اس نے اچانک اوپر دیکھا تو اس کے سامنے
ہی وہ بیٹھا تھا جس سے وہ اب تک نگاہیں
چرا رہی تھی۔۔۔

مگر نظریں تھیں کہ بار بار اس کا طواف
کرنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھیں۔۔
اس کے اوپر دیکھنے پر اذلان کی نگاہ بھی
بے اختیار اس طرف اٹھی تھی مگر اب کی
بار ان آنکھوں میں کوئی جذبہ نہیں تھا نہ
ہی نفرت کا، اور نہ ہی حقارت کا۔۔

یا پھر شاید وہ فی الوقت اپنے ماما بابا کا لحاظ
کر رہا تھا۔۔

"میرے پرنس۔ آپ نے بھی تو کل والا
ڈریس چینج کیا ہے نا۔۔ تو انہوں نے بھی
کر لیا چینج۔۔"

زل آحل کو گود میں بٹھاتے لاڈ بھرے
انداز میں گویا ہوئی۔

”لیکن وہ اس ڈریس میں کتنی پیاری لگ

رہی تھیں نا۔۔ ہیں نا اذی

انکل۔۔؟؟“ آحل نے بات کرتے ہوئے

اذلان کو بھی شامل گفتگو کیا جس پر وہ

بس اسے دیکھتا رہ گیا مگر کہہ کچھ نہ سکا۔۔

آہل زمل کی گود سے اتر کر اذلان کے
پاس چلا گیا تھا۔۔ اذلان نے فرط محبت
سے مسکراتے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔
بے اختیار اذلان کی نگاہ بھی زینی کی
جانب اٹھی تھی جو لائٹ فروزی کلر کے
سوٹ کے ساتھ سکن کلر کی شال کو گلے

میں اچھے سے لپیٹے فل گھبراہٹ کا شکار
لگ رہی تھی۔۔

اس کے کھلے بالوں کی الجھی ہوئی لٹیں
اس کے چہرے پر آرہی تھی جہنیں وہ بار
بار کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔ وہ اپنے
اس سادہ اور نکھرے سے روپ میں بھی
غضب ڈھا رہی تھی۔

مگر اس کی حد درجہ خوبصورتی بھی اذلان کو
ذرا بھی متاثر نہ کر سکی۔ کیونکہ اس لڑکی
کی وجہ سے وہ آج اتنی اذیت میں تھا جتنا
کبھی نہیں تھا۔

مگر اس نے اپنے تاثرات پر قابو پاتے
ہوئے کچھ بھی شو نہیں کروایا تھا۔

تب تک عائشہ بھابی نے بھی زینی کو
چائے کا کپ تھما دیا تھا اب وہ چائے کا
کپ ہاتھ میں پکڑے نروس انداز میں بیٹھ
گئی تھی۔

"آنی۔ آنی۔۔" زینی جو سر جھکائے خاموشی
سے بیٹھی تھی۔ اچانک عینی کی آواز سن
کر اسے بغور دیکھنے لگی کیونکہ وہ زینی کے

ساتھ والے سنگل صوفے پر عالیان کے
پاس بیٹھی تھی۔ زینی نے آہستگی سے
مسکراتے چائے کا کپ واپس ٹیبل پر
رکھے اسے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور پھر اس
کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگ
گئی۔۔

"ارے بھئی! مجھے لگتا ہے۔۔ اب ہم لوگ
اکیلے چھٹیاں منانے کہیں بھی جا سکتے
ہیں۔۔ کیونکہ ہمارے بچے تو اذلان اور زینی
اچھی طرح سنبھال سکتے ہیں۔۔ ان بچوں
نے تو ان کو دیکھتے ہی پارٹی بدل لی۔۔"

عائشہ بھابھی نے ہنستے ہوئے زمل کو
مخاطب کیا تو وہ بھی ان کی بات پر اثبات

میں سر ہلاتی بے ساختہ قمقمہ لگا کر ہنس
دی تھی۔

"یعنی ہمارے بچوں نے ان کے آتے ہی
یوٹرن لے لیا۔" عالیان نے ہنستے ہوئے

سیاسی فقرہ دہرایا جبکہ اذلان صرف
مسکرا نے پر اکتفا کر سکا۔ کیونکہ وہ بچوں کے
ساتھ اپنے لگاؤ سے اچھی طرح واقف تھا۔

"یعنی تبدیلی آ نہیں رہی۔۔ تبدیلی آ چکی ہے۔۔" سکندر شاہ نے اذلان کے چہرے پر رینگتی دھیمی مسکراہٹ کو دیکھتے گفتگو میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

اس جملے پر زینی بھی خود کو مسکرا نے سے روک نہ سکی تھی۔

"ماشاء اللہ! سب ایسے ہنستے مسکراتے

رہو۔۔ ہماری زندگی میں تو بہاریں ہی بہاریں

ہیں۔۔

بس اب عفان بھی ہماری بات مان لے نا

تو۔۔" عاصمہ بیگم نے سب بچوں کو اس

طرح ہنستے مسکراتے دیکھا تو عفان کی طرف

اشارہ کیا جس پر وہ ایک دم گڑبڑا کر رہ گئے۔

"ماما پلیز۔۔!!" عفان بھائی نے ملتجیانہ انداز میں گویا ہوتے عاصمہ بیگم کو کنکھویوں سے دیکھا۔

"برخوردار! تمہاری ماں بالکل ٹھیک کہہ رہی

ہیں۔۔۔ اب تم بھی کچھ سوچ لو اور ہمیں

ہر قسم کی فکر سے آزاد کرو۔۔۔"

سکندر شاہ نے بھی عاصمہ بیگم کی سلیبڈ لی

تھی۔

ان کے فکر سے آزاد ہونے والے جملے پر

اذلان کے لب بے ساختہ سختی سے آپس

میں پیوست ہو کر رہ گئے۔۔ اس کے
تاثرات سے کچھ بھی اندازہ لگانا مشکل تھا
کیونکہ وہ اپنے جذبات چھپانے میں کمال
مہارت رکھتا تھا۔

"آئیے عفان بھائی! مجھے آپ سے کچھ کام
ہے۔۔" اذلان نے عفان بھائی کو پریشان

ہوتے دیکھا تو انہیں اپنے ساتھ لیے کام

کا کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے یوں اچانک اٹھ جانے پر زینی تب

تک اس کی پشت کو ساکت نگاہوں سے

دیکھتی رہی جب تک کہ وہ دونوں اس کی

نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔۔

اذلان نے سکائی بلیو شرٹ کے ساتھ بلیو
جینز پہنی تھی اس کے اوپر لانگ کوٹ
پہنے وہ ہمیشہ کی طرح سمارٹ اور جاذب
نظر لگ رہا تھا۔

عینی کے بلانے پر وہ ایک دم اس کی
طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اس کے لمبے سلکی
بالوں کی لٹوں کو ایک رسی کی طرح پکڑتی

ادھر سے ادھر گھما رہی تھی۔ زینی نے اس
کے گالوں کو نرمی سے پچکارتے اسے
اپنے ساتھ لگایا۔ اور پھر تھوڑی دیر میں وہ
باقی سب کے ساتھ بھی ہلکی پھلکی گپ
شپ میں حصہ لینے لگی تھی۔



نائٹ کلب میں موجود متعدد لڑکے لڑکیاں
ڈانس پارٹی میں مصروف تھے اور کچھ لوگ
اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑے مختلف
مشروبات پیتے ہوئے پارٹی انجوائے کر رہے
تھے۔

ان سب سے ہٹ کر ایک لڑکی کارنر میں
نروس انداز میں کھڑی تھی وہ اس ماحول
میں اپنے آپ کو ان فٹ محسوس کر رہی
تھی۔

مگر زمانے کی چکاچوند نے اسے بھی بدلنے
پر مجبور کر دیا تھا۔ اتنے میں اچانک کسی

نے اس کی آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے
کور کیا تھا۔

"ک۔ک کون۔۔؟" شمسہ نے ہکلاتے
ہوئے پوچھا اور اپنے ہاتھوں سے اس کا
ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی۔

"مجھے بھول گئی ہو۔۔؟" کسی نے اس

کے کان کے پاس دھیمی سرگوشی کی۔

اس آواز کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"سنی۔۔ یہ تم ہو! میں کب سے تمہارا

انتظار کر رہی ہوں۔۔؟" شمسہ نے منہ

بسورتے اس کے کندھے پر ہلکی سی چپت

لگائی جس پر مقابل موجود شوخ و چنچل لڑکا

دُرنے کی خوب ایکٹنگ کرتے ایک دم پیچھے
کو جھکا۔۔

"ایم سوری یار! راستے میں کار خراب ہو گئی
تھی۔۔ پھر ایک دوست سے لفٹ لے کر
آیا ہوں۔۔"

سنی نے اسے اپنے لیٹ آنے کی وجہ
بتائی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے

دونوں کان بھی سوری کے انداز میں پکڑ
لئے۔ جن کو وہ جذباتی لڑکی فوراً تھام بھی
چکی تھی۔

"کوئی بات نہیں یار۔۔ یہاں تو اتنا شور ہے
مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔ اب تو
میرے سر میں بھی درد ہو رہا ہے۔۔"

شمسہ نے تنگ آکر اس کی توجہ اس شور
کی جانب مبذول کروائی جس سے وہ بری
طرح ڈسٹرب ہو رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے یار باہر لان میں چلتے ہیں۔۔
وہاں آرام سے بات کر لیں گے۔۔" سنی
اس کے بازو کے گرد اپنا حصار قائم کرتے

اسے وہاں سے لے جانے کیلئے آگے بڑھ
گیا۔

شمسہ نے غیر محسوس انداز میں اس کے
حصار سے خود کو آزاد کیا اور ایک قدم آگے
آگے چلنے لگی۔۔ تعاقب میں آتے سنی کے
چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ رینگ گئی
۔ اس نے اپنے دوستوں کو پیچھے سے

وکٹری کا سائن شو کیا تو سب زیر لب
مسکراتے ہوئے آپس میں تالیاں بجانے
لگ گئے۔

"سنی! تم کب اپنے پرنٹس کو لے کر آ
رہے ہو میرے گھر۔۔ ڈیڈ کو میرا اس طرح
باہر آنا جانا پسند نہیں ہے۔۔"

"میں صرف تمہارے بلانے پر آ جاتی ہوں
مگر اب مجھے بھی کچھ اچھا نہیں لگتا اس
طرح باہر آنا جانا۔"

اس نے سنی سے مدعے کی بات کی اور
اپنا ازلی ڈر ظاہر کیا۔

"یار! اتنی جلدی بھی کیا ہے شادی
کی۔۔ ابھی تو ہم لوگ بہت چھوٹے ہیں

شادی کے لیے۔۔ ابھی تو ہم لائف کو
انجوائے کرتے ہیں یہی تو ٹائم پیریڈ ہے
انجوائے کرنے کا۔۔"

سنی نے اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش
کی مگر شمسہ نے جلدی سے پانی کا گلاس
اٹھائے اپنے لبوں سے لگا لیا۔ اور پھر سے

دھیمے لہجے میں گویا ہوتی اپنی بات سمجھانے
کی اک ناکام سی کوشش کرنے لگی۔

"نہیں سنی۔۔ تم میری سچوایشن کو نہیں

سمجھ رہے ہو۔۔ ایک ماسک مین مجھے ہر

جگہ پر ملتا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے ٹپک

جاتا ہے۔۔ پتا نہیں اسے کیسے پتہ چلتا

ہے کہ میں کہاں ہوں۔۔۔"

"بس ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور وہ مجھے تم

سے دور رہنے کو بار بار کہتا ہے۔۔"

شمسہ نے بوکھلائے تاثرات سمیت اپنے

خدشے کی وضاحت دی تھی۔

"یار! تم نے خواب میں کہیں دیکھا ہو

گا۔۔ ایسے کیسے کوئی ماسک مین ہر جگہ پر

پہنچ جاتا ہے۔۔ اس نے تمہارے ساتھ

کوئی ٹریکر لگایا ہے کیا۔۔!!؟؟؟"

سنی نے ہنستے ہوئے اس کی بات کو ہوا

میں اڑا دیا۔۔

"تمہیں لگ رہا ہے۔۔ میں کوئی کہانی گھڑ

رہی ہوں۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے اس

شخص سے خوف آتا ہے۔۔ مجھے لگتا ہے وہ

مجھے اٹھا کر لے جائے گا اور میں تمہیں

کھو دوں گی۔"

بات کے آخر میں شمسہ کا لہجہ زندہ سا

محسوس ہوا۔

"ریلیکس یار! تم یہاں بیٹھو میں تمہارے

لئے سوفٹ ڈرنک لاتا ہوں۔۔"

سنى نے اسے وہاں ايك بينچ پر بٹھايا اور خود
اس كے ليے ڈرنك لانے چلا گيا۔

شمسہ خالى خالى نگاہوں سميت ادھر لان
میں بيٹھی مختلف رنگوں كى روشنيوں كو ديكه
رہى تھى كہ اچانك وہى ہوا جس كا اسے ڈر
تھا۔

اس کی آنکھیں حیرت اور ڈر کے مارے
پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

مقابل کو دیکھتے اس کے حلق سے بے
ساختہ چیخ نما آواز برآمد ہوئی تھی جس کو
اس ماسک مین نے فوراً آگے بڑھ کر اس
کے منہ پر ہاتھ رکھ کر روک دیا تھا۔ اس
کی باقی ماندہ ہولناک چیخ اس کے منہ کے

اندر ہی دب کر رہ گئی۔۔ اب وہ اپنے

کمزور ہاتھوں سے اس سے اپنا آپ

چھڑوانے کی تگ و دو کرنے لگی۔

مگر شمسہ کا کمزور اور ناتواں وجود اس بہترین

اعصاب کے مالک ماسک مین کے مضبوط

بازوؤں میں دب کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر

بعد اس ساکت ماحول میں اچانک ایک
سخت، گمبھیر آواز گونجتی محسوس ہوئی تھی۔

"تم سے کتنی بار کہا ہے اس لڑکے سے
دور رہو۔۔۔ یہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔۔۔ ایک بار
میں کہی بات تمہیں سمجھ کیوں نہیں
آتی۔۔۔؟؟"

ماسک مین اس کی آنکھوں میں دیکھتے
سخت لہجے میں اس سے باز پرس کر رہا تھا۔
"اگ۔ ک۔ کون ہو تم۔۔؟ تم کیوں بار بار
میرے پیچھے آ جاتے ہو۔؟"
شمسہ اس کے ہاتھ اپنے لبوں سے پیچھے
ہٹاتے ہکلا نے کے انداز سے گویا ہوئی۔

"میری چھوڑو تم۔۔ آئندہ کبھی تم مجھے
اس لڑکے کے ساتھ نظر نہ آؤ۔۔۔" ماسک
میں کے تاثرات برف کی مانند منجمد اور لہجہ
ٹھٹھرتا محسوس ہوا۔ شمسہ نے بے آب
مچھلی کی طرح تڑپتے اپنے ایک ہاتھ سے
اس کے ماسک کو ہٹانا چاہا تاکہ پتہ چل
سکے۔

آخر اس ماسک کے پیچھے چھپا چہرہ ہے کس
کا؟ اور ایسا کون ہے جو بار بار اس کا پیچھا کر
رہا ہے۔ اب کی بار اس کا ارادہ جانتے
ماسک مین نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی
سختی سے پکڑ لیا۔

"میری مرضی۔۔ جس کے ساتھ مرضی
جاؤں۔۔ تمہیں اس سے کیا مسئلہ ہے

--؟؟ "شمسہ نے اپنی تمام تر ہمت مجتمع کرتے اپنے لہجے کو حتی المقدور مضبوط ظاہر کیا۔ وہ بار بار مین گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے اپنا اپ چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"اگر آئندہ اس لڑکے کے ساتھ نظر آئی تو پہلے تمہیں شوٹ کروں گا اور اس کے بعد

اس لو فر کو --- جو تمہیں بہت شریف زادہ

لگتا ہے نا۔۔"

ماسک مین کی دھمکی اور اس کی نگاہوں کی

تنیش پر وہ ایک پل کے لیے لرز اٹھی

تھی۔ اس کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک

سنسناہٹ کی لہر دوڑتی محسوس ہو رہی

تھی۔۔

اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے اس
کے ہاتھ پر اپنے تیز ناخنوں سے حملہ
کیا۔۔ شمسہ کی اس غیر متوقع حرکت پر
ماسک مین کے ہاتھوں کی گرفت ایک پل
کیلئے کمزور ہو گئی۔ اس کے منہ سے بے
ساختہ ہلکی سی "سس" نما آواز نکلی۔

بس اتنی ہی دیر تھی کہ شمسہ اس سے اپنا
آپ چھڑوا کر بھاگتی ہوئی پارکنگ لاٹ میں
چلی گئی۔۔ اور پھر اپنے کانپتے ہاتھوں سے
کار سٹارٹ کرنے لگی۔

ڈر کے مارے کار کا اسٹئیرنگ بار بار اس
کے ہاتھوں سے ڈول رہا تھا۔۔ وہ اس لمحے
بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی وہ اس خطرناک

ماحول سے بہت دور بھاگ جانا چاہتی
تھی۔۔۔۔

ماسک مین کا ڈر اس کے حواسوں پر بری
طرح قابض ہو چکا تھا۔ گھبراہٹ کے
مارے اس کا پورا وجود باقاعدہ کپکپا رہا تھا
۔ ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار
ہو چکے تھے جنہیں وہ اپنے دوپٹے سے بار

بار صاف کرتے تیز سپیڈ سے کار دوڑا رہی
تھی جیسے وہ ماسک مین چلتے ہوئے نہیں
بلکہ اڑتے ہوئے اس کے پیچھے آ رہا ہے۔
شمسہ کے جاتے ہی ماسک مین نے اپنا
رخ کلب کے داخلی دروازے کی جانب
کیا مگر پھر کسی ضروری کام کا سوچ کر وہ
دھیمی چال چلتے پارکنگ لاٹ میں آیا اور پھر

پارکنگ لاٹ میں سے اپنی کار نکالتا مین روڈ
پر لے آیا۔

کار سٹارٹ کرتے اچانک اس کی نظر
اسٹینڈنگ پر جمے اپنے مضبوط ہاتھوں پر جا
کر تھم سی گئی۔۔۔ ہاتھ کی بیرونی جلد خون
کے ننھے ننھے قطروں سے بھر چکی تھی۔

اس نے باقاعدہ نفی میں سر جھٹکتے ڈیش
بورڈ پر موجود ٹشو باکس سے دو تین ٹشو نکال
کر ان قطروں کو صاف کیا۔۔ اس کے
ذہن کے پردے پر بار بار وہ گھبرائی، سہمی
ہوئی لڑکی کسی عکس کی صورت میں لہراتی
نظر آرہی تھی۔۔ اپنے زخمی ہاتھوں کو

دیکھتے ماسک مین نے زیر لب بڑبڑاتے

اسے "چڑیل" لفظ کا خطاب دیا۔

چڑیل کے ساتھ "خوبصورت" لفظ کا اضافہ

اس کے دل نے اس سے بنا پوچھے ہی کر

دیا تھا۔

شمسہ کے بارے میں سوچتے ہی اس کی
گھنی مونچھوں تلے لب آہستگی سے مسکرا
دیئے۔



"اذلان بیٹے! اپنا بھی خیال رکھنا اور میری
پیاری سی بہو زینی کا بھی۔۔" عاصمہ بیگم
نے اذلان سے گلے ملتے فرط محبت سے اس
کی پیشانی چومتے اسے زینی کا بھی خیال
رکھنے کی تاکید کی۔۔

وہ جواب دینے کی بجائے صرف مسکراتے
پر ہی اکتفا کر سکا تھا۔۔

وہ تو خود باقی سب کے ساتھ واپس پاکستان
ہی جانا چاہتا تھا مگر عاصمہ بیگم اور سکندر
شاہ کے اصرار پر وہ زینی کے ساتھ کچھ
دنوں کے لئے یہیں رک گیا۔

سب لوگ اس وقت ہوٹل کی پارکنگ میں
ایئرپورٹ جانے کیلئے تیار کھڑے تھے۔ گھر
کے سبھی افراد باری باری ان سے ملے اس

کے بعد سکندر صاحب اپنی فیملی کے ساتھ
ہوٹل سے ایئرپورٹ کیلئے نکل گئے۔

"ٹھیک ہے زینی بیٹے! ہم بھی نکلتے

ہیں۔۔۔ آپ اپنا خیال رکھنا۔۔۔ اوکے۔۔۔؟"

احد صاحب زینی کے سر پر دست شفقت
رکھتے نرم لہجے میں گویا ہوئے۔۔۔ زینی اسوقت
باقی سب کو خدا حافظ کہہ کر اب عظمت

بیگم کے شانے پر سر ٹکائے شکستہ انداز
میں وہیں پارکنگ لاٹ میں ہی کھڑی تھی۔
"فی امان اللہ بیٹے۔۔" عظمت بیگم کار میں
بیٹھنے کے بعد بھی ونڈ اسکرین سے ہاتھ
ہلاتی نیم مسکراتے لہجے میں گویا ہو رہی
تھی۔ عظمت پھوپھو کو جاتا دیکھ زینی کی
آنکھوں میں ہلکی سی نمی در آئی جسے وہ اپنی

ہتھیلی سے باقاعدہ صاف کرتے اذلان سے
چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

زینب اس وقت پریل ایبرائیڈڈ شرٹ کے
ساتھ سمیل وائٹ ٹراؤزر زیب تن کیے نظر
لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی
تھی۔ زینی نے اس وقت سخت سردی کی

وجہ سے لانگ کوٹ بھی پہن رکھا تھا جو

اس پر کافی سوٹ بھی کر رہا تھا۔

اذلان اس کی آنکھوں میں تیرتی نہی کو ایک

سرد نگاہ سے دیکھتا اپنے قدم آگے بڑھاتا

ہوٹل کے اندر چلا گیا۔

کیونکہ اب اسے کسی دکھاوے کی ضرورت
نہیں رہی تھی جو وہ سب کے سامنے
کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

زینی کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر اچانک
اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اذلان کو اپنے
ساتھ موجود نہ پا کر وہ پھر سے مغموم ہو
گئی۔

زینی جو پہلے ہی سب کے جانے پر پریشان
تھی اب مزید پریشان ہو کر رہ گئی۔

سخت سردی کی وجہ سے وہ اپنے کوٹ کی
پاکٹ میں ہاتھ ڈالے لان سے ہوتی داخلی
دروازے کی جانب چلی گئی۔ زیورچ ہوٹل
کی مین راہداری عبور کرتے اس کے قدموں
میں شکستگی کے آثار واضح نظر آ رہے تھے۔



"میں سر سے ایک دفعہ پوچھ لوں۔۔ انہیں
کوئی ضروری کام تو نہیں ہے۔۔ پھر چلتے
ہیں۔۔" ایان نے اپنے ساتھ ساتھ زمان
کی بھی ٹکٹ بک کروالی تھی۔ اب وہ اسے

باقاعدہ اپنے ساتھ جانے کے لیے تیار
ہونے کا کہہ رہا تھا مگر زمان کا دل اذلان
کو اکیلا یہاں چھوڑ کر جانے کیلئے رضامند
نظر نہیں آ رہا تھا۔۔

"تم نے ضرور کباب میں ہڈی بننا

ہے۔۔"

ایان نے اپنی عادت کے مطابق شوخ انداز

میں جملہ کسا جو کمرے کے اندر آتے

اذلان کی سماعتوں سے مخفی نہ رہ سکا۔

"زمان۔۔! مجھے یہاں کوئی کام نہیں

ہے۔۔ تم ایان کے ساتھ چلے جاؤ۔۔ کوئی

مسئلہ نہیں۔۔"

اذلان نے اسے ریسٹ دینے کا سوچا کیونکہ
وہ اذلان کے کہنے کے باوجود ہفتے میں ایک
چھٹی بھی نہیں کرتا تھا۔۔ ایان اور زمان
نے ایک دوسرے کی طرف بغور دیکھا اور
پھر ایان کا فلک شگاف قہقہہ کمرے کی در
و دیوار تک کو ہلنے پر مجبور کر گیا۔ اس کے

اتنا کھل کر ہنسنے پر زمان بھی اپنا سر نیچے
جھکائے خود کو مسکرا نے سے روک نہ سکا۔

"ہاہاہا۔۔۔ زمان اسے اب تمہاری کوئی
ضرورت نہیں ہے۔۔ اس کا خیال رکھنے
والی جو آگئی ہے اب۔۔"

ایان اپنی فطرت کے مطابق اسے چھیڑنے
سے پھر باز نہیں آیا تھا۔۔ رد عمل کے طور

پر اذلان نے مصنوعی غصہ ظاہر کرتے
اس کی ملکوں سے درگت بنا دی۔ ایان اب
پیٹ پکڑے ہنس ہنس کر دوہرا ہو رہا تھا۔
"تم چپ چاپ نکلو یہاں سے۔۔ ورنہ
میرے ہاتھوں مزید پٹو گے۔۔" اذلان کو
اس کے چھیڑنے پر مزید غصہ آ رہا تھا۔

اس کی سخت گھوری پر ایان نے اپنے
ہونٹوں پر ادٹی ہنسی کو پھر سے روکنے کی
اک ناکام کوشش کی تھی۔ زمان بے چارہ
پاس کھڑا ان کی ساری کاروائی خاموشی
سے دیکھ بھی رہا تھا اور ساتھ ساتھ مسکرا
بھی رہا تھا۔

"دوست دوست نہ رہا۔۔" ایان کو پھر سے
ہنسی کا دورہ پڑ چکا تھا۔۔ اذلان کے ہاتھوں
سے مزید مار کھانے سے بچنے کیلئے اب وہ
بے سرے انداز میں گیت گاتے بیڈ کی
دوسری جانب چھلانگ لگا چکا تھا۔۔ اس کی
اس بچگانہ حرکت پر اذلان کی بھی بے
ساختہ ہنسی نکل گئی۔

"اتنا بے سرا گاؤ گے تو پورا سوئٹزرلینڈ اکٹھا
ہو جائے گا کہ پتا نہیں کون سی آفت آن
پڑی ہے ہمارے ملک پر۔۔۔"

اذلان نے آہستگی سے مسکراتے اس کی
بے سری آواز کا مذاق بنایا تھا۔

"ہاں بھئی! ہم تو ٹھہرے بے سرے۔۔"

تم تو کافی سریلے ہونا اپنے گانوں سے

خوب رونقیں لگانا یہاں پر۔۔"

ایان نے اس کی سریلی آواز کی طرف اشارہ

کیا کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ اذلان کی

آواز بہت خوبصورت ہے۔

"جاؤ زمان۔۔! تم اپنی پیکنگ کرو اس کے
تو ڈرامے ہی نہیں ختم ہونے۔۔" اذلان
نے نفی میں سر جھٹکتے زمان کو اپنی پیکنگ
مکمل کرنے کا کہا۔۔ وہ "جی سر" کہہ کر
اثبات میں سر ہلاتا اپنے کمرے کی جانب
چل دیا۔

کچھ ہی دیر بعد اذلان بھی ایان سے مصافحہ
کرتا اس کے روم سے باہر آ گیا کیونکہ ایک
گھنٹے بعد ان دونوں کی بھی فلائٹ کا ٹائم
بھی شیڈول تھا۔

ایان کو کسی ضروری کام سے ارجنٹ
واپس جانا تھا مگر وہ اذلان کا موڈ فریش
کرنے کے لیے یہیں رک گیا تھا ورنہ وہ

لوگ تو کب سے فلائٹ کے لیے لیٹ ہو
رہے تھے۔

وہ چاہتا تو اذلان کو میسج کر کے جا سکتا تھا
مگر وہ اس سے مل کر جانا چاہتا تھا۔ اذلان
کے جانے کے بعد وہ بھی پیکنگ مکمل
کرتا اپنا سوٹ کیس تھا مے زمان کے
کمرے کی جانب چل دیا۔



"مجھے اب کمرے میں جانا چاہیے۔۔۔ یہاں
تو اتنی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔۔۔" زینی کو
اپنے ہاتھ برف کی مانند ٹھنڈے پڑتے

محسوس ہوئے تو وہ ان کو آپس میں مسلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

زینی ابھی تک واپس کمرے میں جانے سے ہی گھبرا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں بس ایک ہی سوال بار بار گردش کر رہا تھا۔

"وہ کیسے سامنا کر پائے گی اذلان کی

سخت نظروں کا۔۔؟؟؟"

رات دس بجے کے قریب وہ ڈرتے ڈرتے
کمرے میں واپس آ گئی۔۔ اذلان اسوقت بیڈ
پر بے آرام انداز میں لیٹا ہوا تھا۔
شاید تھکن کی وجہ سے لیٹتے ہی گہری نیند
سو گیا تھا۔ اتنی سخت سردی کے باوجود
اس نے خود پر کمفرٹر تک نہیں اوڑھ رکھا
تھا۔۔

زینی دے پاؤں چلتی سیدھا کاؤچ پر آ کر
بیٹھ گئی اور پھر جذب کے عالم میں لیمپ
کی روشنی میں اذلان کا چہرہ ہی تکتی رہی
-- کچھ ہی دیر بعد اسے وقت گزرنے کا
احساس ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے
اپنی جگہ سے اٹھی مگر پھر خود ہی نفی میں
سر ہلا کر واپس کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

تقریباً دس منٹ اس کے سوچنے میں ہی
گزر گئے۔

پھر آخر کار اپنی سوچوں سے تنگ آکر اس
نے بنا کوئی آہٹ کیے اذلان کے پاؤں
کے نیچے سے کمفرٹر نکالا اور پھر اپنے
کپکپاتے ہاتھوں سمیت اس کے اوپر اوڑھا
دیا۔

پہلے تو وہ ذرا سا کسمسایا مگر پھر کمفرٹر کو خود
پر اچھے سے لپیٹے مطمئن انداز میں گہری
نیند سو گیا۔

زینی نے اس کے نیند سے نہ جاگنے پر
تشکر بھرا سانس بھرتے اپنی آنکھیں بھی
باقاعدہ اوپر کو اٹھا لیں۔

اس کو آرام سے سوتا دیکھ کر اب وہ خود
بھی کاؤچ پر واپس آ کر لیٹ گئی۔۔
اذلان کو فرط محبت سے دیکھتے کب وہ بھی
نیند کی حسین وادیوں میں ڈوب گئی اسے
بالکل بھی اندازہ نہیں ہوا تھا۔



"یہ آپ کی چائے۔۔" سارہ بیگم نے

ابراہیم صاحب کو چائے کا کپ تھمایا جو پر

سوچ انداز میں فون ہاتھ میں لیے کرسی کی

پشت پر سر ٹکائے بیٹھے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا آپ کو۔۔؟ سب ٹھیک تو ہے نا

۔۔؟" سارہ بیگم نے ابراہیم صاحب کو اس

قدر گم صم پایا تو اپنا کپ واپس ٹیبل پر
رکھتے استفساریہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"بابا جان آرہے ہیں پوری فیملی کے

ساتھ۔۔۔"

ابراہیم صاحب کے لب تو ہلے مگر سارہ بیگم

کے سر پر پریشانی کا ایک نیا بم پھوٹ چکا

تھا۔

"ب۔۔ب۔۔ بابا جان۔۔؟؟ اف میرے

خدایا۔۔۔ ابراہیم ہم انہیں کیا جواب دیں
گے۔۔؟؟ 'لتا بڑ توڑ سوالات کرتی سارہ بیگم

بھونچکا کر رہ گئیں۔۔

مارے پریشانی کے ابراہیم صاحب کے گلے

میں ایک گلیٰ ابھر کر فوراً معدومیت کا

شکار ہو گئی۔۔

"سچ ہی بولنا ہے سارہ۔۔۔!! اس کے علاوہ
اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔۔۔" زینی کے
بارے میں سوچتے ہی ابراہیم صاحب چائے
کے کپ کو واپس ٹیبل پر رکھتے مضطرب
انداز میں چلتے کھڑکی کے پاس جا کر کھڑے
ہو گئے تھے۔ سارہ بیگم بھی لب کچلتے اب

ان کے پاس آتی دو قدم فاصلے پر کھڑی ہو
گئی تھیں۔

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔۔ ایسی باتیں
چھپتی تھوڑی ہیں۔۔ بلاآخر انہیں پتہ تو چل
ہی جانا ہے۔۔" سارہ بیگم کی آواز میں
کرب واضح ہلکورے کھاتا نظر آ رہا تھا۔

"زینی بیٹے! یہ کیا کر دیا تم

نے۔۔؟" ابراہیم صاحب کے لہجے میں

تھکن کے آثار واضح تھے۔۔ ان کو اپنے

مضبوط شانے کسی ان دیکھے بھاری بوجھ

کے تلے دبے اب کمزور محسوس ہونے لگے

تھے۔۔ ابراہیم صاحب کی بات پر سارہ بیگم

کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسوؤں کا سیل رواں
جاری ہو گیا۔

وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ زینہ میں ان
کی جان بستی ہے۔۔۔ اب وہ اسے کتنی
مشکل اسے نظر انداز کر رہے ہیں یہ صرف
وہی جانتی تھیں۔۔۔۔۔

"میں چلتا ہوں سارہ فلائٹ کا ٹائم ہو گیا
ہے۔ مجھے ان سب کو لینے ایئرپورٹ بھی
جانا ہے۔۔۔" ابراہیم صاحب نے کلائی میں
بندھی رسٹ واچ پر اچنتی نگاہ ڈالنے کے
بعد ڈرائیور کو فون کرتے گاڑی تیار کرنے
کا کہا اور خود بھی اپنا موبائل تھامے روم
سے باہر آ گئے۔

"پتا نہیں زینی کیسی ہوگی۔۔؟ مجھ سے تو

ایک پل بھی نہیں گزرا رہا۔۔ زینی

تمہارے بغیر تو یہ اکیلا گھر ہمیں کاٹ

کھانے کو دوڑ رہا ہے۔۔"

سارہ بیگم کے دل نے پھر سے زینی کو ہی

مخاطب کیا تھا۔ آخر کو وہ انکی اکلوتی اولاد

تھی۔



"اف۔۔ فف یار! میں اتنی دیر کیسے سویا
رہا۔۔؟" اچانک نیند سے اٹھتے ہی اذلان کی
خمار آلود نگاہوں کا مرتکز سامنے لگی وال

کلاک تھی جو اس وقت صبح کے نو کا ٹائم
شو کر رہی تھی۔

وہ ہڑبڑانے کے انداز میں تکیے سے سر
اٹھانے ہی لگا تو اپنے اوپر بھاری کمفرٹر کو
دیکھتے اس کو اپنے بقیہ حواس بھی صحیح
معنوں میں نیند سے بیدار ہوتے محسوس
ہوئے تھے۔۔

تبھی اس کی نگاہ بے ساختہ سامنے کاؤچ پر
سکڑی، سمٹی سی لیٹی زینب کی طرف اٹھ
گئی جو اس وقت بنا کسی کمفرٹر کے لیٹے
گہری نیند میں سو رہی تھی۔

اسے فوراً رات کا منظر اپنے ذہن کے
پردے پر کسی عکس کی صورت میں لہراتا
دکھائی دیا۔۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ

سونے سے پہلے اس پر کمفرٹر موجود نہیں
تھا۔

"ہو نہ ہو یہ حرکت انہی کی ہی ہو سکتی
ہے۔۔" اذلان دانت پیستے کچکچانے کے
انداز میں گویا ہوا۔

"آج تو یہ ہمت کر لی ہے آپ نے۔۔۔
اگر آئندہ کرنے کی کوشش بھی کی تو مجھ

سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ سمجھی

آپ۔۔؟؟؟"

اذلان کے سخت غصیلے لہجے پر زینی ڈر کے

مارے فوراً کاؤچ سے اٹھ بیٹھی۔

اور پھر سارا معاملہ سمجھ آنے پر اس نے

اپنی آنکھیں کسی مجرم کی طرح شرمندگی سے

نیچے جھکا لیں

کیونکہ وہ اذلان کے ہاتھ کا اشارہ کمفرٹر کی
طرف دیکھ چکی تھی۔

اذلان کمفرٹر کو غصے سے سائیڈ پر کرتا ہوا
فوراً بیڈ سے اٹھ بیٹھا جیسے کمفرٹر کوئی بہت
ہی بری یا ناپاک چیز ہے جسے اس نے اب
تک اپنے اوپر اوڑھ رکھا تھا۔

اور پھر وہ اسے سخت نگاہوں سے گھورتا
واش روم میں فریش ہونے کے لئے چلا
گیا۔ یہ سب دیکھ زینب پھر سے رونے
والی ہو گئی کیونکہ آج تک کسی نے اس
سے اتنی روڈی بات نہیں کی تھی۔

مگر پھر بھی وہ بادل ناخواستہ اپنے آنسو
صاف کرتے کمفرٹر کو طے کر کے واپس
الماری میں رکھنے لگی۔

اذلان کچھ ہی دیر میں واش روم سے فریش
ہو کر باہر نکلا تو زینی دھیمی چال چلتی ہوئی
پھر اس کی طرف آئی تھی۔

"م۔م۔م۔ میں الماری سے کپڑے نکال دیتی
ہوں۔۔ جو آپ کو چاہیے مجھے بتا دیں
۔۔" زینی نے اپنی تمام تر ہمت مجتمع
کرتے ایک اچھی بیوی کا کردار نبھانا چاہا۔۔
"ہٹیں میرے سامنے سے۔۔ میں اپنا ہر
کام خود کر سکتا ہوں۔۔" اذلان نے اسے

بازو سے تھامے جھٹکے سے سائیڈ پر کر
دیا۔ اس کا ہر انداز نخوت سے بھرپور تھا۔
زینب ابھی تک شاک کے عالم میں ہنوز
ویسے ہی کھڑی تھی کہ اسے اپنی سماعتوں
میں پھر سے اذلان کی طنزیہ آواز سنائی
دی۔۔ اس کا جھکا سر شرمندگی کے مارے
مزید نیچے جھک گیا تھا۔

"اور ویسے بھی زبردستی کی گئی شادیوں میں
یہ سب چونچلے ہرگز نہیں ہوتے۔۔" اس
کی بات سنتے زینی کا رنگ لٹھے کی مانند
سفید پڑ گیا۔

اذلان کے الفاظ، الفاظ نہیں گویا زہر کے
تیر تھے۔۔ جو اس کے وجود میں پیوست
ہوتے اس کی روح تک کو چھلنی کر رہے

تھے۔۔ اذلان کا ہتک آمیز رویہ دیکھتے زینب
کو اپنا حلق تک خشک پڑتا محسوس ہو رہا
تھا۔۔

مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔۔ اس کی ایک
حرکت نے اسے کچھ بھی کہنے یا سننے کے
لائق ہی نہیں چھوڑا تھا۔ بے بسی کے
مارے اس کی آنکھوں میں تیزی سے تیرتی

نمی اس کے گلابی رخساروں کو مسلسل
بھگو رہی تھی۔

ناول ♦

محبت سے خدا تک کا سفر ♦

تحریر ♦

♦ مہوش صدیق

✿ قسط نمبر 4 ✿

اذلان کی طنزیہ باتیں سن کر وہ اپنے منہ پر
ہاتھ رکھتی واشروم میں چلی گئی کہیں اس
کا رونا دیکھ کر اذلان اسے پھر سے باتیں نہ

سنا دے۔۔ وہ واش روم کی دیوار کے ساتھ
ٹیک لگائے کافی دیر تک روتی رہی تھی۔
جب اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو باہر
آ گئی۔

رونے کے باعث اس کی آنکھوں کے
پپوٹے سو جن کا شکار ہو چکے تھے۔ اذلان
اس وقت کمرے میں موجود نہیں تھا اسی

لیے وہ خود بھی ڈریسنگ روم میں اپنے
کپڑے چینج کرنے چلی گئی۔۔۔ وہاں سے
فارغ ہونے کے بعد وہ میکانیکی انداز میں
چلتی پھر واپس آ کر اسی کاؤچ پر ہی بیٹھ
گئی۔

ابھی اسے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اذلان
کسی سے فون پر بات کرتا ہوا کمرے کے

اندر آیا اور اس کے ہاتھ میں زبردستی فون
تھما دیا۔ جسے وہ نا سمجھ تاثرات سمیت
پکڑے اپنے کانوں سے لگا چکی تھی۔۔۔ فون
کے اسپیکر سے گونجتی عاصمہ بیگم کی آواز
سن کر اس کے دل کو یک گونہ سکون
محسوس ہوا۔

"السلام علیکم۔۔!!" اس نے سرگوشی نما

آواز میں عاصمہ بیگم کو سلام کیا۔

"کیسی ہو بیٹا؟ اذلان تمہیں تنگ تو نہیں

کر رہا نا۔۔؟" عاصمہ بیگم نے چھوٹے ہی

زینی کی خیریت دریافت کی جس کے جواب

میں وہ کچھ کہنے کی بجائے باقاعدہ اذلان کی

طرف پر خم نگاہوں سے دیکھنے لگی۔۔ وہ از خود

بھی ماؤتھ پیس سے ابھرتی عاصمہ بیگم کی
آواز واضح سن رہا تھا۔

زینب اذلان کی نگاہوں کے حصار میں
جکڑی فل گھبراہٹ کا شکار لگ رہی تھی۔
"ج ج ج جی۔ ی۔ ی۔ ی آنٹی۔۔ میں بالکل
ٹھیک ہوں۔۔ آپ لوگ خیریت سے پہنچ

گئے۔۔؟" زینی نے ہکلا نے کے انداز میں

عاصمہ بیگم کو اپنی طبیعت بتائی۔

"ہم تو پہنچ چکے ہیں بیٹے۔۔ مگر آپکی فکر ہو

رہی تھی۔ اس لئے اذلان سے کہا میری

آپ سے بات کروا دے۔۔" عاصمہ بیگم

کے پیار بھرے انداز پر وہ دھیمے سے مسکرا

دی تھی۔

"چلو بیٹا! آپ لوگ ناشتہ کرو۔ اپنا اور
اذلان کا بہت سارا خیال رکھنا۔۔ اور اگر یہ
ذرا بھی تنگ کرے تو مجھے ضرور بتانا میں
اس کی اچھی طرح خبر لوں گی۔۔ ٹھیک
ہے بیٹا۔۔؟؟"

عاصمہ بیگم نے ایک دو باتوں کے بعد ایک
بار پھر وہی بات دہرائی جس پر وہ بس "جی
ٹھیک ہے" کہنے پر اکتفا کر سکی۔
"ہمم۔۔! کل کی آئی لڑکی کی زیادہ فکر ہو
رہی ہے انہیں۔۔ میری نہیں۔۔!!"

اذلان تھوڑی اونچی آواز میں بڑبڑایا جسے زینی
اپنی تیز سماعتوں کی بدولت بخوبی سن چکی
تھی۔

عاصمہ بیگم نے رسمی سلام دعا کے بعد
فون ڈسکنیکٹ کر دیا تھا۔

زینی نے ڈر کے مارے کانپتے ہاتھوں سے
فون واپس اذلان کے ہاتھ میں تھما دیا جسے

تھام کر وہ کمرے سے باہر جانے ہی لگا

تھا کہ اچانک پیچھے مڑا۔

"جو ناشتہ کرنا ہو آرڈر کر لیں۔۔ میرے

انتظار میں ہرگز نہیں بیٹھے گا۔۔ ورنہ تا عمر

ایسے ہی بیٹھی رہیں گی۔۔" اذلان پھر طنز

کے تیر اس پر اچھال کر جانے ہی لگا تھا

کہ اسے اپنی سماعتوں میں زینب کی آواز
سنائی دی۔

"و۔ وہ میں۔۔" زینی اس سے ناشتے کے
بارے میں ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ
اذلان نے پھر سے اس کی بات درمیان
میں اچک لی۔۔

"آپ کوئی بچی نہیں ہیں جو میں آپکے ہر
ٹائم کے کھانے کا خیال رکھتا پھروں۔۔۔
آپ تینوں ٹائم کا کھانا خود آرڈر کر لیجئے
گا۔۔"

اذلان نے سرد نگاہوں سے زینی کو دیکھتے
ہوئے کہا۔ اسے اب عاصم بیگم کی اس
نئی فرمائش پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ کیونکہ وہ

صاف الفاظ میں اذلان کو زینی کے کھانے
پینے سمیت ہر چیز کا خیال رکھنے کا حکم
کچھ دیر پہلے دے چکی تھیں۔۔

جس انداز میں بھی سہی لیکن اب وہ بادل
ناخواستہ ان کا یہ حکم مان ضرور رہا

تھا۔۔۔۔۔

"وہ میرا ذرا سا بھی دل نہیں کر رہا۔۔"

زینی نے ہمت مجتمع کر کے اپنی بات
اذلان کے سامنے جھجکتے ہوئے رکھی۔ جس

نے اذلان کو مزید تپ چڑھا دی تھی۔

"دل تو میرا بھی آپ کو اپنی آنکھوں کے

سامنے نہیں دیکھنا چاہتا۔۔ تو کیا کروں میں

پھر۔۔۔؟؟"

"مجبوری میں ہر کام کرنا پڑتا ہے۔۔ چاہے

آپ کا دل چاہے یا پھر نہ چاہے۔۔"

اذلان نے پھر سے اس پر طنز کا تیرا اچھا

دیا۔۔ اس نے آج تک کسی لڑکی سے اس

انداز میں بات نہیں کی تھی۔۔

جانے کیوں وہ اس لڑکی کو اپنی آنکھوں
کے سامنے دیکھ کر خود کے اعصاب پر قابو
نہیں رکھ پا رہا تھا۔

اس کی بات پر زینی کچھ پل کیلئے نگاہیں
جھپکنا جیسے بھول گئی ہو۔۔۔ وہ ہونق بنی
اسے پر خم نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی۔۔

کیونکہ اذلان کے طنزیہ وار نے اسے کچھ
بھی بولنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔۔
اذلان اپنی بات کہتا وہاں سے چلا گیا اور وہ
پھر کاؤچ پر ڈھنے کے انداز میں بیٹھ
گئی۔۔



"السلام علیکم بابا جان!" ابراہیم صاحب
نے داؤد آفندی کو دیکھتے ہی سلام کیا جواباً
انہوں نے ابراہیم صاحب کو ڈھیروں
دعائیں دے دی۔۔ ابراہیم صاحب باری
باری باقی سب سے ملے اور انہیں حج کی
مبارک باد دی۔۔

"زینی نہیں آئی۔۔؟ مجھے تو لگا تھا سب

سے پہلے وہی کھڑی ہوگی ایئرپورٹ پر

ہمارے استقبال کے لیے۔۔" داؤد صاحب

نے اپنی لاڈلی پوتی کا پوچھا۔ زینی کے ذکر پر

ابراہیم صاحب ایک پل کے لئے ساکت رہ

گئے۔۔ اور پھر کچھ ہی سیکنڈز کے بعد وہ

اپنے اعصاب پر قابو پاتے انہیں نرم لہجے
سے جواب دینے لگے۔۔

"آئیے بابا جان! آپ لوگ تھک گئے ہوں
گے۔۔ گھر چل کر بات کرتے ہیں۔۔"

ابراہیم صاحب نے بات سنبھالنے کی سعی
کی۔۔

"ہاں یار ساڑھے چار گھنٹے پلین میں بیٹھنا
آسان کام تھوڑی ہے۔۔ میری تو کمر میں
درد ہونا شروع ہو گیا ہے۔۔" داؤد صاحب
ابراہیم صاحب کی بات سے انجان ہلکا سا
مسکراتے ہوئے اپنی کمر درد کا بتا رہے
تھے۔

"چلیے! آپ اور بھائی میرے ساتھ میری
کار میں چلتے ہیں باقی سب دوسری کار میں
ایڈجسٹ ہو جائیں گے۔۔" ابراہیم صاحب
نے سب کو کار میں بٹھایا اور پھر گھر کی
جانب چل دیئے۔۔

"اکراچی سے لاہور کب تک شفٹ ہوتے رہو
گے۔۔؟ زینی کی پڑھائی اگر لاہور میں ہی

ہے تو پکا پکا یہیں شفٹ ہو جاؤ۔۔۔" داؤد

صاحب نے انہیں مستقلاً لاہور میں ہی

شفٹ ہو جانے کا مشورہ دیا۔

مگر جس بات سے ابراہیم صاحب اعراض

برت رہے تھے۔۔۔ وہ تھی زینی اور بابا جان

بار بار زینی کا ذکر کر رہے تھے۔ آخر کو ان

کی لاڈلی پوتی تھی جس سے وہ بے پناہ
محبت کرتے تھے۔

"جی۔ می بابا جان۔۔۔!" ابراہیم صاحب کے
اثبات میں سر ہلاتے ہی داؤد صاحب نے
گہرا سانس کار بھرتے سیٹ کی پشت پر
سر ٹکا دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ ابراہیم پیلس
پہنچ چکے تھے۔۔۔ یہ عالیشان گھر بہت ہی
خوبصورت انداز میں ڈیزائن کیا گیا تھا سب
کچھ زینی نے اپنی پسند سے کیا تھا۔۔
آخر کو اس کے بابا کی اپنی کنسٹرکشن کمپنی
تھی تو زینی نے ہر چیز اپنی مرضی سے تیار
کروائی تھی۔۔ مین گیٹ پر پہنچنے کے بعد

وہاں موجود گارڈز نے مستعدی سے گیٹ
کھول دیا۔ دونوں کارز آگے پیچھے گیٹ کے
اندر چلی گئیں۔۔۔ بابا جان سمیت سبھی کار
سے اترے ہی تھے کہ ان کی نگاہیں داخلی
دروازے تک گئیں جہاں سارہ بیگم پہلے
سے ہی ان کے استقبال کیلئے کھڑی

تھیں۔۔ انہوں نے خوشدلی سے مسکراتے

سب کو ویلکم کیا۔

ابھی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے انہیں کچھ ہی

دیر گزری تھی کہ سارہ بیگم نے انہیں کھانا

لگنے کا بتایا۔

سب کو لگا زینی شاید یونیورسٹی گئی ہے

اس لئے وہ یہاں نہیں ہے۔ اس لیے

کسی نے زیادہ پوچھا نہیں۔۔ گھر کے سب
افراد آپس میں ہلکی پھلکی باتیں کرتے
ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔۔

جب بھی زینی کی کوئی بات ہوتی ابراہیم
صاحب اور سارہ بیگم بس ہوں ہاں میں
جواب دے دیتے۔

کھانے کے کچھ دیر بعد سب لوگ ریست
کرنے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلے
گئے۔۔ اس پل ابراہیم صاحب اور سارہ بیگم
نے بھی سکھ کا سانس لیا۔



"اگر لہذا سب سے پہلے میں آپ کو سورۃ
النساء کی آیت نمبر 11 اور 12 کا شان
نزل بتاؤں گی۔۔ پھر ہم بعد میں اس کے
احکامات ہم ڈسکس کریں
گے۔۔ اوکے۔۔؟؟"

ایمان کی شیریں آواز پوری کلاس میں گونجی
جس کے جواب میں پوری کلاس نے یک
بستہ جواب دیا تھا۔

"ایس میم۔۔۔" ایمان اب ڈائس سے ہٹ
کر سامنے آگئی جہاں اس کی پوری کلاس
لیکچر سننے کے لیے بے تاب نظر آ رہی
تھی۔

"اس آیت کے بارے میں کہا یہ جاتا ہے
کہ ایک صحابی کی بیوہ اور دو بیٹیاں
تھیں۔ شوہر کے بھائیوں نے ان کے مال
پر قبضہ کر لیا تو یہ بیوہ رسول صلی اللہ وسلم
کے پاس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا:
"جاؤ اور صبر کرو"

پھر وہ وہاں سے چلی گئیں اور پھر واپس
آکر شکایت کی تو پھر یہ آیات مبارکہ نازل
ہوئیں۔"

"وراثت کے علم کے بارے میں تو حدیث
مبارکہ بھی ہے جس میں کہا گیا ہے:"
ایمان کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز کلاس
میں سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔۔ سب

لڑکیاں اس کا لیکچر ہمیشہ ایسے ہی سنتی
تھیں۔

پھر اس نے اپنی مدھر کانوں میں رس
گھولتی آواز میں ایک حدیث مبارکہ
پڑھی۔۔۔۔۔

"میری امت میں سب سے پہلے جو علم
اٹھایا جائے گا وہ وراثت کی تقسیم کا علم
ہے۔۔"

"اس لیے ہمیں اس علم کو جتنا ہو سکے
سیکھنا چاہیے اور خود بھی دوسروں کو سکھانا
چاہیے۔"

"سب سے پہلے میں آپ کو بتاؤں گی کہ
مال کے ساتھ کون سے چار حقوق تعلق
رکھتے ہیں۔۔۔؟" ایمان نے اب بلیک مارکر
اٹھایا اور بورڈ کی طرف بڑھی۔

(1) میت کی تجیز و تکفین۔

(2) قرض کی ادائیگی اگر میت کے ذمہ

واجب ہو تو۔

(3) اجرائے وصیت از ثلث مال۔

(4) بقیہ مال کی وراثت میں تقسیم۔

ایمان نے یکے بادیگرے تمام حقوق لکھے اور
پھر سامنے آکر باقی کا لیکچر دینے لگی۔

سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے

کہ وراثت کی اقسام کتنی ہیں؟

وراثت کی چند اقسام یہ ہیں۔۔

(1) ذوی الفرض۔

(2) عصبات۔

(3) ذوی الارحام۔

"ذوی الفرض ایسے ورثاء ہیں جن کے حصے

قرآن حدیث یا اجماع امت سے معین

ہوں۔

عصبات ایسے ورثاء ہیں جن کا حصہ تو مقرر
نہ ہو لیکن ذوی الفرض کے نہ ہونے کی
صورت میں کل مال ورنہ بقیہ مال لے لیتے
ہیں۔

ذوی الارحام ایسے ہیں ذوی الفرض کے سوا
وہ رشتے دار جو مؤنث ہوں یا میت کی طرف
براہ راستہ منسوب ہوں۔"

"سب کو سمجھ آرہی ہے نا۔۔؟ کوئی

کنفیوژن تو نہیں۔۔؟"

ایمان نے ایک نظر کلاس کی جانب دیکھا
کہ کسی کو کوئی سوال تو نہیں پوچھنا جب
کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے لیکچر آگے
کنٹینیو کیا۔

"ایک مرد کا حصہ وراثت میں کتنا بنتا ہے
یہ آپ لوگ ساتھ ساتھ نوٹ ڈاؤن کریں
پھر یاد ہونے میں آسانی ہوگی جس پر سب
لڑکیاں ساتھ ساتھ لکھنا شروع ہو گئیں۔
"ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر
ہوگا۔"

"اگر مرنے والے کے والدین یا ازدواج
میں سے کوئی نہ ہو تو اولاد کے حصے کس
طرح دیئے جائیں گے یہ نوٹ کریں۔"

"اگر تو ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو مال
کے دو حصے ہوں گے۔

"ایک حصہ بیٹے کو اور دوسرا حصہ دو
بیٹیوں کے برابر تقسیم ہو گا۔"

"اگر تو ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی ہو تو مال

کے تین حصے ہوں گے جن میں سے

$3/2$ بیٹا لے گا اور $3/1$ بیٹی لے گی۔

"اگر دو یا زیادہ بیٹیاں ہو تو مال کے تین

حصے ہونگے۔۔ دو حصے سب بیٹیوں میں

تقسیم ہوں گے اور ایک حصہ باقی ورثا

میں۔۔"

"اگر صرف ایک بیٹی ہو تو مال کے دو حصے
ہوں گے ایک حصہ بیٹی لے گی اور ایک
حصہ باقی ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔"

"نیکسٹ آپشن یہ ہے کہ اگر مرنے والے
کے والدین اور اولاد ہو تو ان کا وراثت میں
شریعت نے جو حصہ مقرر کیا ہے وہ یہ
ہے کہ:

"والدین کو علیحدہ علیحدہ 6/1 ملے گا اور

باقی اولاد میں تقسیم ہوگا۔"

"یہ لیکچر ٹف ضرور ہے لیکن آپ لوگوں

نے اسے ضرور یاد کرنا ہے۔۔۔ جہاں سمجھنا

آئے مجھ سے دوبارہ پوچھنا ہے میں آپ کو

کلیئر کر دوں گی۔۔۔"

جس پر سب لڑکیوں نے اثبات میں سر ہلا

دیا۔

”اگر میت کی اولاد نہ ہو تو مگر میت کے

ایک یا زیادہ بہن بھائی ہوں تو اس میں

سے ماں کو 1/6 حصہ ملے گا اور باقی

باپ کو ملے گا

اور اگر باقی بہن بھائی نہیں تو ماں کو

$3/1$ حصہ ملے گا۔"

"اگر بیوی فوت ہو جائے تو شوہر کے حصے

دو طرح سے بنتے ہیں۔۔ مثلاً:

اگر اولاد نہ ہو تو = نصف مال ملے گا۔

اگر اولاد ہو تو = $4/1$ حصہ ملے گا۔

"اور اگر شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کا

حصہ بھی دو طرح سے بنتا ہے۔۔ مثلاً:

"اگر اولاد نہ ہو تو $\frac{4}{1}$ حصہ مال کا۔

اور اگر اولاد ہو تو $\frac{8}{1}$ حصہ مال کا۔

پھر ہم آ جاتے ہیں بہن بھائیوں کی اقسام

پر اس کی تین اقسام ہیں:

(1) سگے

(2) سوتیلے

(3) رضا عی

"سگے اور سوتیلے نسبی لحاظ سے ہیں۔"

وراثت میں حقدار بہن بھائیوں کی اقسام

بھی تین ہیں:

(1) عینی۔

(2) علاقہ۔

(3) اخیانی۔

عینی = سگے بہن بھائی جن کے ماں باپ
ایک ہوں۔

علاقی = باپ کی طرف سے بہن بھائی جن
کی شریک ماں دوسری ہو۔

اخیانی = ماں کی طرف سے بہن بھائی جن
کا شریک باپ دوسرا ہو۔"

"اس کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بہن بھائیوں کو وراثت میں کتنا حصہ ملے گا۔ ان کو وراثت میں حصہ تب ملے گا جب والدین اور اولاد نہ ہوں۔

پھر آجائیں سگے اور شریک بھائیوں کا وراثت میں حصہ ان کو ایک اصول کے تحت حصہ ملے گا۔۔ وہ یہ ہے۔۔"

"للزكر مثل حظ الانثيين."

ترجمہ:

"ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر۔"

ایمان نے بلند آواز سے پھر پوچھا۔

Any doubts??

"میم! آپ اتنے اچھے سے سمجھاتی ہیں
دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں
ہوتی۔۔"

کلاس میں سے ایک لڑکی نے ایمان کے
لیکچر کے انداز کی تعریف کی جو اب وہ دھیمے
سے مسکرا دی۔

"چلیں پھر نیکسٹ کو سچن ہے کہ:

اخیانی بہن بھائیوں کا وراثت میں کتنا

حصہ مقرر ہے۔۔؟

"اگر تو صرف ایک بہن یا بھائی ہو تو اسے

مال کا $1/6$ حصہ ملے گا۔

اور اگر ایک سے زیادہ اخیانی بہن بھائی

ہوں تو کل مال کے $1/3$ حصے میں سب

برابر کے شریک ہوں گے۔

اس میں ایک یہ بھی سوال ہے کہ کلالہ

مرد او عورت کون ہیں۔۔۔؟"

ایسی عورت یا مرد جن کے نا والدین ہوں

نہ ہی اولاد۔۔

جو کلالہ مرد کی میت ہے اس کے عینی

اور علاقائی بہن بھائیوں کے لئے وراثت کے

احکام یہ ہیں:

"اگر ایک عینی یا علاقائی بہن وارث ہو تو

بہن کو کل مال کا آدھا حصہ ملے گا۔

اور اگر دو عینی علاقائی بہنیں وارث ہوں تو

مرنے والے کے مال میں سے $\frac{3}{2}$

حصہ ملے گا۔

اور اگر میثت کلالہ عورت کی ہو تو اس کے

دو احکام ہیں:

"اگر ایک عینی / علاقائی بھائی وارث ہو تو

بہن کے کل مال کا وارث ہوگا۔

"اور اگر متعدد ہوں تو تقسیم کا وہی اصول

اپنائیں گے۔

"ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر

ہوگا۔۔۔۔۔"

اخیانی بہن بھائیوں میں کلالہ میت کی
تقسیم :

"اگر تو ایک سے زیادہ ہوں تو $3/1$ حصہ
سب میں برابر تقسیم ہو گا۔

اگر دودھیال رشتہ دار نا ہوں تو مال اس
کے ماموں کو دیا جائے گا۔

ایسی ایک واقعہ کی مثال دور نبوی میں بھی
ملتی ہے۔"

"میم! اگر سارے رشتہ دار موجود نا ہوں تو
وہ کون سا رشتہ دار ہو گا جو میت کا پورا
مال لے سکتا ہے؟"

کلاس میں سے ایک لڑکی نے سوال پوچھا
جس پر ایمان اپنی مخصوص نرم مسکراہٹ
کے ساتھ جواب دینے لگی۔

"(1) اولاد (بیٹا)

(2) باپ

اگر صرف پوتا موجود ہو تو سارا مال وہ لے
سکتا ہے مقرر کردہ حصے دیئے جانے کے
بعد۔۔۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ وصیت ہمیشہ غیر
وارث کے لیے کی جاتی ہے۔
ورثا کو تو شریعت کے مطابق حصہ خود بخود
ہی مل جائے گا۔"

"او کے گرلز! امید ہے آج کہ لیکچر سے
آپ کے ذہن کے سارے سوالات حل ہو
گئے ہوں گے۔۔ اگر کسی کو کوئی بھی
مسئلہ ہو تو وہ مجھ سے بنا جھجھک آ کر پوچھ
سکتا ہے۔۔"

ایمان نے بلند آواز میں سب کو اللہ حافظ
کہا اور پھر اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتی لیکچر ہال

سے باہر آ گئی کیونکہ اس کی کلائی میں
موجود رسٹ واچ لیکچر کا ٹائم ختم ہونے کی
نشاندہی کر رہی تھی۔



"چلو یار جلدی چلیں۔۔۔ پھر پیپرز کے بعد
ہی ٹائم ملے گا کہیں بھی باہر آنے جانے
کا۔۔"

روشان ضرار کو زبردستی ریسٹورنٹ لے تو آیا
تھا مگر ابھی بھی اس کا کار سے اترنے کو
دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

روشان کی وجہ سے زبردستی آنا پڑا اس لئے
وہ بھی دھیمی چال چلتا ہوا اس کے ساتھ
ساتھ چلنے لگا۔

"ٹھیک ہے یار! چل تو رہا ہوں۔۔ ہاتھ تو
چھوڑو میں کوئی بچہ تھوڑی ہوں جو یہاں
سے بھاگ جاؤں گا۔۔"

ضرار نے اب اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا جو

ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے اسے اپنے

ساتھ زبردستی لا رہا تھا۔

"جس طرح کا تم نے منہ بنایا ہوا نا۔"

سب کو یہی لگنا ہے کہ میں اغوا کر کے لا

رہا ہوں تمہیں۔۔۔" روشن نے اس کے

بگڑے موڈ کی طرف اشارہ کیا۔ روشن اچھے

سے جانتا تھا کہ آج ضرار ضرور کسی نہ
کسی وجہ سے پریشان ہے کیونکہ تب ہی
اس کا فون پاور آف ملتا تھا جب وہ ازحد
پریشان ہوتا۔

جب جب اس کا فون پاور آف ملتا روشن
سمجھ جاتا تھا کہ آج اس کا موڈ بری طرح

خراب ہے اس لیے وہ ایسے دنوں میں اس
کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑتا تھا۔

چاہے وہ کتنا ہی غصہ کیوں نہ ہو آخر کو
ان کی دوستی بھی تو اتنی گہری تھی۔ دونوں
ہی ایک دوسرے کے دل کا حال بنا کچھ
کہے اچھے سے جان جاتے تھے۔۔

اس لئے ضرار کا یہی ایک واحد دوست تھا۔

جس نے اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑا اور نہ

بچپن میں سارے لڑکے اس سے دور

بھاگتے تھے ہر کسی کی رائے اس کے

بارے میں بہت مختلف تھی۔

"یار! عجیب نیلی آنکھوں والا لڑکا ہے۔۔۔ نا

کسی سے کوئی بات کرتا ہے اور نہ ہی کبھی

اسے کسی نے ہنستے ہوئے دیکھا ہے وغیرہ

وغیرہ۔"

لیکن روشن کو یہ نیلی آنکھوں والا لڑکا
بہت ہی گہری سوچ کا مالک لگا تھا اس
لئے وہ لوگ تب سے اکٹھے تھے اور ضرار کو
بھی روشن کی ہنس مکھ طبیعت بہت
اچھی لگتی تھی۔۔

"اغوا اور تم مجھے؟؟ اپنی باڈی دیکھی ہے

دبلے پتلے سے تو ہو تم۔۔ کوئی بھی ایسا

نہیں سوچ سکتا۔۔"

ضرار نے اس کی دہلی پتلی جسامت کی

طرف اشارہ کیا اور خود ہلکا سا مسکرا دیا۔

ابھی وہ مین گیٹ سے اندر داخل ہونے

ہی لگے تھے کہ جب کسی کے زور آور دھکے

سے وہ ایک دم پریشان ہو کر دو قدم پیچھے ہو
گئے۔

مگر وہ بھاگتی ہوئی لڑکی اچانک اپنا توازن
برقرار نہ رکھ سکی اور منہ کے بل نیچے
گرنے ہی لگی تھی کہ ضرار نے آگے بڑھ
کر بروقت اسے اپنی مضبوط بازوؤں سے

تھام لیا ورنہ وہ لڑکی سیدھا منہ کے بل
زمین پر گرتی۔

وہ دونوں ہی اس اچانک افتاد پر گھبرا گئے
تھے اور پھر لمحے بھر کے بعد ضرار نے اسے
خود سے الگ کیا۔

روشان اب یک ٹک نگاہوں سے دونوں کو
ہی دیکھ رہا تھا۔

"حیا تم ٹھیک تو ہونا۔۔؟" مریم نے
بھاگتے ہوئے اچانک اسے کسی کے ساتھ
ٹکراتے دیکھا تو جلدی سے اس کے پیچھے آئی
۔ جس پر حیا تو ایک دم خاموش ہو گئی
۔۔ مگر ضرار کی اگلی بات سن کر وہ بری
طرح تمللا اٹھی اور اسے غصیلی نگاہوں سے
گھورنے لگی۔۔

روشان اب مریم کو دیکھ رہا تھا جو اپنے
چہرے پر فکر مند تاثرات سجائے حیا سے
پوچھ رہی تھی۔۔

"یہ کوئی پلے گراؤنڈ ہے جہاں آپ لوگ
ریس لگا رہی ہیں۔۔"

"حد ہوتی ہے میگز نام کی کوئی چیز ہی
نہیں ہے۔۔"

ضرار جو پہلے سے ہی غصے سے بھرا بیٹھا تھا
اب اپنا غصہ اس لڑکی پر اتارتا ہوا تلخ لہجے
سے بولنے لگا۔

اس سے پہلے کہ حیا اسے کوئی سخت
سست سناتی مریم فوراً معذرت خواہانہ انداز
میں گویا ہونے لگی۔

"ایم سو سوری۔۔! ایکچوٹلی ہم ذرا جلدی
میں تھے اس لئے آپ کو دیکھ نہیں پائے
۔۔" مریم کے معذرت خواہانہ انداز پر روشنان
اسے ایک نظر دیکھ کر مسکرا دیا۔۔
مگر ضرار کو ابھی تک اس لڑکی پر غصہ چڑھا
ہوا تھا جس کی وجہ سے بے اختیار اسے
سنجھالنا پڑا تھا۔

اپنی اس بے اختیاری حرکت پر وہ خود کو
بھی بری طرح کوس رہا تھا۔ کیونکہ وہ کسی
لڑکی کو چھونا تو بہت دور کی بات کسی کی
طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی اپنی توہین
گردانتا تھا۔

"بس ٹھیک ہے مریم۔۔ تم تو ایسے سوری
کر رہی ہو۔۔ جیسے ہم نے ان موصوف کا
کروڑوں روپے کا نقصان کر دیا ہے۔۔"

حیا کو مریم کے منہ سے سوری لفظ سننا حد
سے زیادہ برا لگ رہا تھا۔ اس لئے اس نے
ناک اوپر چڑھانے کے انداز میں ضرار کو
دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے سے کہا۔

"ایکسکیوز می! ہمارے پاس فضول بحث

کے لئے وقت نہیں ہے۔۔ چلو

روشان۔۔"

ضرار نے روشن کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا

مگر وہاں سے جاتے جاتے ضرار اس بدتمیز

لڑکی کی تیز بڑبڑاہٹ اپنے کانوں سے بخوبی

سن چکا تھا۔

اس کی بات سن کر اس کے چہرے پر
ازحد غصیلے تاثرات نمودار ہوئے تھے۔

"ورلڈ بینک کے پریزیڈنٹ ہیں نا۔۔ جو پوری
دنیا کی معیشت ان موصوف کے کندھوں
پر ہے۔۔ وقت کی کیسے بات کر رہے
ہیں۔۔"

حیا نے طنزیہ انداز اپناتے سر کو نفی میں
جھٹکا دیا کیونکہ عدم برداشت تو بچپن سے
ہی اس کی شخصیت کا ایک اہم خاصہ رہی
تھی۔۔

ضرار تو فوراً واپس مڑتے اسے کچھ سخت
سست سنانا چاہتا تھا مگر روشن اسے اپنے
ساتھ زبردستی وہاں سے لے گیا وگرنہ اس

ریسٹورینٹ کو میدان جنگ بننے سے کوئی
بھی شخص روک نہیں سکتا تھا۔

"بڑی ہی بد تمیز ہو تم حیا۔۔!! اپنی غلطی

ماننے کی بجائے الٹا اسے ہی سنا رہی

تھی۔۔۔" مریم نے خفگی سے گھورتے

اس کے بازو پر دھموکا جڑا جواباً حیا نے ہنستے

ہوئے اپنا بازو سہلایا۔۔۔۔۔

"تمہاری غلطی ہے۔۔ نا تم مجھے چیلنج دیتی
کہ جو پہلے کار کے پاس پہنچے گا۔۔ وہی
ڈرائیو کرے گا۔۔"

"اسی چکر میں میں تیز بھاگ رہی تھی اور
اس بدتمیز لڑکے سے ٹکرا گئی۔۔۔" حیاناک
کو تھوڑا اوپر چڑھاتے طنزیہ لہجے میں گویا ہو
رہی تھی۔۔

"پتا نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے۔۔۔ کھڑوس
کہیں کا۔۔۔" مریم اس کے غصیلے لہجے پر
فقط سرپیٹ کر رہ گئی۔
"تم کبھی نہیں سدھر سکتی۔۔۔" مریم کے
ڈپٹنے پر اسے پھر سے ضرار کا غصیلہ لہجہ
یاد آیا اور وہ پھر شروع ہو چکی تھی۔۔۔

"تم نے اس کا لہجہ نہیں دیکھا مریم۔۔"

کتنا اکڑفوں کا شکار لگ رہا تھا وہ۔۔ "حیا کی

سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"اچھا چھوڑو اسے۔۔ چلو گھر چلتے

ہیں۔۔" مریم نے اس کا دھیان بٹانے کی

خاطر اسے زبردستی بازو سے تھاما اور پھر وہ

دونوں ہنستے ہوئے پارکنگ لاٹ کی طرف

چلی گئیں۔۔۔ جہاں حسن صاحب اور رفعت
بیگم ان دونوں کے باہر آنے کا ہی ویٹ
کمر رہے تھے۔

حسن صاحب کی سرپرائز برڈے پلان
کرنے پر انہوں نے حیا اور مریم کو ٹریٹ
دینے کا وعدہ کیا تھا۔۔ اور آج اپنے
وعدے کے عین مطابق وہ اگلے اتوار ہی

اپنی پوری فمیلی کے ساتھ اس ریسٹورینٹ

میں ڈنر کیلئے آئے تھے۔۔ حیا اور مریم

دونوں ان کی بیٹیاں تھیں۔

مریم حیا سے دو سال بڑی تھی مگر ان

دونوں کی دوستی اور قد کاٹھ کی وجہ سے وہ

عمر میں ایک ہی جتنی لگتی تھیں۔

کچھ دیر پہلے حیا ریسٹورینٹ میں موجود ایک
چئیر پر بیٹھی مزے سے آسکریم کھا رہی
تھی کہ اچانک مریم کے چیلنج دینے پر
جلدی سے اٹھی اور آؤ دیکھا نہ تاؤ فل سپیڈ
میں بھاگنا شروع ہو گئی۔۔ اس کے پیچھے
پیچھے ہی مریم تھی جو اسے آرام سے چلنے کا
کہہ رہی تھی مگر یہاں رش خاصا کم ہونے

کی وجہ سے وہ اس کی بات کو یکسر نظر انداز
کرتی مین گیٹ سے اندر آنے والے وجود
سے بری طرح ٹکرا گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ گرتی ضرار اسے اپنے
مضبوط بازوؤں سے تھام کر اسے گرنے
سے بچا گیا تھا۔

مگر اس کا تیز اور غصیدہ لہجہ سن کر وہ
بھی اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکی اور اپنی
عادت کے مطابق اس سے بحث میں
مصروف ہو گئی۔۔



"یار سعدیہ۔۔!! تم تھوڑے دن پہلے کہہ رہی تھی کہ وہ سفید ڈریس تمہیں پسند نہیں ہے۔۔ اسی لئے وہ ڈریس اب تم نے اپنی کام والی کو دیا ہے۔۔؟" سویرا نے اچانک کچھ یاد آنے پر ساتھ بیٹھی سعدیہ کو از خود مخاطب کرتے اپنی طرف متوجہ کیا۔

فاطمہ ان سب لڑکیوں کو قرآن پاک کا
سبق یاد کرنے کا حکم صادر کرتی آمنہ بیگم
کو ایک نظر دیکھنے ان کے روم تک
گئی۔۔ انہیں گہری نیند میں سوتے پا کر وہ
واپس آئی تو ان دونوں کو اس قسم کی گفتگو
میں مصروف دیکھ اس نے انہیں لوکنا
مناسب نہیں سمجھا بلکہ خود بھی وہیں

کھڑی ہو کر سعدیہ کے جواب کا انتظار
کرنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا۔۔؟؟" سعدیہ نے
چونکتے ہوئے قرآن پاک کو بند کیا اور جواباً
اپنا سوال داغ دیا۔

"ہاں وہ تمہاری کام والی ہمارے گھر بھی
کام کرتی ہے نا تو میں نے وہی سوٹ اسے

پہنے دیکھ کر اس سے پوچھا تو اس نے تمہارا
بتایا کہ تم نے دیا ہے۔۔۔" سویرا نے اپنی
بات کی مکمل وضاحت دی۔

"ہاں یار! اس ڈریس کا کلر مجھے کچھ خاص
پسند نہیں تھا اس لئے میں نے اسے دے
دیا۔۔۔ وہ تو خوش ہو گئی تھی بیچاری

--"فاطمہ کو سعدیہ کا انداز سراسر تحقیر آمیز

لگ رہا تھا۔۔

اسکو ہنستے دیکھ سویرا بھی مبہم سا مسکرانے

لگی۔ دونوں ہی اس بات سے انجان تھیں

کہ پیچھے کھڑی فاطمہ کب سے انہی کی

باتیں سن رہی ہیں۔۔

کچھ ہی سیکنڈز کے بعد وہ گہرا سانس بھرتی

واپس ان سب کے پاس آ کر بیٹھ

گئی۔ فاطمہ نے ان دونوں کو کچھ بھی کہنے

کی بجائے پوری کلاس کو اپنی طرف متوجہ

کیا۔

اور آج کی حدیث کا سبق پڑھانے لگی۔۔

سب لڑکیاں اسوقت گھر کے ٹی وی لاؤنج
میں بیٹھیں قرآن پاک پڑھ رہی تھیں کہ
اچانک فاطمہ کی آواز سنتے ادھر متوجہ ہو
گئیں۔ ہر روز فاطمہ قرآن کے ساتھ ساتھ
ان کو ایک حدیث بمعہ تفسیر پڑھاتی تھی۔۔

اب وہ اپنی خوبصورت، سحر طاری کر دینے
والی آواز میں حدیث مبارکہ کی تلاوت کر
رہی تھی۔۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اس کی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک

مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے
بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو
اپنے لئے کرتا ہے۔"

حدیث کے متن پر سویرا اور سعدیہ نے ایک
پل کے لئے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر
دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چراتے
فاطمہ کا لیکچر خاموشی سے سننے لگیں۔

فاطمہ نے ان دونوں کی جانب ایک بار بھی
نہ دیکھا تاکہ وہ شرم محسوس نہ کریں مگر ان
کو سمجھانے کے لیے اسے اس وقت یہی
طریقہ مناسب لگا تھا۔

"آپ لوگ جانتے ہیں اس حدیث میں
اخوت کے مطالب واضح کئے گئے ہیں۔"

"یہ حدیث خود غرضی کی جڑ کاٹ دیتی ہے
جو اصل معاشرتی تباہی کا باعث ہے۔۔
اس لیے ایک مسلمان کا دوسرے
مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کا احترام
کرے۔۔"

"جب ہم لوگ کسی کو ان کی غریبی کی
وجہ سے خود سے کمتر سمجھتے ہیں تبھی

لوگوں کے درمیان تقسیم پیدا ہوتی
ہے۔۔ اسی کی وجہ سے معاشرے میں
کئی دیگر برائیاں بھی جنم لینا شروع ہو جاتی
ہیں۔۔"

"مثال کے طور پر اگر ہم کسی کی انسلٹ
کرتے ہیں تو اس میں احساس کمتری پیدا

ہوتا ہے جو اس کو آپ سے بغض ، عناد اور

نفرت کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔"

"اس لئے جتنا ہو سکے ہمیں ایک دوسرے

سے محبت سے پیش آنا چاہیے"

ارشاد نبوی ہے:

"کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی
کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر
سمجھے۔۔"

"جب ہم ایک دوسرے کی خوشی اور غم
میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔۔ تو اس
سے ہماری خوشی دگنی ہو جاتی ہے اور اگر
ہم کسی کے غم میں شریک ہوتے ہیں تو

اس غمگین انسان کو ڈھارس ملتی
ہے۔۔ آپ کے ساتھ کی وجہ سے اس کے
غم کی شدت بھلے ہی ختم نہ ہو لیکن
تھوڑی کم ضرور ہو جاتی ہے۔۔"

اس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"جو مومن شخص دوسرے مومن کے دکھ
کو محسوس نہ کرے وہ مومن نہیں۔۔"

"تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں کسی
کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں اگر کوئی
غریب ہے تو وہ چھوٹا نہیں ہوتا اور اگر کوئی
امیر ہے تو وہ بڑا نہیں ہوتا۔"

"ہمیں ہمارے اعمال کی بنیاد پر جزا و سزا
ملنی ہے ناکہ ہماری امیری اور غریبی کی
بنیاد پر۔"

"جب کسی مسلمان بہن بھائی کو کوئی
ضرورت ہوتی ہے نا تو ہمیں خود پر اس کو
ترجیح دینی چاہیے۔۔۔"

کیونکہ قرآن پاک کی سورہ حشر میں کہا گیا
ہے:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ۔"

ترجمہ:

"وہ انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں

خواہ وہ خود ضرورت مند ہوں۔۔"

"تمام مسلمانوں کو اخوت کے تقاضے پورے

کرنے چاہیے اور ایک دوسرے کو تکلیف

اور ایذا رسانی پہچانے سے پرہیز کرنا

چاہیے۔۔"

"اگر ہم کوئی چیز اپنے لئے بہتر نہیں
سمجھتے تو وہ دوسروں کے لئے نہ چھوڑیں
کیونکہ:

"ہمارے اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے"
فرض کریں آپ کوئی چیز کسی کے لیے
لیتے ہیں تو آپ کے ذہن میں یہ ہونا چاہیے
کہ اگر یہی چیز مجھے تحفے میں ملتی تو اس

میں مجھے شرمندگی محسوس نہیں ہونی
تھی۔۔"

"تو پھر ہی وہ چیز دوسرے کے لئے پسند
کریں ایسا نہ ہو کہ خود آپ کو وہ چیز پسند نہ
ہو اس لئے دوسروں کو دے دے اس
سے وہ آپ کی نیکی نہیں لکھی جائے
گی۔۔"

"اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنے

لئے اچھی چیز پسند کرتے ہیں جب کہ

دوسروں کے لئے بری چیز۔۔۔"

ہمیں اس قسم کے کاموں سے اجتناب

کرنا چاہیئے۔

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کرنے

کی توفیق دے اور اسلام کے صحیح اصولوں پر

چلنے والا بنائے۔۔۔ چونکہ اسلام نے قرآن
اور حدیث کو ہمارے لیے ضابطہ حیات قرار
دیا ہے۔۔۔"

"جتنا قرآن کا علم حاصل کرنا ضروری ہے
اور اس پر عمل کرنا بھی اتنا ہی ضروری
ہے۔۔۔"

"کیونکہ علم بغیر عمل کے کچھ نہیں

ہے۔۔"

آپ سب لوگ کوشش کریں گے نا عمل

کرنے کی۔۔؟؟"

فاطمہ نے حدیث کا لیکچر مکمل کر کے

سب کو اس پر عمل کرنے کے لیے قائل

کرنا چاہا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے سب کو
بغور دیکھا۔

سب لڑکیوں نے بیک وقت "ان شاء اللہ"
کہا۔

عین اسی وقت سویرا اور سعدیہ نے خلوص
دل سے توبہ کی اور اللہ کے حضور معافی

مانگی کہ وہ آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کریں
گی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنے۔۔
ان کو دل سے نادم ہوتے دیکھ فاطمہ کو
اپنا دیا ہوا لیکچر غیر ضروری نہ لگا۔ کیونکہ اگر
کوئی ایک بھی اس حدیث پر عمل کر لیتا تو
اس کے لیے خوشی کی بات ہوتی۔ ان کا

دل بدلتے دیکھ وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ
کا شکر ادا کر رہی تھی۔۔

کچھ ہی دیر بعد اس نے سب بچیوں کو
چھٹی دی اور خود گھر کے دوسرے کاموں
میں جت گئی۔۔



"ہاں جے ڈی!! کیا رپورٹ

ہے۔۔؟؟" زیان نے فون ریسپو ہوتے ہی

اس سے کلیں کی رپورٹ طلب کی۔

"کبیر پاشا کو مجھ پر شک ہو گیا ہے۔۔ مجھے

خداشہ ہے یہ معاملہ کہیں میرے ہاتھ سے

نکل ہی نہ جائے۔۔۔"

"اس نے میرے پیچھے کئی غنڈے بھی
لگا دیے ہیں۔۔ جنہیں میں ٹریپ کرنے
کی بار بار کوشش کر رہا ہوں تاکہ کوئی مجھ
تک نہ پہنچ پائے۔۔"

جے ڈی ازحد سنجیدہ تاثرات سمیت مشن کی
مکمل رپورٹ دے رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ اب ٹائگر سر کے ساتھ
مل کر ہی کوئی پلان بنانا پڑے گا
۔۔" زیان نے بلاخر ٹائگر سے بات کرنا ہی
آخری حل سمجھا تھا۔۔

"ابھی تو ممکن نہیں ہے۔۔ میرا فون بھی
ٹریس ہو رہا ہے۔۔ اسی لئے تو میں آپ

سے بار بار نمبر بدل کر بات کرتا ہوں تاکہ
کسی کی نظروں میں نہ آؤں۔۔۔"

جے ڈی نے اسے اپنے محتاط رویے سے
آگاہ کیا تھا۔

"بس مجھے مسیم کی فکر ہو رہی
تھی۔" جے ڈی کے چہرے پر اسوقت تفکر
کے گہرے سائے لہرا رہے تھے۔

"ہاں یار وہ معاملہ تو میں ٹائیگر سر کے
کہنے پر ہینڈل کر ہی رہا ہوں۔۔۔ حویلی کے
آس پاس میں نے کافی لوگ کھڑے کئے
ہوئے ہیں۔۔۔ کچھ دن تو اس حوالے سے
پریشانی کوئی نہیں ہو گی۔۔۔"

"جیسے ہی تمہارا مشن مکمل ہو جائے تو تم
نے مجھے سائن دینا ہے۔۔۔ پھر ہی اگلا

پلان کامیاب ہوگا اس سے پہلے ہم کوئی
رسک نہیں لے سکتے۔۔"

زیان نے اسے ساتھ ساتھ اگلا لائحہ عمل
بھی بتا دیا۔۔

"بہت سی فائلز پر سائن ہو چکا ہے۔۔۔
کچھ امپورٹنٹ فائلز ہیں جو باقی رہ گئی ہیں
انہیں سائن کرواتے ہی ٹائیگر کے بتائے

ہوئے اگلے پلان پر کام شروع کر دوں گا

ان شاء اللہ۔۔۔"

جے ڈی نے اپنے عزم کا اعادہ کیا۔۔۔

"ویری گڈ!! یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔۔۔"

زیان نے اثبات میں سر ہلاتے اس کے

کام کو سراہنا ضروری سمجھا تھا۔

"بس اس کا کھیل اب ختم ہونے والا
ہے۔۔ اب اس کے ہر گناہ کی سزا اسے
مل کر رہے گی۔۔"

زبان کے تاثرات اسوقت سپاٹ لگ رہے
تھے۔۔

"جی میں بھی بس دن گن رہا ہوں۔۔ ورنہ
اسے دیکھتے ہی میرا دل کترتا ہے ابھی کے

ابھی شوٹ کر دوں۔۔ مگر فائز کا ذہن
میں آتے ہی رک جاتا ہوں۔۔ کسی طرح یہ
سائن مکمل ہو جائیں پھر ہمارا مشن بھی
ہو جائے گا۔ "Successful"
"ان شاء اللہ" دونوں نے بیک وقت زیر لب
ایک ہی جملہ ادا کیا۔۔

"او کے پھر ٹھیک ہے اللہ حافظ۔۔" زیان
نے الوداعی کلمات ادا کرتے فون تو رکھ
دیا مگر اس کے ذہن کے پردے پر فوراً اس
کا جگری دوست ایک عکس کی صورت میں
لہرا گیا جسے یاد کرتے ہی وہ سامنے ٹیبل پر
موجود فوٹو فریم کو پکڑے الفت بھری نگاہوں
سے دیکھنے میں محو ہو گیا

"اب تمہارا ادھورا مشن بہت جلد مکمل

ہونے والا ہے۔۔ ان شاء اللہ۔۔"

زیان ہاتھ میں پکڑی تصویر سے سرگوشی نما

انداز میں خود کلامی کر رہا تھا۔۔ اور پھر کچھ

ہی دیر بعد وہ فوٹو فریم کو واپس رکھتے انہماک

سے مختلف فائلز کا مطالعہ کرنے لگ

گیا۔



اذلان پر سوچ تاثرات سمیت کمرے کا
دروازہ کھولتے اندر آیا تو زینی کو بیڈ کے ایک
کارنر پر چپ سادھے بیٹھے ہوئے پایا۔

اس وقت زینی نے سفید کرتے کے ساتھ
سفید ٹراؤزر زیب تن کیا ہوا تھا۔ شیفون کا
سفید دوپٹہ ہمیشہ کی طرح گلے میں لپٹا ہوا
گردن کے آس پاس جھول رہا تھا۔
کمرے میں ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے
اس نے کوئی گرم شال وغیرہ نہیں اوڑھی

ہوئی تھی۔ شادابی چہرے میں اس وقت

اداسی کا عنصر غالب نظر آ رہا تھا۔۔

اذلان اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھتے مضطرب انداز

میں بیڈ کے آس پاس دو سے تین چکر لگا

چکا تھا۔ اس کی بے مطلب چہل قدمی نے

زینی کو اپنی جھکی نگاہیں بے ساختہ اوپر

اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

"جلدی سے اپنا حلیہ درست کریں۔۔ مجھے
ایک سیلفی لینا ہے آپ کے ساتھ۔۔"
اذلان گہرا سانس فضا میں خارج کرتے
ہوئے جلدی سے اپنی بات کہتا خود بھی
ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آ کر اپنے بالوں کو
اچھے سے سیٹ کرنے لگا۔۔

"اگ۔ک۔ک۔کیا۔۔؟؟ سیلفی۔۔؟؟" زینب
ادھ کھلے ہونٹوں سمیت اسے ہی حیرت
بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔ کیونکہ
سپر سٹار تو وہ خود تھا۔۔ اسکے سامنے اس کی
کیا اوقات تھی جو وہ اس کے ساتھ سیلفی
لینے کی بات کر رہا تھا۔

"مجھے بے تکی سوالات پوچھنے والے لوگ
ہرگز پسند نہیں ہیں۔۔۔ چپ چاپ جو کہا
ہے وہ کریں۔۔۔"

اذلان نے سرد تاثرات سمیت آئینے میں
نظر آتے زینی کے عکس کو دیکھتے سخت
لجے میں جواب دیا۔

"لیکن مجھے کرنا کیا ہے۔۔؟؟" زینی نے

اس کے خشک لہجے پر اپنی تیزی سے نم
ہوتی آنکھوں کو پھر سے نمی کا شکار ہونے

سے بمشکل روکا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔ بس ادھر دیکھیں اور

سمائل کریں۔۔"

اذلان نے ایک سرسری نگاہ اس کے حلیے
پر ڈالی تو قدرے بہتر ہی نظر آیا اس لیے
چپ چاپ آکر اس کے ساتھ کھڑا ہوا اور
پھر اپنے موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کرنے
لگا تھا۔۔

"پ۔ پلیز۔ ز۔ زیہ آپ کیا کر رہے ہیں
۔۔؟" اذلان کو اتنے قریب کھڑا دیکھ زینی

کو اپنی سانسیں گم ہوتی محسوس ہونے
لگیں۔۔ اسی لئے تو وہ اذلان سے تھوڑا
فاصلہ بناتی اپنا رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔۔
اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اذلان آخر
کیا کرنے والا ہے۔۔؟؟
"آپ کی پکچر سوشل میڈیا پر شیئر کرنے
لگا ہوں۔۔ یہی سب تو چاہتی تھیں

آپ۔۔۔ اب کیوں اتنا اور ری ایکٹ کر

رہی ہیں۔۔۔؟؟ "اذلان نے موبائل

دوسرے ہاتھ میں پکڑا اور غصیلے لہجے میں

انگشت شہادت اٹھائے سختی سے باور

کروایا۔

"م۔م میں نے یہ سب کبھی نہیں چاہا۔۔

آپ مجھے غلط۔۔؟؟"

زینی کے آنسو اب پلکوں کی بار توڑ کر باہر
آنے لگے تھے۔ ہکلاتے لہجے میں گویا ہوتی
وہ اپنی بات تک پوری نہیں کر پا رہی
تھی۔۔

"مجھے ابھی اس بارے میں کوئی بحث
نہیں کرنی۔۔ ادھر دیکھیں۔۔ اتنا فضول

ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔۔۔ جلدی

سمائل کریں۔"

اذلان نے سرد تاثرات سمیت زینی کو ایک
نظر دیکھتے پھر سے موبائل آن کر لیا تھا
۔ اب کی بار اذلان نے باقاعدہ زینی کا ہاتھ
پکڑے اس کو اپنے قریب کھڑا کیا اور پھر

اپنے بازو کی مضبوط گرفت اس کے شانے
کے گرد پھیلا دی۔۔

"اذلان-ن-ن-ن۔۔۔!" زینی کے لبوں میں
ہلکی سی جنبش ہوئی۔۔۔

اذلان کی اتنی سی قربت میں اسے لگ رہا
تھا کہ وہ ابھی کے ابھی بے ہوش ہو کر گر
جائے گی۔۔ اس کے آنسو پل بھر کو تھم

سے گئے تھے۔۔ دل کی دھڑکنوں نے کام
کرنا بند کر دیا تھا۔

زینی زندگی میں پہلی بار اذلان کے چہرے کو
اتنے قریب سے دیکھ رہی تھی۔

اذلان نے اب کی بار اسے سامنے دیکھ کر
سمائل کہنے کی بجائے زینی کے اسی پوز
میں تین چار پکچرز کیچر کیں۔ اور پھر ایک

"ہم۔م۔م پرفیکٹ پوز۔۔!!" اذلان کے
عناابی، خوبصورت لب ایک تصویر پر دھیرے
سے ہلے تھے۔۔ اس تصویر میں زینی اس
کے چہرے کو محبت اور الفت بھری

نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔ جبکہ اذلان
اس کے شانے پر ہاتھ رکھے پرفیکٹ کیل
کی طرح مسکرا نے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہا
تھا۔

زینی اذلان کے اس ہتک آمیز رویے پر
اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو چہرے پر رکھتی
سک سک کر رہی تھی۔ اذلان کا یہ

خشک رویہ اب اس کی برداشت سے باہر
ہو رہا تھا۔

کمرے کی ساکت فضا میں اچانک زینی کی
سسکی سنتے اذلان کے موبائل پر حرکت
کرتے ہاتھ ایک پل کے لئے تھم سے گئے
اب وہ اپنا رخ موڑے زینی کو ہی سرد
نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"کمال ہے۔! آپ تو پروفیشنل آرٹسٹ سے

بھی زیادہ اچھی ایکٹنگ کر رہی ہیں۔۔۔ ریٹی

آئی ایم امپریسڈ۔۔"

اذلان کی طنزیہ آواز پر زینی نے آنسوؤں سے

ترچہ اوپر اٹھائے اذلان کو بے بس

نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"اسی فیم اور چیپ پبلسٹی کے لئے تو آپ

نے اپنی ویڈیو انٹرنیٹ پر وائرل کی ہے

نا۔۔؟؟ پھر اب یہ ڈرامے بازی کس لئے

کر رہی ہیں آپ۔۔؟؟

"آج تو آپ کی ہر خواہش پوری ہو رہی

ہے۔۔ آپ کو تو خوش ہو جانا چاہیے

تھا۔۔"

اذلان اس کے دل کی حالت سے بے نیاز
اس کے دل پر زہر خند تیروں سے کاری
ضربیں لگا رہا تھا۔

"ٹرسٹ می پلیزز۔۔ میں نے یہ سب نہیں
کیا۔" زینی اذلان کے تلخ جملوں پر بے بس
انداز میں گویا ہوتی پھر سے سر جھکا گئی۔

اب وہ کسی مجرم کی طرح کھڑی بے تحاشہ
آنسو بہا رہی تھی۔۔

اذلان اس کے آنسوؤں سے تنگ آ کر غصے
کے مارے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچے
اس کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر آن
کھڑا ہوا۔۔ زینی اسوقت مسلسل رونے کے

باعث پھر سے اپنا چہرہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں
میں چھپا چکی تھی۔

"تو جو آپ اس ویڈیو میں کہہ رہی ہیں۔۔ کیا
وہ بھی جھوٹ ہے؟" زینب کو اذلان کی
تیز آواز اپنے بہت قریب سے سنائی دی تو
اس نے ایک جھٹکے سے اپنا جھکا سر اوپر
اٹھا لیا۔۔

"وہ کسی اور کی آواز ہے یا پھر آپ کی
کوئی ہم شکل ہے۔۔۔؟؟" اذلان اس کے
جھوٹ سے تنگ آکر اس سے باقی کے دو
قدموں کا فاصلہ بھی مٹاتے ازحد غصیلے
لجے میں استفسار کر رہا تھا۔

زینی ڈر کے مارے کانپتے ہوئے اس سے
دو قدم پیچھے ہٹی مگر بیڈ کی سائیڈ نے اس
کا راستہ مسدود کر دیا۔۔

"م۔م میں مانتی ہوں۔۔۔ وہ ویڈیو میری
ہے۔۔ اس میں آواز بھی میری ہے
۔۔۔ میں یہ بھی مانتی ہوں اس میں کھی ہر
ایک بات بھی سچ ہے۔۔۔"

"لیکن وہ ویڈیو۔۔ وہ ویڈیو میں نے لیک
نہیں کی۔۔" زینی نے رخساروں پر بہتے
آنسوؤں کو اپنی ہتھیلی سے صاف کرتے
ہکلاتے لہجے میں وضاحت دی۔
اس کے اعتراف پر اذلان کی آنکھیں
سرخیوں سے بھر گئیں۔۔

"نفرت ہے مجھے ایسی لڑکیوں سے جو اپنی

صنف کا غلط استعمال کرتی ہیں۔۔ اور

انہی میں سے ایک آپ ہیں۔۔"

اذلان اس کی سوجی متورم آنکھوں کو یکسر

نظر انداز کرتے نخوت آمیز انداز میں گویا

ہوا۔ اس کی ذہانت سے بھری چمکدار آنکھیں

اسوقت سرخ شعلوں کا روپ دھار چکی
تھیں۔

اذلان کا دل جو اس کے آنسوؤں کو دیکھ
کر تھوڑا بہت پگھل رہا تھا۔۔ اب اس کے
منہ سے اعتراف سنتے ہی شدید غصے کے
عالم میں اس کے بازوؤں کو سختی سے
تھامے اپنی نفرت کا برملا اظہار کیا۔

زینی کو بے آواز روتے دیکھ اذلان اس کو
جھٹکے سے چھوڑتا موبائل ہاتھ میں تھا
دروازے کو پیٹاخ کے انداز سے بند کرتے
ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ کیونکہ اس
لڑکی کے آنسو اسے ایک نئے احساس سے
دوچار کر رہے تھے جس سے وہ ابھی تک
خود بھی انجان تھا۔

زینی پھر سے وہیں بیڈ کے کارنر پر بیٹھی
شدت سے رونے لگی۔

زینی اذلان کے الزامات کو یاد کرتی ابھی
بھی روئے جا رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے
موبائل پر لگاتار نوٹیفکیشنز کی اک مخصوص
رنگ ٹون بجتی سنائی دی۔۔

اس نے بادل ناخواستہ اپنے ہاتھ کی پشت
سے آنکھوں کو صاف کیا اور پھر بیڈ سے
اٹھتے سائید ٹیبل پر موجود موبائل کو اٹھاتے
سرسری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔۔۔۔
اسکرین پر اذلان کے مسیجرز کے نوٹیفکیشن
دیکھ اس کی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی
کی پھٹی رہ گئیں۔۔

"آپ کی پکچر سوشل میڈیا پر شیئر کرنے
لگا ہوں۔۔" اذلان کی آواز کی بازگشت اسے
اپنی سماعتوں میں گونجتی سنائی دینے
لگی۔۔

زینی نے پریشان تاثرات سمیت اپنی منتشر
دھڑکنوں پر قابو پانے کی اک ناکام کوشش
کی اور پھر اپنی پیشانی دھیرے سے مسلنے

کے بعد تمام تر ہمت مجتمع کرتے دائیں
ہاتھ کے انگوٹھے سے ایک نوٹیفکیشن اوپن
کیا۔۔ سامنے ہی ایک تصویر نمودار ہوئی۔۔
اذلان نے اس تصویر کو اپنے پرسنل
اکاؤنٹ سے شیئر کر کے نیچے چند لائنز
لکھی ہوئیں تھیں۔۔

زینی تصویر سے نگاہیں ہٹاتے اب ان لائٹز
کو زیر لب دہرانے لگی۔

" Alhamdulillah --Now
the wait is over ---My
childhood love has
become my beloved
wife..

I am so happy today.. we
are happily married
together and I am
enjoying my prestigious
days of my life with my
love ,my wife, Zainab
Azlaan Shah."

یہ ٹویٹ یہیں پر ختم ہو کر دوسرا پھر سے
ٹائپ کیا گیا تھا۔۔ پہلے میسج کے آگے بے
شمار محبت بھری ایوجیز موجود تھیں۔
زینی کی آنکھیں اذلان کے جھوٹ پر بنا
پلکیں جھپکائے موبائل کی اسکرین کو ہی
حیرت سے تک رہیں تھیں۔

"میں اپنی نئی زندگی اپنی وائف کے ساتھ
بخوشی شروع کرنا چاہتا تھا۔۔۔ میں اپنے
فینز سے بھی معافی چاہتا ہوں۔۔۔ ان کو یہ
خبر اس انداز میں ملی۔۔۔"

"دراصل میں یہ خبر آپ لوگوں کے ساتھ
اچانک شیئر کر کے آپ کو سرپرائز دینا
چاہتا تھا۔۔۔ لیکن حالات ہی کچھ ایسے

ہوئے کہ موقع ہی نہ ملا۔۔ ہمیں صرف
آپ کی دعاؤں اور آپ کے پیار کی ضرورت
ہے۔۔"

ایک اور میسج بھی اسی کے ساتھ اسکرین پر
جگمگا رہا تھا۔ زینی اب اسے پڑھنے لگی
تھی۔

"میری دو لائف ہیں۔۔۔"

ایک پرسنل اور دوسری پروفیشنل
-- پروفیشنل لائف پر آپ کا پورا حق ہے
آپ ہر طرح سے کمنٹس کر سکتے ہیں
-- آئی ول نیور مائڈ اٹ۔۔"

"لیکن میری پرسنل لائف پر صرف میرا حق
ہے۔۔ اس لیے میں چاہتا ہوں آپ سب
لوگ میری پرسنل لائف پر کمٹ کرنے

سے احتیاط کریں۔۔ کیونکہ جو لوگ مجھے فالو
کرتے ہیں میں ان سے یہ سب ایکسپیکٹ
نہیں کرتا۔۔"

"I hope you guys
understand"

ان تینوں ٹویٹس کے بعد اذلان کا تو کوئی
اور میسج نہیں تھا مگر جو لوگ پہلے نیگیٹیو

کمینٹس پاس کر رہے تھے۔۔ اب وہی
لوگ اذلان اور زینب کے حق میں باتیں
کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

اس کے ٹویٹ کے جواب میں لوگوں کے
دھڑا دھڑ کمینٹس دیکھنے کو مل رہے تھے۔۔

"Azlaan we love u.."

Azlaan Zainab" the
perfect couple"

"Made for each other"

"بچپن کا پیار۔۔ اوہ مائی گاڈ۔۔!!"

"U r a super hero in your
personal life also.."

"آپ دونوں کب ملے..؟"

"پیار کب ہوا؟"

"اذلان میں آپ سے کتنا پیار کرتی ہوں

آپ نہیں جانتے۔۔۔ آپ نے میرا دل توڑ

دیا۔۔۔" ایک اور جذباتی میسج زینب کی

نگاہوں کے سامنے گزرا۔

"Azlaan we miss you..

come back soon"

"Zainab ,A lucky girl"

"کمال جوڑی۔"

ایسے ہی بے شمار کمنٹس زینی کی نگاہوں
کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ زینی اس
پل بھر میں بدلتی صورتحال کو حیرت بھری
نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

آج تک یہی لوگ اس کی فمیلی کے بارے
میں اور اس کے کردار پر انگلیاں اٹھاتے
مختلف تبصرے کر رہے تھے۔۔

لیکن اذلان کے ان چند ٹوئیٹس نے زینب
کی ذات سے نیگیٹیو تبصرے اور گھٹیا
کمنٹس یکسر ختم کر دیے تھے۔ زینب گہرا
سانس بھرنے کے بعد موبائل کو واپس بیڈ

پر رکھتی اپنے مستقبل کے بارے میں
سوچنے لگی۔۔



"ابراہیم! یہ سب کیا ہے۔۔؟" داؤد آفندی
کی دھاڑ نما آواز پر گھر کے سبھی افراد تیز تیز

قدموں سے چلتے سیدھا ٹی وی لائونج میں
آگئے۔

جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔۔

داؤد صاحب ہاتھ میں اخبار لئے کاؤچ پر
بیٹھے تھے کہ اچانک ان کی نظر فرنٹ بیج پر
جا کر تھم سی گئی۔۔

اس بیچ پر پر زینی کسی لڑکے کے ساتھ
دلہن بنی بیٹھی تھی۔۔۔ یہ دیکھ داؤد آفندی
کا رنگ ایکدم فق پڑ گیا۔

"و۔و وہ بابا جان۔۔۔" ٹیبل پر رکھی اخبار پر
زینی کی تصویر دیکھتے ابراہیم صاحب کی
زبان ان کا ساتھ دینے سے عاری ہو گئی۔

"مجھے صرف سچ سننا ہے ابراہیم
---!!" داؤد صاحب کی سخت، گمبھیر آواز
پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔۔۔ ان کے
استفسار پر سارہ بیگم اور ابراہیم صاحب کا
سر شرمندگی کے مارے مزید نیچے جھک
گیا۔

"ب۔ بابا جان! وہ زینی پسند۔۔۔"

"اچھا۔ ا۔ ا۔ ا تو وہ بھی اپنے باپ کے نقش
قدم پر ہی چلی ہے۔۔۔" داؤد صاحب نے
ابراہیم صاحب کی بات درمیان میں ہی
اچک لی۔

داؤد صاحب کے ان سخت الفاظ سے
ابراہیم صاحب اور سارہ بیگم کو لگا پوری
چھت قد سمیت ان پر آن گری ہے۔۔۔

ابراہیم صاحب کے قدم پل بھر کو لڑکھڑا
سے گئے۔۔۔ خود کو گرنے سے بچانے
کیلئے انہوں نے صوفے کی پشت کا سہارا
لیا۔ جبکہ ان سے کچھ فاصلے پر کھڑی سارہ
بیگم کو اپنے بہتے آنسوؤں کی وجہ سے
سامنے کا منظر دھندلا نظر آ رہا تھا۔۔

ناول ♦

محبت سے خدا تک کا سفر ♦

تحریر ♦

مہوش صدیق ♦



"اسحاق ابھی کہ ابھی چلو یہاں سے۔۔۔
مجھے اس گھر میں مزید ایک منٹ بھی
نہیں رکنا۔۔۔" سب لوگوں کو ٹی وی لاؤنج
میں موجود دیکھ داؤد صاحب نے سخت لہجے
میں نیا حکم جاری کیا۔۔ ان کے اس قدر شدید

رد عمل پر سبھی ایک پل کیلئے ساکت رہ گئے۔

"تم نے سنا نہیں۔۔۔ میں نے کیا کہا۔۔؟؟" داؤد صاحب نے اسحاق صاحب کو گرجدار آواز میں دوبارہ مخاطب کیا۔۔ وہ ابھی تک وہیں شاک کے عالم میں کھڑے

زینی کی تصویر کو اخبار کے فرنٹ پیج پر چھپا
ہوا دیکھ رہے تھے۔

"ج۔ج۔جی۔۔۔ بابا جان۔۔۔" اسحاق
صاحب سٹیٹاتے جلدی سے ڈرائیور کا فون
نمبر ڈائل کرنے لگے۔

داؤد صاحب بنا کسی کی کوئی بات سنے فوراً
ہی گھر کے داخلی دروازے سے نکلتے
ہوئے باہر چلے گئے۔

سب لوگ بادل ناخواستہ اپنا سامان گاڑی
میں رکھتے وہاں سے جانے کیلئے خود کو تیار
کرنے لگے۔۔۔ بابا جان تو سب سے پہلے

گاڑی میں جا کر بیٹھ چکے تھے۔۔ ان کو

اس وقت شدید غصہ آ رہا تھا۔

"ان شاء اللہ سب کچھ جلدی ٹھیک ہو

جائے گا۔۔۔ تم زیادہ پریشان نہیں ہونا

۔۔ اوکے۔۔۔ے۔ے؟" اسحاق صاحب نے

ابراہیم صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے

انہیں تسلی دی اور خود بھی پریشان تاثرات

سمیت داخلی دروازے سے باہر نکل
آئے۔۔

ابراہیم صاحب اور سارہ بیگم میں اتنی ہمت
ہی نہ بچی تھی کہ وہ باہر جا کر کسی کو
روک سکتے کیونکہ وہ سب لوگ داؤد صاحب
کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔۔

داؤد صاحب کا ہر فیصلہ ہمیشہ اٹل ہوتا تھا
جب کبھی وہ کوئی فیصلہ کر لیتے تو وہ
کسی کی بھی نہیں سنتے تھے۔۔۔ پھر چاہے
سامنے والا انہیں کتنا ہی عزیز کیوں نہ
ہوں۔۔۔

ان کا گھر جو چند منٹوں پہلے خوبصورت
رشتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اب ایک منٹ
کے اندر اندر خالی ہو کر رہ گیا تھا۔

ابراہیم صاحب خالی خالی نگاہوں سے سامنے
دیکھتے ہوئے اٹھے اور اسٹڈی روم میں چلے
گئے۔ سارہ بیگم بھی داؤد آفندی کی تلخ بات
کے بارے میں سوچتے ہوئے اپنے آنسو

صاف کرتیں اپنے روم میں چلی گئیں۔
آج زینب کی وجہ سے ان کے گھر کا
شیرازہ چند ہی لمحوں میں بری طرح بکھر چکا
تھا۔۔



"ضرار! کیسے ہو بیٹا؟؟" عفان نے اپنے
اس خوب رو بیٹے کو دیکھا جو سب سے باری
باری ملتا ہوا اس سے بھی گلے ملنے لگا تھا۔
"جی۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ اذلان چلیو
نہیں آئے۔۔؟"

ضرار نے اپنی طبیعت کا بتاتے فوراً اذلان
کی بابت دریافت کی۔۔ وہ بہت ہی کم گو

اور سنجیدہ مزاج تھا۔ مگر پھر بھی وہ اپنے
اذلان چلیو کے بارے میں پوچھے بنا رہ نہ
سکا۔

"وہ ابھی کچھ دنوں تک وہیں رہیں گے۔۔
تمہارے پیپرز کیسے ہو رہے ہیں
۔۔؟" عفان اس کے سر پر دست شفقت
رکھتے اپنے مخصوص نرم لہجے میں گویا ہوا۔

"جی اچھے ہو رہے ہیں۔۔" ضرار جواباً بس

اتنا ہی کہہ سکا۔

"آپ آرام کریں۔۔ میں پیپرز کی تیاری کے

لئے جا رہا ہوں۔۔" وہ ہر روز اذلان سے

بات کرتا تھا مگر کل سے اس کی اذلان

سے کوئی بات نہیں ہو سکی اسی لئے

اذلان کے نا آنے کا سنتے اس کا موڈ بری
طرح بگڑ چکا تھا۔

ابھی بھی وہ اپنے کمرے میں آ کر بیٹھا ہی
تھا کہ ضرار کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔۔
جسے پہلے تو وہ نظر انداز کر کے بیڈ پر
پھینکنے لگا مگر پھر نمبر دیکھ جلدی سے فون
اٹینڈ کر لیا۔۔

"چلیو۔! کیسے ہیں آپ؟" ضرار نے
چھوٹے ہی اس کی خیریت دریافت کی۔
"ٹھیک ہوں یار! سوری کل میں جلدی سو
گیا تھا۔۔ اس لیے تم سے بات نہیں ہو
سکی۔۔ کیسے ہو تم۔۔؟" اذلان نے اسے
اپنے کل فون نہ کرنے کی وجہ بھی بتا
دی۔۔

"کوئی بات نہیں چلیو۔۔ مجھے لگا آپ کی
طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔ اس لئے میں
تھوڑا پریشان ہو رہا تھا۔۔۔" اذلان ضرار کو
اپنے لئے اتنا فکر مند ہوتے دیکھ دھیمے سے
مسکرا دیا۔۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں یار۔۔ تم نے بس
اپنا خیال رکھنا ہے۔۔ اوکے؟؟؟"

اذلان اس کی طبیعت سے اچھی طرح
واقف تھا کیونکہ وہ جانتا تھا ایک وہی ہے
جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات شیئر کرتا
ہے۔ اس لیے وہ اس سے ہر روز بات کرتا
تھا تاکہ وہ کبھی بھی خود کو اکیلا محسوس نہ
کمرے۔۔۔۔۔

"جی چلیو آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔۔ اللہ

حافظ۔۔" چند ایک باتوں کے بعد ضرار نے

الوداعی کلمات ادا کرتے فون واپس رکھ

دیا۔

چونکہ اب وہ پہلے کی نسبت خود کو تھوڑا ہلکا

پھلکا محسوس کر رہا تھا اسی لئے وہ اپنی

کتاب پکڑے پڑھنے میں مشغول ہو

گیا۔۔ تبھی اچانک اس کا ہاتھ لگنے سے کچھ

نوٹس اسٹڈی ٹیبل سے نیچے گر گئے۔۔

جسے اس نے اٹھانے کے لئے اپنا ہاتھ

نیچے بڑھایا ہی تھا کہ اسے اپنی سماعتوں

میں فوراً حیا کی حق جہاتی آواز کی بازگشت

گو نجی سنائی دی۔

"جلدی سے نوٹس اٹھائیں۔۔ اور انہیں

ترتیب سے رکھیں۔۔ جلدی۔۔۔"

"لا حول ولا قوۃ۔۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں

۔۔۔" ضرار نے بڑبڑاتے جلدی سے اپنے

سر کو نفی میں جھٹکا دیا اور پھر اپنے ذہن

میں ادٹی اس نئی سوچ کو خیرباد کہتے خود کو

پڑھائی میں مصروف کر لیا۔۔



دو دن سے زینب اور اذلان کے درمیان
اک خاموش سرد جنگ جاری تھی۔۔ سارا
دن اذلان باہر گزار کر آتا اور پھر آتے
ساتھ چیخ کر کے سو جاتا۔۔

اس نے ایک دفعہ بھی زینی سے بات
کرنے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔
جب کبھی وہ سامنے آتی وہ برے طریقے
سے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا۔

ابھی بھی وہ شام کو کمرے میں لوٹا ہی تھا
کہ اچانک زینی کو فون پر کسی سے رندھے

ہوئے لہجے میں بات کرتے دیکھ وہیں کا
وہیں رک گیا۔

"ولی پلیز۔۔! ماما اور بابا سے کہو مجھ سے
بات کریں۔۔ تم اچھی طرح یہ بات جانتے
ہو۔۔ میں ان کے بنا ایک پل بھی نہیں رہ
سکتی۔"

زینی اب باقاعدہ روتے ہوئے کسی سے
بات کر رہی تھی۔۔

"کیسے ٹھیک ہوگا ولی۔۔۔؟؟ میں بہت
زیادہ اپ سیٹ ہوں۔۔ مجھے کچھ سمجھ
نہیں آرہا۔۔ ماما اور بابا تو میرا فون تک ریسپو
نہیں کر رہے۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے بات کر رہی تھی جب کہ
مقابل شاید اسے کوئی تسلی دے رہا تھا۔

اذلان نے پہلی بار اسے اس طرح کسی
سے بات کرتے ہوئے سنا تھا۔

"ولی!! میں اپنے دل کی ہر بات تم سے

شیئر کرتی ہوں۔۔ تم جانتے ہو میں ایسا

کوئی کام نہیں کر سکتی جس سے میری

فیمیلى كى رىپوٲىشن خراب هو۔۔ كوئى مجھے
سمجھ كىوں نهىں رها۔۔۔ "زىنى كى آواز ميں
اب ياسيت كا عنصر بهى شامل هو چكا
تھا۔

"ولى!!! ميں اپنے دل كى ہر بات تم سے
شيئر كرتى ہوں۔"

اذلان کو ذہن کے پردے پر زینی کی پر خم
آواز پھر سے گونجتی محسوس ہوئی۔۔

زینی کے الفاظ سنتے اس کی آنکھوں میں
اضطراب کی سرخیاں چھلکنے لگیں اور وہ
اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچے اندر کمرے میں
آگیا۔۔۔ اس کے اس قدر سخت اور بگڑے

تیور دیکھ زینی کو ایک دم پریشانی نے آن
گھیرا تھا۔

"ٹھیک ہے ولی۔۔ میں تم سے بعد میں
بات کرتی ہوں۔۔" زینی نے اذلان کو
دیکھتے ہی بات ختم کی اور فون واپس بیڈ پر
رکھ دیا۔

اذلان نے اسے ایک سرد نگاہ سے گھورا اور
پھر ڈریسنگ روم کا دروازہ کھٹاک سے بند
کر دیا۔۔ اس قدر تیز آواز پر زینی ڈرتے ہوئے
بے ساختہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ گئی۔
ڈریسنگ روم میں اتے ہی اذلان متحرک
ہاتھوں سمیت ہینگ کئے ہوئے کپڑوں
میں سے اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔۔۔ اس

جلد بازی میں اس کے ہاتھ سے کئی ایک
ہینگر نیچے بھی گر چکے تھے۔۔

اس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا زینب کو
اچانک کسی سے بات کرتے دیکھ کر اسے
کیوں اتنا غصہ آ رہا ہے۔

"چاہے جو مرضی کرتی پھریں۔۔"

"میں کیوں سوچ رہا ہوں ان کے بارے

میں۔۔۔ میں تو ان سے نفرت کرتا ہوں

نا۔۔۔ مجھے اس سب سے کوئی فرق نہیں

پڑتا چاہیے۔۔" اذلان نے تیزی سے

بڑبڑاتے خود کو سمجھانے کی اک ناکام

کوشش کی تھی۔

وہ اپنے اس نئے احساس کو قبول نہیں کر
پا رہا تھا۔۔ اس لئے اپنا غصہ مختلف چیزوں
پر نکالتے ہوئے اس سے بنا کوئی بات
کیے واش روم میں فریش ہونے چلا گیا۔
"اب ایسا کیا ہو گیا۔۔ جس کی وجہ سے یہ
اس قدر غصے میں ہیں۔"

وہ پہلے بھی تو اس سے صحیح سے بات نہیں
کرتا تھا مگر آج اس کی آنکھوں کی لالی زینی
کو اپنی سمجھ سے بھی بالاتر لگ رہی تھی۔۔



"رہنے دو فاطمہ۔۔ سارا دن گھر کے کام
بھی کرتی ہو اور بچوں کو بھی پڑھاتی ہو۔۔۔
تھک جاتی ہوگی تم۔۔۔"

فاطمہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد
ہر روز آمنہ بیگم کے پاؤں دباتی تھی۔

"میں تو یہ سب اپنے لئے کر رہی ہوں
ماما۔۔" فاطمہ نے خوشدلی سے مسکراتے

انکی بات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ
ان کے پاؤں کا مساج کرنے لگی۔

"یا اللہ!! اسے ڈھیروں خوشیاں عطا کر۔۔"

اس نے کبھی بھی مجھے بیٹے کی کمی
محسوس نہیں ہونے دی۔۔ "آمنہ بیگم کی
آنکھوں میں ہلکی نمی در آئی مگر وہ دل ہی
دل میں اپنے رب سے مخاطب اس کا

شکریہ ادا کرتے ہوئے فاطمہ کیلئے ڈھیروں
دعائیں کرنے لگیں۔

"آپ کو پتا ہے ماما!! فاطمہ کی نرم آواز
نے آمنہ بیگم کو گہری سوچوں کے بھنور
سے باہر نکالا۔

"قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ
نے اپنی عبادت کے بعد والدین سے حسن
سلوک کا ذکر کیا ہے۔۔"

"سورة النساء کی آیت نمبر 36 میں ہے:

"واعبدوا ولا تشركوا به شيئاً وبالوالدين

احساناً۔۔"

ترجمہ:

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے ماں
باپ کے ساتھ احسان کرو۔۔"

ایک اور جگہ پر بھی ہے سورہ عنکبوت کی
آیت نمبر 8 میں ہے:

"وَصِيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدِيْهِ حَسَنًا۔۔"

ترجمہ:

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے

ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا

ہے۔۔"

"اولاد اپنے والدین کی خدمت کر کے ان

پر احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ کے حکم کی

تعمیل کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کرتے

ہیں۔۔"

اور بھی بہت ساری آیات میں ایسا لکھا
ہے۔۔۔ اور حدیث مبارکہ سے بھی ہمیں
اسی بات کا حکم ملتا ہے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا:

"جس نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا
سلوک کیا اس کے لیے خوشخبری ہے کہ
اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں
گے۔۔"

قرآن پاک میں ہے:
"رب الرحمہما کما ربینی صغیرا۔۔"
ترجمہ:

"اے اللہ ان پر ویسے ہی رحم کر جیسے
انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش
کی۔۔"

آمنہ بیگم بہت غور سے اس کی باتیں سنتی
تھیں۔ جب جب فاطمہ ان کے ساتھ دین
کی باتیں کرتی آمنہ بیگم کے دل کو اک قرار

سا جاتا تھا۔۔ ورنہ وہ آج کل بہت ڈیپریشن
میں رہتی تھیں۔

"بیٹا!! تم نے اپنے فرائض سے بھی زیادہ
میرے حقوق ادا کیے ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ
تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔"

"ماما! یہ تو کچھ بھی نہیں ہے جو آپ نے
میرے لئے کیا ہے۔۔ اس کے مقابلے
میں یہ سب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔۔"
"خوش رہو بیٹے۔۔" آمنہ بیگم نے اسے دل
سے دعا دی جس پر فاطمہ نے آہستگی سے
مسکراتے ہوئے زیر لب "آمین" کہا۔۔۔۔

"چلیں۔۔ اب آپ آرام کریں زیادہ سوچنا

نہیں ہے آپ نے۔۔ میں ذرا نماز پڑھ

لوں۔۔"

فاطمہ ان پر کمفرٹر درست کرتی ہوئی لائٹس

آف کر کے نماز پڑھنے چلی گئی تھی

۔۔ کیونکہ وہ آمنہ بیگم کی آنکھوں میں ہلکی

نیند کا خمار اترتے اپنی آنکھوں سے دیکھ
چکی تھی۔۔



"ن۔ن۔ن۔ نہیں۔۔۔ب۔ بابا نہیں۔۔۔ بابا
۔۔۔ا۔ا۔ا۔" معمول کے مطابق اذلان آج

بھی رات کو کافی لیٹ کمرے میں واپس
آیا۔۔ زینی کو اسوقت بیڈ پر بے خبر گہری
نیند میں سوتے دیکھ وہ بھی فریش ہونے
کے بعد کروٹ بدلتے اپنی سائیڈ پر آکر
لیٹ گیا۔۔

ابھی وہ اپنی آنکھیں بند کر کے سونے کی
کوشش کر ہی رہا تھا کہ اچانک اسے زینی

کی گھبرائی ہوئی پریشان زدہ آوازیں سنائی
دینا شروع ہو گئیں۔۔۔۔۔

اذلان اپنا رخ موڑے اسے نیند میں بولتے
ہوئے دیکھ رہا تھا تبھی اچانک وہ چیخ نما آواز
نکالتی ایک دم تکیے سے سر اٹھاتے
مضطرب انداز میں بیٹھ گئی۔

اذلان اس کے یوں چیخنے پر خود بھی ہڑبڑا
کراٹھ بیٹھا۔

اذلان نے دیکھا زینی کا وجود اس وقت اپنے
بکھرے بالوں سمیت ہولے ہولے لرز رہا
تھا۔۔ اس کے ہاتھ باقاعدہ کپکپاہٹ کا
شکار تھے۔۔ اس کی آنکھیں ڈر کے مارے
حد سے زیادہ کھلی ہوئیں تھیں۔۔

وہ اپنے چکراتے سر کو تھامے بری طرح
ہانپ رہی تھی۔ اس کے لمبے لمبے سانس
لینے کی آواز پر اذلان نے ہاتھ بڑھاتے
لائٹس آن کر دیں۔

"آریو آل رائٹ۔۔؟؟" اذلان اس کا پسینہ
سے بھرا چہرہ دیکھ بے اختیار تفکر آمیز لہجے
میں گویا ہوا۔

"وہ-و-و-و-و-و-وہ میرے بابا-ا- "زینی

اذلان کو دیکھتے ہی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے

شدت سے رو دی۔

اذلان کو اب سمجھ آیا تھا کہ ضرور انہوں

نے کوئی برا خواب دیکھا ہے جس کی وجہ

سے ایسے ری ایکٹ کر رہی ہیں۔۔

"آپ نے نیند میں کوئی برا خواب دیکھا

ہوگا۔۔۔ یو ڈونٹ نیڈ ٹو وری۔۔۔"

اذلان اس کی ابتر حالت دیکھتے ہوئے بیڈ

سے اٹھا اور پھر جگ سے پانی کا گلاس

بھر کر اس کے ہاتھ میں تھمانا چاہا مگر وہ

بنا کچھ کہے نفی میں سر ہلا گئی۔۔۔ اس کے

موبائل کو پکڑتی ابراہیم صاحب کا نمبر ڈائل
کرنے لگی۔۔

دو تین بار ٹرائی کرنے پر بھی نمبر نہ ملا تو
زینی روتے ہوئے موبائل کو دیکھ بے بس
لجے میں گویا ہونے لگی۔۔

زینی اس وقت حد سے زیادہ بدحواسی کا شکار
ہو رہی تھی۔۔

اذلان اس کی اس قدر ٹوٹی اور بکھری ہوئی
حالت دیکھ اپنے دل کو عجب لے میں
دھڑکنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔

اذلان زینی کی اس بات پر اسے یک ٹک
نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔

کچھ ہی سیکنڈز کے بعد وہ گہرا سانس
بھرتے دو قدم آگے بڑھا اور پھر ہاتھ میں

پکڑے گلاس کو زبردستی زینی کے عنابی

ہونٹوں سے لگا دیا۔۔

اب وہ خود اس کے ہاتھ سے اس کا

موبائل لے کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے

اسے اپنے ہاتھ سے پانی پلا رہا تھا۔۔ زینی

اپنی بھگی آنکھوں سمیت اذلان کو ہی دیکھے

جا رہی تھی۔۔

اذلان سے زیادہ دیر اس کی پرخم آنکھوں
میں دیکھا نہیں گیا۔ اسی لئے جب وہ تھوڑا
پانی پی چکی تو گلاس کو واپس رکھنے کی
غرض سے بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ گیا۔۔
اذلان کے ادھر جاتے ہی زینی پھر سے
موبائل فون اٹھاتے نمبر ڈائل کرنے لگی۔
مگر نمبر ابھی بھی بدستور آف ہی تھا۔۔۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اسے پھر سے رونا آنے
لگا۔ وہ اپنی ہتھیلی سے آنسوؤں کو صاف
کرتی انہیں روکنے کی ناکام کوشش کر رہی
تھی۔۔

"ریلیکس۔۔!! اٹ واز جسٹ آڈریم۔۔۔۔
اپنی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش
کریں۔۔۔ نیند آ جائے گی۔۔"

اذلان نے اسے پھر سے موبائل پر نمبر
ڈائل کرتے دیکھا تو اپنے قدم آگے بڑھاتے
ہوئے بیڈ کے پاس کھڑا ہوتے اسے نرم
لہجے میں تسلی دی۔۔

زینی اس کو یوں اپنے بالکل سامنے کھڑے
دیکھ اپنی نظریں بے اختیار نیچے جھکا
گئی۔۔ اب وہ اس کے کہنے پر فوراً تکیے پر

سر رکھے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش
کرنے لگی۔۔

ذرا سی آنکھ کھولنے پر اسے محسوس ہوا
اذلان ابھی ابھی اس کے سامنے ہی کھڑا
ہے اس لیے فوراً سے پہلے اپنی آنکھیں
شدت سے موند لیں۔۔

زینی کی اس بچگانہ حرکت پر اذلان کے
لبوں کو بے اختیار دھیمی مسکان نے آن
چھوا تھا۔۔

اذلان نے جلدی سے خود پر قابو پاتے
لائٹس آف کر دیں۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اذلان کو
زینی کے پرسکون نیند میں ڈوبی ہلکی ہلکی

سانسوں کی آوازیں سنائی دی۔۔۔۔۔ اب وہ
ایک نظر اسے دیکھتا خود بھی آنکھیں بند
کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔



"یار شکر ہے۔۔۔ جان چھوٹی ان پیپرز
سے۔" روشن اپنے ساتھ چلتے ضرار کو
دیکھتے طمانیت بھرے انداز میں گویا ہوا جواباً
وہ کچھ بھی کہنے کی بجائے صرف دھیمے
سے مسکرانے پر ہی اکتفا کر سکا۔

آج ان کا آخری پیپر تھا اس لئے روشن
دعائیہ انداز میں ہاتھ اوپر اٹھائے باقاعدہ
شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"چلو کیفیٹیریا چلتے ہیں۔۔" ضرار کے
قدموں کا رخ پارکنگ سائیڈ کی جانب بڑھتے
دیکھ کر روشن نے اسے کیفیٹیریا چلنے کا

کہا۔۔ وہ بھی بادل نا خواستہ اس کے ساتھ

اسی سائیڈ آگیا۔

"آج تمہارا لاسٹ پیپر بھی ہو گیا چلو اب

ٹریٹ دو۔۔"

ڈرائیور انکل کو مریم کو پک کرنے کالج

جانا تھا۔۔ کار اور وقت کو دیکھتے اس کے

ذہن میں پلان بنا اور پھر اسی کے تحت وہ

بھی ڈرائیور کے ساتھ اس کے کالج آن
ٹپکی تھی۔

ابھی مریم کلاس روم سے باہر آئی ہی تھی
کہ حیا نے اپنی فرمائشیں شروع کر دیں۔۔
"وہ کس خوشی میں۔۔؟؟" مریم نے اس
کے ٹریٹ مانگنے پر ایک ابرو اوپر اچکائے
استفساریہ انداز اپنایا۔

"تمہاری آزادی کی خوشی میں اور کس خوشی

میں۔۔۔" حیا نے باقاعدہ منہ بسور لیا۔ اس

کے نروٹھے لہجے پر مریم کی بھی ہنسی

چھوٹ گئی اور پھر وہ دونوں کینٹین کی

جانب بڑھ گئی۔

"پھر میری بھی ایک شرط ہے۔۔۔؟"

"کیسی شرط۔۔؟ حیا نے سوالیہ نگاہوں سے

مریم کو دیکھا۔

"آج تم مہارانی بننے کی بجائے ادھر سے

سارا آرڈر خود لے کر آؤں گی۔۔ تب تک

میں اپنے کونسلرین پیپر سے دیکھوں گی کہ

میں نے صحیح آنسرز لکھے بھی ہیں یا

نہیں۔۔۔"

مریم نے آج ایک ساتھ سارے کے
سارے بدلے اتارنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ
وہ ہر بار مریم کو ہی کینٹین پر آرڈر لینے
کے لئے کہتی تھی۔۔۔ بادل ناخواستہ وہ بھی
مان ہی گئی۔

"چلو پھر لگ جاؤ لائن میں۔۔۔" مریم نے
اسے غیر متوقع طور پر اپنی بات مانتے دیکھا

تو حیرت بھری نگاہوں سے مسکراتے ہوئے
اسے وہاں سے بھیجا۔۔ اور پھر خود ایک ٹیبل
پر بیٹھی اپنی بک سے مختلف سوالوں کے
جوابات چیک کرنے لگی۔

جب وہ دونوں کینٹین میں داخل ہوئے تو
روشان کی نظر سامنے ٹیبل پر گئی۔ جہاں

اسے وہ ریسٹورنٹ والی لڑکی سامنے ہی ٹیبل
پر بیٹھی نظر آئی۔

اس نے فوراً ضرار کو کہا کہ آج وہ آرڈر لے
آئے۔۔ ضرار اس کی بات سے انجان اثبات
میں سر ہلاتا ہوا آگے چلا گیا۔ اور وہ خود
اسی ٹیبل کے سامنے والی ٹیبل پر بیٹھ کر

اس ریسٹورینٹ والی لڑکی کو بغور دیکھنے
لگا۔۔

مریم اردگرد سے بے نیاز اپنی بک سے
سوالات دیکھ رہی تھی۔ اس کے تاثرات
پل پل بدل رہے تھے۔۔ صحیح سوال ہونے
پر وہ خوش ہو جاتی۔۔ اور جہاں کہیں اسے

تھوڑا سا شک کا گمان گزرتا وہ اداس ہو
جاتی تھی۔

روشان اس کا پل پل بدلتا موڈ دیکھ آہستگی
سے مسکرا رہا تھا۔۔ لیکن مریم ہنوز اپنی
نظریں نیچے جھکائے بار بار گلاسز کو آگے
پچھے کرتی اپنے کام میں لگی رہی تھی۔

اچانک کسی کے لڑنے کی آواز پر وہ دونوں
بھی ادھر متوجہ ہوئے۔۔ جہاں حیا اور ضرار
ایک بار پھر سے لڑنے میں مصروف
تھے۔۔

اس بار تو ان کے آس پاس اچھا خاصہ ریش
لگا ہوا تھا۔۔ اتفاقاً دونوں نے انہیں ایک
نظر دیکھتے ہوئے باقاعدہ اپنا سر پیٹ لیا۔

ابھی کچھ دیر پہلے ضرار اتنی لمبی لائن کو
دیکھ کر کوفت کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ بیزاری
سے بھرپور تاثرات چہرے پر سجائے بار بار
اپنی کلائی میں بندھی رسٹ واچ کو دیکھ رہا
تھا۔

اسے اسوقت شدید غصہ آ رہا تھا کہ ایسا کیا
ہے اس کنٹین والے کے برگر میں جو
روشان کھائے بنا گھر نہیں جا سکتا تھا۔۔
مگر اس لائن میں موجود اس کے سامنے
کھڑی لڑکی کو شاید کوئی جلدی نہیں تھی۔۔
وہ اپنے ہاتھ میں موبائل پکڑے باقاعدہ
کسی سے چیٹ کرنے میں مصروف تھی۔

ضرار نے ایک دفعہ دیکھا کہ اس کے پیچھے
والی لڑکی اس کے آگے سے ہو کر لائن
میں جا ملی تھی۔۔ مگر اس آگے والی لڑکی
کو کوئی ہوش نہیں تھا وہ بدستور اپنے
موبائل فون میں لگی رہی تھی۔۔

ضرار کو یہ کھلے، سلکی بالوں والی لڑکی اس
وقت زہر لگ رہی تھی جس کا اس نے
چہرہ بھی ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔۔

آخر کو کب تک برداشت کرتا اس کا پارہ
ہائی ہوا اور وہ اس لڑکی سے بحث کرنے
لگا۔۔

"اگر آپ نے کوئی چیز لینی ہی نہیں ہے
تو باقیوں کا ٹائم کیوں ویسٹ کر رہی ہیں
آپ۔۔۔؟؟"

ضرار کے اس قدر غصیلے لہجے پر سامنے والی
لڑکی نے چونکتے ہوئے اسے مڑ کر دیکھا تو
دونوں ہی ایک دوسرے کو فوراً ہی پہچان
گئے۔۔

"اوہ! تو یہ آپ ہیں۔۔ میں بھی کہوں۔۔۔"

ہر کوئی اتنا بدتمیز نہیں ہوتا جتنے آپ

ہیں۔۔"

حیا نے بنا کسی لگی لیٹی کے اس پر پھر

سے طنزیہ وار کیا۔

"ایکسکیوز می! تمیز سے بات کریں۔۔ آپ

خود تو اپنے موبائل میں مصروف ہیں۔۔۔ دو

تین لوگ میرے بعد آئے۔۔ لیکن آپ کی
اس بے خبری کے نتیجے میں وہ لوگ اپنا
آرڈر لے کر جا چکے ہیں۔۔ اور میں کب
سے آپ کی وجہ سے یہیں کھڑا ہوا
ہوں۔۔۔"

ضرار نے بھی اس بار کوئی لحاظ نہ رکھا اور
اسے فوراً کھری کھری سنا دیں۔۔ لیکن وہ
بھی کہاں چپ رہنے والی تھی۔۔
ان کی لڑائی کو دیکھ کر آس پاس لڑکے
لڑکیاں جمع شروع ہونا شروع ہو گئے تب
تک مریم اور روشن بھی ادھر آچکے تھے۔

"کیا ہوا لڑکیوں رہے ہو آپ لوگ۔۔؟؟"

مریم اور روشن نے ایک ساتھ ہی پوچھا اور

پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو بغور دیکھنے

لگے۔۔

"آئیے۔۔!! ورلڈ بینک کے پریزیڈنٹ

صاحب۔۔ آپ اپنا آرڈر پہلے لے لیں۔۔۔

ظاہر سی بات ہے پوری دنیا کی معیشت تو

آپ کے قیمتی وقت کے سہارے چل رہی
ہے۔۔ اگر آپ کا ذرا سا ٹائم ویسٹ ہوا تو
اشیاء کی قیمتیں تو زمین سے سیدھا آسمان
تک پہنچ جائیں گی۔۔۔"

حیا اب باقاعدہ پیچھے ہو کر اس کو ہاتھ سے
راستہ دینے لگی۔۔ مگر اس کی طنزیہ بات پر
پاس کھڑے سارے لڑکے لڑکیاں باقاعدہ

قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔۔ حیا کے سلگتے
لہجے پر روشنان کی بے اختیار ہنسی نکل گئی
جسے سنتے ضرار کے کے تن بدن میں اک
آگ سلگ اٹھی۔۔

"حیا! اسٹاپ اٹ۔۔" مریم نے ضرار کی
غصے سے آگ بگولہ سرخ نیلی آنکھیں
دیکھیں تو حیا کو سخت لہجے میں ٹوک دیا۔

"تم بیٹھو ضرار میں لاتا ہوں۔۔" روشن

نے پھر سے بات سنبھالنے کی ناکام

کوشش کی۔

"شٹ اپ روشن۔۔" ضرار انتہائی سرد

لہجے میں گویا ہوا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا

وہاں سے چلا گیا۔ روشن اس کو پیچھے سے

آوازیں دیتا رہ گیا مگر وہ سنی ان سنی کرتا
پیدل ہی کالج کا گیٹ عبور کر گیا۔

"اوہ شٹ یار۔۔۔!!" روشن نے اپنے
ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ غصے سے مارا تھا۔
آج پھر ضرار کو کیا کچھ نہیں یاد آ رہا
تھا۔۔۔ آج پھر اس کا دل بے تحاشا رونا
چاہتا تھا۔ مگر اس کی نیلی جھیل جیسی

پتھر رنگ آنکھیں کسی بنجر زمین کی طرح
خشک تھیں۔

آج ایک بار پھر سب کی نظروں میں کسی
لڑکی کی وجہ سے اس کا مذاق بن گیا تھا
۔ اسے اس لڑکی سے شدید ترین نفرت
محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ آج حیا کی اس

حرکت نے اس کے زخم پھر سے ہرے
کر دیے تھے۔

وہ ان زخموں پر ہمیشہ مرہم رکھنے کی ناکام
کوشش کرتا رہتا تھا۔ مگر پھر بھی کسی نہ
کسی بات پر اسے بار بار وہ لمحے یاد آ جاتے
جن سے وہ ہمیشہ دور بھاگتا تھا۔ مگر قسمت
تھی کہ بار بار اس کے سامنے وہی مناظر

پیش کر رہی تھی جسے برداشت کرنا ہی اس
کی حساس طبیعت پر ایک بہت بڑا ظلم
تھا۔



اذلان اس وقت سکائی بلیو ڈریس شرٹ کے
ساتھ بلیک پینٹ زیب تن کیے ڈریسنگ
مرر کے سامنے کھڑا رسٹ واچ پہن رہا تھا۔
ابھی وہ اپنے بالوں کو جیل سے سیٹ
کرتا ان کا ہیئر سٹائل بنا رہا تھا کہ اچانک
اسے کمرے سے ملحق ٹیرس سے زینب کی
مدھم آواز سنائی دی تھی۔

"جی پھوپھو!! میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔"

زینی کی آواز بوجھل سی تھی مگر پھر بھی وہ

خود کو فریش ظاہر کرنے کی ناکام کوشش

کر رہی تھی۔

اذلان نے ایک پل کیلئے اپنا سر نفی میں

کا پرفیوم Trussardi جھٹکا اور پھر اپنا

اٹھاتے خود پر مستعدی سے اسپرے
کمرے لگا۔

آج اس کا کہیں باہر جانے کا موڈ ہو رہا
تھا۔ ورنہ تو پچھلے کچھ دنوں سے وہ ادھر
ادھر سارا دن گزار دیتا اور پھر رات گئے آ
کمرے میں سو جاتا۔

ابھی وہ ریڈی ہو کر باہر جانے ہی لگا تھا
کہ زینی فون لے کر اس کی طرف بڑھی اور
موبائل فون والا ہاتھ اسکے آگے کر دیا۔ وہ جو
ابھی اسے ہی دیکھ رہا تھا کہ اس کی نرم
آواز نے اذلان کا سکوت توڑا۔

"و۔ وہ پھوپھو آپ سے بات کرنا چاہتی
ہیں۔۔۔" زینی نے آہستگی سے کہا اور خود

اسے بغور دیکھنے لگی کہ کہیں موبائل فون
اٹھا کر اس کے سر پر ہی نہ پٹخ دے۔
مگر اس کی توقع کے برعکس اذلان پھوپھو
سے بات کرنے لگا اس کو آرام سے بات
کرتا دیکھ کر اس نے باقاعدہ آنکھیں اوپر
اٹھائے رب کا شکر ادا کیا۔

"اگر وہ سیدھے منہ بات نہ کرتا تو اس کی
پھوپھو کے سامنے کیا عزت رہ جاتی۔۔۔"

وہ ابھی انہی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی کہ
اذلان نے موبائل اسے واپس تھما دیا شاید
وہ بات ختم کر چکا تھا۔ اس نے موبائل
آہستگی سے پکڑا اور ٹیبل پر واپس رکھ دیا۔

"آپ انہیں خود منع نہیں کر سکتی
تھیں۔۔۔؟؟" اذلان کی تیز آواز پر اس کا
جھکا سر بے اختیار اوپر کواٹھ گیا۔۔۔ آج
بھی اس کی آنکھوں میں زینب کے لئے
کوئی رعیت نہ تھی۔

"ک۔ک۔کس چیز کے لیے۔۔؟؟" زینی نا
سمجھی کے انداز میں اسے دیکھنے لگی کہ آخر
وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔

"ڈنر کے لئے اور کس چیز کے لیے۔۔؟"

اذلان کو اس کے بھولے پن کے انداز پر
غصہ آیا جو شکل سے تو بہر حال معصوم لگ

رہی تھی۔۔ مگر اس کی ویڈیو والی حرکت

معصوموں والی بالکل نہیں تھی۔

زینی نے اس وقت مہندی کلر کے ڈریس

کے اوپر ریڈ کلر کا دوپٹہ گردن میں برائے

نام لٹکایا ہوا تھا۔۔ وہ اپنی روئی، متورم

آنکھوں سمیت اسے ہی ساکت نگاہوں سے

دیکھ رہی تھی۔

"ڈنر؟؟ لیکن مجھے تو پھوپھو نے ایسا کچھ

نہیں کہا۔۔ انہوں نے بس مجھے کہا آپ

سے بات کروا دوں۔۔۔"

"اس لیے میں نے آپ سے بات کروا

دی۔۔۔ اور تو کسی چیز کا ذکر نہیں کیا تھا

پھوپھو نے۔۔۔"

زینی نے کنفیوز انداز میں ہاتھ مسلتے بھرائی
آواز میں وضاحت دی۔

اذلان کا دل اس کے چہرے کے تاثرات
دیکھ اس پر یقین کرنا چاہتا تھا مگر دماغ
کسی صورت نہیں مان رہا تھا۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔ جو بھی ہے۔۔۔ انہوں

نے ڈنر کے لیے انوائٹ کیا ہے۔۔ آپ

شام تک ریڈی رہیے گا۔۔"

اذلان نے بیزار تاثرات سمیت اسے شام

تک ریڈی رہنے کا کہا جواباً وہ بس "جی"

کہہ کر خاموش ہو گئی۔۔ اذلان اس کے

جھکے سر کو ایک نظر دیکھتے کمرے سے باہر

چل دیا۔ جانے کیوں آج وہ اس کی بات
پر چاہ کر بھی کوئی سخت رد عمل نہیں
دے پایا تھا۔



"یار شمسہ! تم اچانک اس دن وہاں سے
چلی کیوں گئی۔۔۔۔؟ میں اتنی دیر تک
تمہیں وہیں ڈھونڈتا رہا۔۔"

شمسہ اس ماسک مین کی دھمکی سے ڈرتی
پچھلے کئی دنوں سے کہیں باہر آ جا ہی
نہیں رہی تھی۔۔ آج سنی کے بے حد
اصرار پر اسے اس کے ساتھ ریسٹورنٹ آنا

ہی پڑا۔۔ گھبراہٹ ابھی ابھی اس کے

چہرے سے صاف عیاں ہو رہی تھی۔

اگر آج بھی سنی اسے اپنی جان دینے کی

دھمکی نہ دیتا تو وہ آج بھی باہر نہ آتی۔۔

"کچھ نہیں۔۔ بس میرا دل گھبرا رہا تھا شور

کی وجہ سے۔۔" سنی نے اس کا ہاتھ

پکڑے فکر مند لہجے میں بات کا آغاز کیا مگر

شمسہ نے غیر محسوس انداز میں جلدی سے
اپنا ہاتھ پیچھے کرتے اسے جھوٹ موٹ کی
وضاحت دی۔۔۔ ورنہ حقیقت تو بالکل اس
کے برعکس تھی۔

اس کے اچانک ہاتھ چھڑانے سے سنی کو
حیرت تو ہوئی مگر اس نے کہا کچھ نہیں۔۔
کیونکہ اس کا پلان اس دن تو پورا نہ ہو سکا

تھا۔ اس لیے آج کے دن وہ اس پلان کو
بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔۔

شمسہ کافی پیتے بار بار ادھر ادھر دیکھ رہی
تھی۔

"اگر اس نے آج شمسہ کو نہ دیکھا تو وہ اپنی
جان لے لے گا۔۔" وہ سادہ لوح لڑکی اس
کی باتوں کے جال میں پھنستی یہاں آ تو

گئی مگر اب اسکے ذہن پر ماسک مین کا ڈ
بری طرح حاوی ہو رہا تھا۔

"اگر وہ ماسک مین کہیں آس پاس ہوا تو
پھر کیا ہوگا اس کا۔۔؟؟" یہ سوچتے ہی
اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں پسینے سے
بھر گئیں۔۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی

بوندوں کو دیکھتے سنی کو اس کی طبیعت
کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔

"کیا ہوا شمسہ؟؟ تم ٹھیک تو ہونا۔۔؟؟"

شمسہ گھبراہٹ کے مارے بار بار لُٹو سے
اپنا پسینہ صاف کر رہی تھی۔۔ تبھی سنی
نے اس کی طبیعت کا پوچھا اور اسے
سوالیہ نگاہوں سے بغور دیکھنے لگا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے سنی۔۔۔ میں چلتی ہوں
مجھے کچھ ضروری کام ہے۔۔" وہ کار کی
چابی اٹھاتی تیز لہجے میں گویا ہوئی۔۔ اس کا
انداز جان چھڑانے والا تھا۔۔
ابھی وہ مڑنے ہی لگی تھی کہ سنی نے
اس کا ہاتھ پکڑے اسے آگے بڑھنے سے
روک دیا۔

اتنے میں پاس سے گزرتا بلیک ہڈی والا لڑکا
اس کے ساتھ بری طرح ٹکرایا اور اپنے ہاتھ
میں موجود کافی کا کپ شمسہ کے ڈریس پر
الٹا دیا۔ اور پھر ان کا رد عمل جانے بنا ہی
جلدی سے معذرت کرتا وہاں سے چلا گیا۔

شمسہ اپنے ڈریس کو کوفت بھرے تاثرات
سے دیکھتی سنی کو "میں ابھی آئی" کہہ کر
واش روم کی جانب چل دی۔

شمسہ اپنا ڈریس صاف کرنے کے لیے
واش روم آئی ابھی وہ اپنا ہینڈ بیگ کارنر
میں رکھ کر سیدھی ہوئی ہی تھی کہ اچانک
آئینے میں نظر آتے کسی ماسک زدہ شخص

کو دیکھ اس کے حواس ایک پل کے لئے
شل ہو کر رہ گئے تھے۔ اس شخص کی
گھمبیر آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔۔۔
آج پھر اس کے چہرے پر وہی ماسک
تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں چھائی سختی اور
سرخی کی لکیروں نے اس کے اندر کی
حالت شمسہ کو واضح بتا دی تھی۔

"اتنی بار منع کرنے کے باوجود پھر اس
کے ساتھ آگئی ہو۔۔۔۔ ایک بار میں کہی
بات تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی۔۔۔؟؟"
شمسہ جو ماسک مین سے ڈر کر الٹے قدموں
چلتی اچانک دیوار سے بری طرح ٹکرا گئی۔۔
شمسہ ہوش کا دامن تھامے ابھی دائیں
جانب بھاگنے ہی والی تھی کہ ماسک مین

نے اس دیوار کے دونوں جانب اپنا ہاتھ
رکھتے اس کا راستہ مسدود کر دیا۔۔ اب وہ
ڈری سہمی نگاہوں سے ماسک مین کو ہی
دیکھے جا رہی تھی۔۔

"پلیز۔ز۔ز مجھے جانے دیں۔۔" شمسہ اپنی
آنکھوں میں آنسو لیے باقاعدہ اس سے منت
کر رہی تھی۔۔ اس کے چوڑے سینے، کسرتی

وجود کے آگے وہ کوئی سہمی ہوئی بچی لگ
رہی تھی۔۔

"جس سے خطرہ ہے اس کے پاس بھاگ
بھاگ کر جاتی ہو۔۔۔۔ اور جس سے کوئی
خطرہ نہیں اس سے دور بھاگتی

ہو۔۔۔" ماسک مین نے اب کی بار باقاعدہ
غصے میں آتے دیوار پر زور سے ہاتھ مار دیا۔

شمسہ کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر
گئیں۔۔ اس کے رخساروں پر بہتے موتیوں
جیسے آنسو دیکھ وہ اپنا ضبط کھو رہا تھا۔۔
"ابھی کے ابھی باہر نکلو اس ریسٹورنٹ
سے۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنا ضبط
کھو کر کچھ غلط کر بیٹھتا اس نے شمسہ کو

فوراً وہاں سے جانے کی اجازت دے

دی۔۔

اجازت ملنے کی ہی دیر تھی کہ وہ بھاگتی
ہوئی اپنا ہینڈ بیگ پکڑے تیز تیز قدموں سے
باہر جانے لگی۔۔ تبھی اچانک ماسک مین
کی سخت آواز نے اس بڑھتے کے قدم ایک
پل کے لیے فریز کر دیے۔۔

"پچھلے دروازے سے جاؤ گی تم۔۔۔۔ اور
ہاں خبردار آئندہ مجھے اس لفنگے لڑکے کے
ساتھ نظر آئی تو۔۔۔۔" ماسک مین کے اگلے
حکم پر وہ بھاگتی ہوئی پچھلے دروازے کی
جانب چل دی۔۔

اسے بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ
شخص اس کا محافظ ہے یا کوئی اور۔۔۔۔؟؟؟

اس کے حکم کی تعمیل کرتے وہ پچھلے
دروازے کی راہداری کی جانب مڑ
گئی۔۔۔ ریسٹورینٹ سے باہر نکلتے ہی وہ کار
کو زن سے بھگالے گئی۔۔

وہ کیوں اس کا کہنا مان رہی ہے اسے
کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔ وہ ماسک مین سے
ڈرتی گاڑی کو بریک ہی نہیں لگا رہی تھی

کہ کہیں پھر سے وہ ماسک مین اس کے
سامنے نہ آجائے۔۔

"اگر وہ پھر سے اس کے سامنے آگیا
تو"۔۔۔ یہ سوچ ہی اس کے حواس گم
کرنے کیلئے کافی تھی۔



"پتا نہیں کیسی ہے وہ۔۔۔؟؟" ولی کافی
دنوں سے بار بار اس کا فون ٹرائے کر رہا
تھا مگر ہر بار کی طرح اس بار بھی اس کا
نمبر آف پاتے بڑبرانے کے انداز میں گویا
ہونے لگا۔

اس کے گھر کا ایڈریس بھی اسے پتا نہیں
تھا کہ وہ اس کی خیریت معلوم کر لے آیا
وہ ٹھیک ہے بھی یا نہیں۔۔

بلاخر آج پھر تھک ہار کر اس نے موبائل
کو صوفے پر بیزاری سے پھینکا اور اپنا سر
ہاتھوں میں لیے پریشان انداز میں بیٹھ
گیا۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا تبھی

اسے ملازم کی آواز اپنی سماعتوں میں سنائی

دی۔۔

"سر! باہر انس صاحب آئے ہیں۔۔" ملازم

نے ولید کو اس کے دوست کی آمد سے

آگاہ کیا۔

"ہاں بھیجوا نہیں۔۔ اور روبینہ باجی سے

اسنیکس بھی بنوا کر چائے کے ساتھ

ڈرائینگ روم میں لے آؤ۔۔"

ملازم مستعد انداز میں "جی اچھا" کہہ کر

اس کے لیے گیٹ کھولنے چلا گیا۔

کچھ ہی منٹوں میں ولید بھی فریش ہوتا
ڈرائیونگ روم میں آ گیا۔۔ انس نے صوفے
سے اٹھتے خوشدلی سے مصافحہ کیا تھا۔
"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری۔۔؟ اس
دن تو تم بہت پریشان لگ رہے تھے
مجھے۔۔" انس ولید سے ملنے کے بعد اس

کے مقابل صوفے پر آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا۔

"ہاں یار! تم جانتے تو ہو آج کل کن پرابلمز میں گھرا ہوا ہوں۔۔ بس اسی لیے تھوڑا پریشان رہتا ہوں۔"

ولید نے تھکے ماندے انداز میں اپنے سر کو صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"ہاں میں بھی اسی سلسلے میں بات کرنے
آیا ہوں۔۔" انس نے اپنی عادت کے
مطابق ازحد سنجیدہ لہجے میں اپنے آنے کی
بابت بتائی جسے سنتے ہی ولید ایک دم سیدھا
ہو کر بیٹھ گیا۔۔ اب وہ اس کی بات
پورے انہماک سے سن رہا تھا۔۔۔۔

"یار کوئی حقیقت نیوز چینل ہے۔۔ جنہوں نے یہ خبر لیک کی ہے۔۔ ابھی اس چینل کے بارے میں مزید انفارمیشن بھی نکلوا رہا ہوں۔۔۔" انس نے اسے اب تک کی حاصل کردہ معلومات بتائی۔

"حقیقت نیوز چینل۔۔؟ کون ہے اس کا؟ اور اس کی ہمارے ساتھ C.E.O..

کیا دشمنی ہو سکتی ہے بھلا۔۔ جو اس نے

اتنی گھٹیا حرکت کی۔۔؟؟؟"

ولید نے ایک ساتھ کئی سوال داغ کئے۔

"کوئی شاہ زیب ہے جس نے یہ نیوز اپنے

چینل پر لگوائی ہے۔۔ مگر وہ کسی طور بھی

اپنے سورسز نہیں بتا رہے۔۔۔ کوشش تو

بہت کر رہے ہیں۔۔ انشاء اللہ۔۔۔ بہت

جلد پتہ چل جائے گا۔۔۔"

ولی کا ذہن نام پر ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔

آخر یہ شاہ زیب ہے کون جس نے اتنی

گھٹیا چال چلی حتیٰ کہ کسی کی بہو بیٹی کی

عزت کا بھی پاس نہ رکھا۔۔ اس کو شدید

غصہ آ رہا تھا مگر وہ ابھی کچھ بھی کرنے

کی پوزیشن میں نہیں تھا۔۔

اس کو خدشہ لاحق تھا کہیں اس شخص

کے پاس زین کی کوئی اور ویڈیو نہ ہو۔ اس

لئے وہ جلد بازی کر کے سارے معاملے کو

خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ آخر کو اس

کے خاندان کی بیٹی کی عزت کا سوال
تھا۔۔

"ہاں تم جلد از جلد اس معاملے کی تہہ
تک پہنچو۔۔۔ میں اس شاہ زیب کا خود سے
بھی پتہ کروانے کی کوشش کرتا
ہوں۔۔ اور انکل سے بھی بات کرتا ہوں کیا

پتا انہیں سے کچھ انفارمیشن مل
جائے۔۔۔"

ولی نے ابراہیم صاحب سے بات کرنے کا
ارادہ کیا۔۔ اسوقت ولید کے تاثرات ازحد
سنجیدگی کا روپ دھارے ہوئے تھے۔
"ہاں یہ بھی صحیح رہے گا۔۔" انس نے
بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کی

بات کی تائید کی۔۔ اور پھر وہ دونوں بزنس
کے سلسلے میں ایک دوسرے سے ہلکی
پھلکی گفتگو کرنے میں مجو ہو گئے۔



اذلان آجکل کے حالات سے تنگ لاؤنج
میں بیٹھا ٹی وی پر ہی اپنی ساری توجہ مرکوز
رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے موڈ کے مطابق
کچھ نہ ملا تو وہ بیزاری سے اطراف میں خالی
خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

ٹی وی لاؤنج فل نفاست سے سجا ہوا تھا۔

وائٹ کلر کے مختلف صوفوں کے ساتھ

ایک بڑا کاؤچ موجود تھا۔

لاؤنج کے وسط میں موجود شیشے کی بڑی

ٹیبل پر کچھ اسنیکس پڑے تھے جنہیں

اس نے ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔۔ سامنے

براؤن وال کے اوپر لارج سائز کا ٹی وی
نصب تھا۔۔

اور اس کے نیچے خوبصورت لکڑی کے
درازوں پر کچھ لمبیس اور ڈیکوریشن پیسز
موجود تھے۔۔ لاؤنج کی دوسری وال مختلف
رنگوں کے آرٹیفیشل پھولوں سے سجائی گئی
تھی۔۔ اور ایک طرف وائٹ کلر کی دیوار پر

لگی مختلف ڈیزائنز کی پینٹنگز اس ہوٹل کی
خوبصورتی و رعنائیوں میں مزید اضافہ کر رہیں
تھیں۔

صوفوں پر رکھے گول کشنز میں سے ایک اٹھا
کر اس نے اپنے سر کے نیچے رکھا اور پھر
آرام دہ انداز میں لیٹ گیا۔ ابھی وہ آنکھیں
موندے سونے ہی والا تھا کہ اس کی توجہ

فون کی بیل کی مخصوص آواز نے اپنی
جانب مرکوز کروالی۔

”کیسے ہیں شاہ زر صاحب۔۔؟ اس نے اپنا
لہجہ حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے بات کا
آغاز کیا۔۔

”میں تو ٹھیک ہوں۔۔ البتہ اذلان شاہ آپ
کے بغیر پاکستان کچھ ادھورا ادھورا سا لگ

رہا ہے۔۔۔" شاہ زر کے دلفریب انداز پر

اذلان بھی دھیمے سے مسکرا دیا۔

کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ شاہ زر ہمیشہ

ایسی ہی گفتگو کرتا ہے۔۔۔ آخر کو اذلان کا

بہت بڑا فین جو ٹھہرا۔۔۔

"فلم کی شوٹنگ کیسی جا رہی ہے۔۔۔؟"

اذلان نے بات کا رخ بدل کر کام کی

بات کی۔

"شوٹنگ مکمل ہونے والی ہے۔۔۔ بس

تمہارے لاسٹ شوٹ رہ گئے ہیں۔۔۔"

اب کی بار شاہ زر نے بھی سنجیدگی سے

کام کے بارے میں بتایا۔

"کب تک پاکستان واپسی کا پلان

ہے۔۔؟"

اذلان کہنا چاہتا تھا اس کا تو دل کمر رہا ہے

ابھی اڑ کر وہاں آ جائے۔۔ وہ تو یہاں صرف

سکندر شاہ اور عاصمہ بیگم کی ضد کی وجہ

سے رکا ہوا ہے۔۔

مگر جو جملہ برجستہ اس کے لبوں سے ادا ہوا
اس سے شاہ زر بھی اپنا قہقہہ روک نہ پایا۔۔
"ابھی آپ کو اذلان کا تھوڑا اور ویٹ کرنا
پڑے گا شاہ زر صاحب۔۔۔! تھوڑا صبر
رکھیے۔۔۔ صبر کا پھل ویسے بھی میٹھا ہوتا
ہے۔۔۔" اذلان نے بات کو لطیف مزاح
کا رنگ دیا۔۔

"تمہاری ہیروئن بھلے ہی تب تک پاگل ہو

جائے۔۔" شاہ زر ہلکے سے بڑبڑایا۔۔

"ہمم! کیا کہا۔۔؟" بے توجہی میں اذلان کو

اسکی بڑبڑاہٹ کی کچھ خاص سمجھ نہیں

آئی تھی۔۔

"کچھ نہیں یار۔۔ تمہارے لئے تو جان بھی

حاضر ہے۔۔ یہ صبر کیا چیز ہے۔۔۔" شاہ

زر نے خلوص دل سے جواب دیا۔۔

کیونکہ اسے پوری انڈسٹری میں اذلان سے

زیادہ اصول پسند آدمی کوئی اور لگتا ہی نہیں

تھا۔ اس لئے وہ ہمیشہ یہی کوشش کرتا

تھا کہ اس کی ہر فلم میں ہمیشہ لیڈ ہیرو

کا رول اذلان ہی پلے کرے۔۔ چاہے اس
کے لیے اسے کتنا ہی ویٹ کیوں نہ کرنا
پڑے۔۔

اسی لیے اذلان بھی اس کی بہت عزت
کرتا تھا۔۔ اذلان نے ایک دو باتوں کے بعد
بات ختم کر کے فون دسکنیکٹ کر دیا۔

اچانک اس کی نگاہ سامنے لگی وال کلاک
پر گئی جس پر ابھی دوپہر کے تین بجے
تھے۔۔ اس لیے اس نے تھوڑی دیر آرام
کرنے کا سوچا۔۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں
وہ گہری نیند کی وادیوں میں غوطہ زن ہو
چکا تھا۔۔



"السلام علیکم مسیم!" ایمان کلاس روم میں
داخل ہوئی تو سب نے اسے یک بستہ
سلام کیا جس کا اس نے مسکراتے انکے
سلام کا جواب دیا۔۔ اور آج کا لیکچر
پڑھانے لگی۔

"آج ہم سورۃ النور کی آیت نمبر 27 اور 28

کی تفسیر پڑھیں گے۔۔"

پھر اس نے شیریں انداز میں قرآن پاک کی

آیت مبارکہ تلاوت کی:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ

تَسْتَأْذِنُوا ۚ وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَتَذَكَّرُونَ۔

فان لم تجدوا فيها احدا فلا تدخلوها حتى يؤذن
لكم وان قيل لكم ارجعونا فارجعوا هو اذكى لكم
والله بما تعملون علیم۔"

اس کے بعد ایمان نے بلند آواز میں آیت

کا ترجمہ پڑھا:

ترجمہ:

"اے جو ایمان لائے ہو تم اپنے گھروں
کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو
یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے
رہنے والوں کو سلام نہ کرو یہ تمہارے لیے
بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

"پھر اگر اس گھر میں تم کسی کو نہ پاؤ تو
اس میں داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں

اجازت نہ مل جائے اور اگر تمہیں کہا جائے
کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جایا کرو یہی تمہارے
لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ
اسے جاننے والا ہے۔"

"اس آیت مبارکہ میں ہمیں کسی کے گھر
میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا
حکم دیا گیا ہے۔"

اس میں صرف اجازت طلب کرنا مقصود
نہیں بلکہ لفظ "تستانسوا" استعمال ہوا ہے
کہ گھروالوں کی رضامندی معلوم کریں۔"
"یہ جانیں کہ انہیں آپ کا ان کے گھر آنا
ناگوار تو نہیں گزرا۔۔ اس لیے ہمیں بے
وقت کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے۔ اس

آیت مبارکہ میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں یہ
آج ہم جاننے کی کوشش کریں گے۔۔"

مثال کے طور پر:

"اگر آپ کسی کے گھر بغیر اجازت کے
داخل ہوتے ہیں تو اگر تو وہ شخص آرام کر
رہا ہو تو ہمارے یوں بنا بتائے آجانے سے
اس کے آرام میں خلل پڑے گا اس لیے

ہو سکتا ہے اس کو ہمارا آنا اچھا نہ لگے
جس سے ہمارا رشتہ خراب ہونے کے چانسز
بڑھ سکتے ہیں۔۔۔"

"اسی طرح اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو پھر
ہم چلے جائیں تو اگر ان کی کوئی چیز گم
ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے شک آپ کی

ذات پر ہی جائے گا بھلے ہی آپ نے

کوئی چوری کی ہو یا نہیں ----"

"اسی طرح اگر کوئی سامنے سے اجازت نہ

دے تو بنا اجازت لیے ویسے ہی اندر داخل

نہیں ہو جانا چاہئے۔۔ کیا پتا گھر میں کوئی

اکیلی عورت ہو اور آپ محرم بھی نہیں ہو

اس لئے آپ اگر کسی ضروری کام سے

لازمی ہی جانا چاہتے ہیں تو پہلے ان کے گھر
والوں سے اجازت ضرور طلب کریں اور اگر
کئی بار دروازہ ناک کرنے کے باوجود اجازت
نہ ملے تو ملاقات کئے بنا ہی واپس چلے
جائیں۔۔۔"

"اور اگر کوئی آپ کو کسی مصلحت کی بنا
پر بعد میں آنے کا کہتا ہے تو اس کی بات

کا ہرگز برا نہیں منانا چاہیے۔۔ کیا پتا اس
میں آپ ہی کی کوئی بھلائی چھپی ہو۔۔"

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے
ہاں تشریف لاتے تو اس کے دروازے کے
بالکل سامنے نہ کھڑے ہوتے بلکہ ایک

طرف ہو کر یا پھر دور کھڑے ہو کر بلند

آواز سے "السلام علیکم" کہتے۔۔"

"استیذان کا اصول صرف معاشرتی ادب

کے لحاظ سے مفید نہیں ہے بلکہ یہ ایک

دینی فریضہ بھی ہے۔۔۔ جس سے نہ صرف

ہمارے معاشرتی حقوق کا تحفظ ہوتا ہے

بلکہ ہم کئی صغیرہ و کبیرہ گناہ کرنے سے

بھی بچ جاتے ہیں۔۔۔"

مثال کے طور پر:

"اگر کوئی عورت پردہ کرتی ہے تو اگر وہ

اپنے گھر میں بے پردہ بیٹھی ہوئی ہو تو باہر

سے کوئی بنا اجازت لئے اندر آجائے تو اس

سے صرف اس کی پرائیویسی خراب نہیں

ہوتی بلکہ اس سے آپ کو بھی گناہ ملتا

ہے۔۔۔۔"

"اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی میں استیذان جیسا

بہترین خصوصیات کا حامل اصول اپنائیں تو

اس سے نگاہوں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ

ہماری فکری تطہیر بھی ہوتی رہتی ہے۔۔"

"اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے
کہ ہم لوگ جو بھی کام کرتے ہیں چاہے
وہ دن کے اجالے میں ہو یا پھر رات کے
گھپ اندھیرے میں اللہ تعالیٰ اس کو جاننے
والے ہیں۔ اور وہ ذات باری تعالیٰ ہماری
نیتوں کے حال سے بھی واقف ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ

قرب ہے۔ کائنات کی کوئی چھوٹی سے
چھوٹی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔"
ایمان نے پردل انداز میں پورا لیکچر سمجھایا
اور پھر پوری کلاس کی طرف دیکھتے ہوئے

Any Question girlz?

کے الفاظ اپنے خوبصورت لبوں سے ادا
کئے۔۔ جواباً ساری کلاس نے "نو میم" کہہ
کر باقاعدہ نفی میں سر ہلا دیے۔
لیکچر کے بعد ایمان نے اپنی فائل اٹھائی اور
انہیں خیر آباد کہتی کلاس روم سے باہر
چلی گئی۔



"میں کیا کروں۔۔ انہیں اٹھاؤں یا

نہیں۔۔؟" زینب کب سے خود سے

سوالات کرنے میں مصروف کمرے میں

ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔۔ اس وقت

وہ ڈنر کے لئے بالکل تیار ہو چکی تھی۔۔

اس نے بلیک شرٹ کے ساتھ بلیک
ٹراؤزر زیب تن کیا ہوا تھا۔ اور گردن کے
اطراف میں ہمیشہ کی طرح بلیک کلر کا
شیفون دوپٹہ لپٹا ہوا تھا۔

آج معمول کے برعکس اس نے اپنے سلکی
بالوں کو اونچی پونی میں مقید کیا ہوا تھا۔
میک اپ کے نام پر اس نے ہلکی سی

پنک لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی۔۔ اسے
شروع سے ہی میک اپ کا کوئی خاص
شوق نہیں تھا۔۔ وہ اپنے اس سادہ سے
انداز میں بھی ماحول پر الگ ہی غضب ڈھا
رہی تھی۔۔

پہلے پہل تو وہ اپنے کپڑے تیار کر کے ڈنر
کے لئے ریڈی ہو گئی۔ مگر پھر تیزی سے

گزرتے ٹائم کو دیکھ کر اس نے اپنی مچنگ
کے ساتھ اذلان کے بھی کپڑے نکال کر
بیڈ پر رکھ دیے۔

اب وہ ریڈی ہو کر ادھر سے ادھر پھر رہی
تھی مگر اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے
کیسے گہری نیند سے اٹھالئے۔۔ اسے ان

چند دنوں میں اذلان سے شدید خوف آنے

لگا تھا

وگرنہ وہ تو اذلان کے بہت سے چاہنے

والوں میں سے ایک تھی۔۔۔

اذلان کا اس قدر خشک اور سنجیدہ مزاج اس

نے براہ راست پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔۔

"اذلان۔۔ اذلان۔ن۔ن۔۔" زینب نے
بلاخر گہرا سانس فضا میں خارج کرتے
ہوئے اپنی تمام تر ہمت مجتمع کی اور
صوفے پر گہری نیند سوئے ہوئے اذلان کو
پکارنے لگی۔۔

اذلان شاید گہری نیند میں تھا۔۔ اس کے
پکارنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اذلان ڈنر کا ٹائم ہونے والا ہے۔۔ پھوپھو

ویٹ کر رہی ہوں گی۔۔۔ ابھی آپ نے

ریڈی بھی ہونا ہے۔۔۔"

زینی ابھی بھی ڈرے سہمے ہوئے انداز میں

اسے ہلکی آوازیں دے رہی تھی مگر وہ تھوڑا

سا کسمسا کر پھر سے گہری نیند سو گیا۔۔

"اذلان اٹھیں پلیز!!! ہم ڈنر کے لئے لیٹ

ہو رہے ہیں۔۔۔" اس بار زینی نے اس

کے کندھے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے اسے

باقاعدہ اپنی طرف متوجہ کیا۔

اذلان نے بے ساختہ اپنی مندی مندی

آنکھیں کھولیں اور اپنے اوپر جھکی ہوئی زینی

کو دیکھا جس کے شانوں سے گزرتے لمبے،
سلکی بال نیچے تک آ رہے تھے۔۔

پونی میں مقید کچھ بال تو اس کے کندھے
کو بھی آ کر نرمی سے چھو رہے تھے کیونکہ
زینی کے بال کافی لمبے اور گھنے تھے۔۔

اس کا نکھرا نکھرا سا روپ اسے حد سے زیادہ
جاذب نظر بنا رہا تھا۔۔

کچھ دیر تو اذلان خالی خالی نگاہوں سے بے
اختیار اپنے اوپر جھکی ہوئی زینی کو دیکھتا ہی
رہا۔۔ مگر پھر اچانک ہوش میں آنے پر
ہڑبڑانے کے انداز میں صوفے سے اٹھ
بیٹھا۔۔

اس کے یوں اچانک ایک جھٹکے سے اٹھنے
پر زینی حواس باختگی کے عالم میں پیچھے کی

جانب مڑ گئی۔۔ نتیجتاً اس کا پاؤں ٹیبل
کے ساتھ ٹکرا گیا۔ اس کے لبوں سے ہلکی
سی "کراہ" نما آواز نکلی۔۔ جسے وہ فوراً اپنے
منہ میں ہی دبا گئی۔۔

اذلان اٹھ کر جلدی سے روم میں آیا اور
اپنے لئے کپڑے نکالنے لگا۔۔ اچانک اپنے

تعاقب میں زینی کی آواز سنتے اس کے
بڑھائے ہوئے ہاتھ وہیں رک گئے۔

"وہ۔۔ وہ میں نے آپ کے کپڑے نکال
دیئے تھے۔۔" زینی کی آواز گھبراہٹ کا
شکار لگ رہی تھی۔۔ ابھی وہ اپنا رخ موڑ کر
اسے سخت سست سنانے ہی والا تھا کہ
اچانک اسے اپنی کچھ دیر پہلے بے اختیاری

میں کی گئی حرکت پر شدید غصہ آگیا۔۔
اس لئے وہ اس سے بنا کچھ کہے بیڈ پر
موجود کپڑے اٹھاتا واش روم میں فریش
ہونے چلا گیا۔۔ خلاف توقع وہی ڈریس جو
زینی نے اس کے لیے پہلے سے نکال رکھا
تھا۔۔

حالانکہ اس کے ذہن میں اس وقت کئی

سوال ایک ساتھ ابھر رہے تھے۔۔

کیوں نکالے اس کے لیے کپڑے؟

آپ کو ایک دفعہ میں کہی گئی بات سمجھ

کیوں نہیں آتی؟

منع جو کیا تھا آپ کو پھر کیوں کیا یہ

سب۔۔۔؟

وہ یہ سب جملے کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ

سکا۔۔

اس کے یوں بنا کچھ کہے وہاں سے جانے

پر زینی کا رکا ہوا سانس ایک دم بحال

ہوا۔۔

تھوڑی ہی دیر میں اذلان بھی ریڑی

ہو گیا۔۔۔ وہ اپنا والٹ اور موبائل اٹھا کر

کمرے سے باہر آیا تو ٹی وی لاؤنج میں
بیٹھی زینی اسوقت کسی کتاب کی ورق
گردانی کرنے میں مصروف تھی۔۔ اس
کے آنے پر جلدی سے ہڑبڑا کر اٹھ
بیٹھی۔۔

اذلان نے اب کی بار اسے دوبارہ دیکھنے کی
غلطی نہیں کی تھی۔۔

"چلیں۔۔" اذلان نے بے تاثر لہجے میں
اسے چلنے کا کہا تو زینی بھی میکانیکی انداز
میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے پیچھے
پیچھے چل دی۔

زیورچ ہوٹل سے باہر آتے ہی اسے سرد ہوا
کے جھونکوں کے باعث خنکی کا احساس

ہوا تو فوراً شال کو اپنے گرد اچھے سے لپیٹ
لیا۔

پارکنگ لاٹ میں آ کر اذلان نے اپنی کار
ان لاک کی تو زینی خود ہی بیک دور کھولتی
پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی۔ تبھی اسے اذلان
کی سرد آواز اپنی سماعتوں میں سنائی
دی۔۔۔۔۔

"میں کوئی آپ کا شوفر نہیں ہوں۔۔۔ جو

چچھے بیٹھ رہی ہیں۔۔۔ آگے آ کر

بیٹھیں۔۔۔۔" اذلان نے اسے سختی سے

ٹوکا تو وہ جلدی سے فرنٹ ڈور کھولتی اگلی

سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔۔

اس کے بیٹھنے کی دیر ہی تھی کہ اذلان

نے فوراً کار سٹارٹ کر دی۔ زینی نے

بے ساختہ اذلان کے خوبصورت سراپے سے
نگاہیں چرائیں۔۔ اور ونڈا سکرین کے پار چلتے
ہوئے مناظر کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے
لگی۔۔

کاریٹ روڈ کے آس پاس لگے خوبصورت
درخت اسکی آنکھوں کو دلکش نظارہ مہیا کر
رہے تھے۔

تھوڑے فاصلے کے بعد بڑی بڑی بلڈنگز
آگئیں۔۔۔ ابھی اسے باہر دیکھتے چند منٹ
ہی گزرے ہوں گے کہ کار ایک خوبصورت
وسیع و عریض گھر کے سامنے آ کر رک گئی

زینی نے بھی چونکتے ہوئے اطراف میں
نگاہیں گھمائیں۔۔

زینی ہلکا سا مسکراتے ہوئے نمبر پلیٹ کو
ہی دیکھ رہی تھی۔۔ جس پر "ولی ہاؤس"
کے الفاظ خوبصورت انداز میں کندہ تھے۔

سرسری نگاہیں گھماتے اذلان نے اچانک
زینی کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ دیکھی تو
وہ بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں
اس نمبر پلیٹ کو غور سے دیکھنے لگا۔

جس کو دیکھتے ہی اس کے ماتھے پر سخت

تیوری در آئی۔۔

مگر پھر وہ جلد ہی خود کے تاثرات پر قابو پا

گیا۔ اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ ولی

عظمت پھوپھو اور احد انکل کا بیٹا ہے۔

ورنہ وہ ڈنر پر آنے کی بجائے معذرت ہی

کر لیتا۔۔

اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ ابھی
کہ ابھی یہاں سے واپس چلا جائے۔۔ مگر
اب کیا کر سکتا تھا اب تو وہ ڈنر پر آنے کی
ہامی بھر چکا تھا۔

اور اپنی کہی بات سے پھرنا اذلان کی
شخصیت کا خاصہ نہیں رہا تھا۔

اتنے میں احد انکل نے خود آ کر ان کو
ویلم کیا اور پھر اذلان سے ملنے کے بعد

زینی کے سر پر پیار دست شفقت

رکھا۔۔ اب تو عظمت پھوپھو بھی وہاں آ

چکیں تھیں۔

اذلان نے انہیں بیش قیمت گفٹ پکڑایا

جسے وہ ساتھ کھڑے ملازم کو پکڑاتے

انہیں خوشدلی سے مسکراتے ویلکم کر رہی
تھیں۔۔۔۔۔ پھوپھو بھی اذلان کے سر پر
پیادینے کے بعد فرط محبت سے زینی کو
اپنے ساتھ لگا چکی تھیں۔۔ اس محبت
بھرے لمس پر زینی کی آنکھیں ایک پل
کے لئے نمی کا شکار ہو گئی تھیں۔

زینی کافی دنوں بعد کسی ایسے شخص کو
دیکھ رہی تھی جسے اس کی فکر تھی۔

"آپ لوگ اکیلے رہتے ہیں یہاں۔۔۔؟؟؟"

اذلان نے آس پاس کسی اور کو موجود نہ پا
کر سرسری انداز اپنایا۔۔

اس کے کسی کا مطلب ولی تھا یہ صرف
اذلان کو ہی پتہ تھا۔۔

"ابھی تو فی الحال اکیلے ہی ہیں۔۔۔ ولی اپنا
بزنس پاکستان سیٹل کر رہا ہے نا۔۔ اس
لیے وہ زیادہ تر وہیں ہوتا ہے۔۔۔" عظمت
پھوپھو نے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے شائستگی
سے جواب دیا اور پھر ان کو لے کر لاؤنج
میں آگئیں۔

"زینی! میری جان کیسی ہو؟؟ اتنی چپ
چپ کیوں ہو۔۔؟" عظمت پھوپھو ملازمہ
کو کچھ ضروری ہدایات دے کر واپس لاؤنج
میں آئیں تو زینی کو اس قدر گم صم پایا تو
پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

عظمت پھوپھو کے پوچھنے پر اذلان نے
بھی اسے ایک نظر دیکھا۔ مگر پھر جلدی سے

اسے نظر انداز کر کے احد انکل کے ساتھ

ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف ہو گیا۔۔۔

"ج۔جی پھوپھو! میں تو بالکل ٹھیک

ہوں۔۔۔ آپ اور انکل پاکستان کب جا رہے

ہیں۔۔۔؟" اتنے میں ملازمہ چائے کے

ساتھ مختلف انواع و اقسام کے اسنیکس رکھ

کر واپس جا چکی تھی۔

عظمت پھوپھو نے اذلان کو چائے کا کپ
تھمایا۔۔ اور پھر اسنیکس کی پلیٹس اذلان
کے پاس موجود ٹیبل پر رکھیں۔۔ ان کی
خوش خلق طبیعت پر وہ انہیں ہلکا سا
مسکراتے "تھینک یو" کہہ کر چائے کے
سپ لینے لگا۔۔

احد انکل اذلان کے ساتھ باتیں کرتے
ہوئے میزبانی کے فرائض بخوبی ادا کر رہے
تھے۔۔

اچانک ہی باتوں کے دوران زینہ نے
پاکستان کا نام لیا تو احد انکل نے زینب
کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی۔

"زینی بیٹے۔۔۔!! میرے پاس آپکے لیے
ایک بہت اچھا سرپرائز ہے۔۔" احد انکل
نے زینی کو لاڈ سے مخاطب کیا۔
"سپرائز؟؟ میرے لیے۔۔۔" زینی نے
نا سمجھ انداز سے احد انکل کو دیکھا اور پھر
اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے عظمت
پھوپھو سے پوچھنے لگی۔

"تمہاری کہی باتیں تمہارے انکل کے دل
پر لگی ہیں بیٹے۔۔ اس لیے انہوں نے
مستقلاً پاکستان شفٹ ہونے کا ارادہ کر لیا
ہے۔۔۔"

عظمت پھوپھو نے خوشی سے چمک کر
بتایا۔۔ آخر کو وہ بھی اپنے ملک پاکستان
سے دور رہ رہ کر تھک چکی تھیں۔

"رئیلی انکل۔۔۔۔؟؟ میں اور ولی کب سے

آپ کو کنوینس کرنے کی کوشش کر

رہے تھے۔۔۔۔۔"

"تھینکس ٹو گاڈ! آپ نے میری بات مان

لی۔۔۔

دیکھیے گا۔۔ اب کتنا مزہ آئے گا ولی کو

چڑانے کا۔۔۔"

"میں نے اس کے ساتھ بیٹ لگائی تھی
کہ آپ ضرور ایک نہ ایک دن پاکستان
شفٹ ہوں گے اور اس نے کہا تھا۔

That's not possible-----

اب آپ دیکھنا کیسے کیسے بہانے کرے

گا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔"

زینی احد انکل اور عظمت پھوپھو کے
پاکستان شفٹ ہونے کا سن کر ایک دم
خوش سے نہال ہوا ٹھی۔۔ اس پل اسے
یہاں اذلان کی موجودگی بھی یاد نہیں رہی
تھی۔

اب وہ اپنی اور ولی کی شرط کا بتا کر باقاعدہ
ولی کے انداز میں اس کی نقل اتار رہی تھی

اور پھر آخر میں اپنی بات کرتے ہوئے
کھل کر ہنس رہی تھی۔

اس کی ہنسی کو فوراً بریک تب لگا جب اس
نے دیکھا اس وقت اذلان بھی اسے ہی بغور
دیکھ رہا ہے۔۔۔ اذلان کو دیکھتے ہی اس نے
نخل بھرے انداز میں فوراً اپنی زبان دانتوں
تِلے دبا لی۔

اذلان پہلی بار اسے اس طرح کھل کر ہنستے
ہوئے دیکھ رہا تھا مگر وہ بھی کسی اور کے
نام سے۔۔۔

ولی کے نام پر اس کے چہرے کی خوشی
دیکھ اذلان کا چہرہ ایک دم غصے کے مارے
سرخ پڑ گیا۔ اس وقت وہ اپنی مسٹھیاں سختی

سے آپس میں بھینچے اسے ہی یک ٹک
نگاہوں سے دیکھ کم بلکہ گھور زیادہ رہا تھا۔